مولانا عبدالله ع م	سلام	مراثي	ماتمي نوحه
عون و محمد ع م	سلام	مراثي	ماتمي نوحه
مولانا عباس ع م	سلام	مراثي	ماتمي نوحه
مولانا علي اكبر ع م	سلام	مراثي	ماتمي نوحه
مولانا علي اصغر ع م	سلام	مراثي	ماتمي نوحه
مولاتنا رقية ع م	سلام	مراثي	ماتمي نوحه
مولاتنا سكينة ع م	سلام	مراثي	ماتمي نوحه
مولاتنا زينب ع م	سلام	مراثي	ماتمي نوحه
مولاتنا شهربانو ع م	سلام	مراثي	ماتمي نوحه
مولانا علي زين العابدين ع م	سلام	مراثي	ماتمي نوحه
چهلم مولانا حسين ع م			

فہرست

رقم	مطلع	صفحة
	مولانا عبد اللہ ع م	
	سلام	
١	رن میں سوئے ہو خستہ تن دولہا	٢٢
٢	سرور نے کربلاء میں شادي رچي ہوئي ہے	٢٤
٣	شبير كربلاء میں شادي رچاء رہے ہیں	٢٨
٤	شہ نے رچائي شادي كرب وبلاء كے بن میں	٣٢
	مراثي	
١	شبير نے تو رن میں عجب شاں دِکھائي ہے	٣٨
٢	كيا خوب ہے جہان میں توقيرِ كربلاء	٤٢
	ماتمي نوحه	
١	بھولینگے نہ ہم کربل میں وہ چند پہر كي شادي	٤٩

٢	شبیر کے گھر میں شادي ہے اور قطرہ نہیں ہے پاني کا	٥٣
٣	کرب وبلاء کي کرب میں شادي ہے مؤمنوں	٥٦
٤	ہائے رے دولہارن میں جھوجا	٦٠
	عون و محمد ع م	
	ماتمي نوحه	
١	کہتي تھي زینب کیوں نہ پُکاروں اے میرے دِلبر عون و محمد	٦٤
	مولانا عباس ع م	
	سلام	
١	ذبح ہونے کو ہے سر شاہ کا آؤ عباس	٦٨
٢	مشک و علم اُداس ہے دریا اُداس ہے	٧٠
٣	نِشانِ فوجِ پیمبر سجایا جاتا ہے	٧٣
	ماتمي نوحه	
١	آیا ہے علم اور علمدار نہ آیا	٧٦

٢	بازو کٹے تھے لیکن اِک حوصلہ باقی تھا	٧٩
٣	پانی تو پلانے تجھے جائیگا سکینہ	٨٢
٤	دریا پہ ہے کہرام علمدار مر گیا	٨٥
٥	دریا پہ اُٹھا شور علمدار علمدار	٨٩
٦	دریا پہ شور ہے کہ علمدار مر گیا	٩٣
٧	دو لاکھ کے نرغے میں محمد کا نِشاں ہے	٩٥
٨	روتے ہیں غمخوار علمدار علمدار	١٠٠
٩	سرور کو مقتل میں آعداء نے گھیرا عباس آجاؤ بھائی اکیلا ہے	١٠٤
١٠	عاشور کی وہ رات وہ سنّاٹے کا عالم	١٠٧
١١	غمِ عباس میں کمر خم ہے	١١٠
١٢	ماتمِ عباس کرتے جائینگے	١١٢

مولانا علي اکبرؑ

سلام

۱	اُٹھاتو لي ہے جواں کي ميّت قرار دِل کو مگر نہيں ہے	۱۱۶
۲	اکبر کي جُدائي کا جب داغ مِلا ہو گا	۱۱۹
۳	اکبر تمھيں معلوم ہے کيا مانگ رہے ہو	۱۲۲
٤	بيٹے کے جنازے کو اُٹھانا نہيں آساں	۱۲٦
۵	تنہائي ميں کيسے اُٹھيگا اکبر کا جنازہ رہنے دو	۱۲۹
٦	حسين مقتل ميں يہ پُکارے کہاں ہو اٹھارہ سال والے	۱۳۱
۷	ذرا ٹھہر و دِلِ سبطِ پيمبر ديکھتے جاؤ	۱۳۳
۸	زمينِ کربلاء پر شہ نے لاشِ نوجواں رکھ دي	۱۳۵
۹	زينب نے کہا رو کر ارمان نِکالو نگي	۱۳۷
۱۰	شاہ کو اکبر کا لاشہ مل گيا	۱۳۹
۱۱	قلبِ پِسر سے مولی برچھي نہ کھينچنا	۱٤۰

۱۲	کہا زینب نے سرور سے کہ بانو غُل مچاتی ہے	۱٤۲
۱۳	لاشِ اکبر جواں ہے اُٹھاؤ نہیں	۱٤٤
۱٤	لاشِ اکبر پہ سر کو جھکائے مولی مقتل میں تنہا کھڑے ہیں	۱٤۷
۱۵	نیزہ جِگر سے کھینچنا، پوچھے کوئی حسین سے	۱۵۱
۱٦	یہ بھری جوانی میں کِس کا چاند ڈوبا ہے	۱۵٤
۱۷	یہ کِس کا لعل ہے کِس دِل کا یہ سہارا ہے	۱۵٦
	مراثی	
۱	اُمّت کے لیئے مر گے جواں بھولنے والے	۱٦۰
۲	جب لاشہءِ پِسر کو اُٹھایا حسین نے	۱٦۵
	ماتمی نوحہ	
۱	اے جواں لعل کی میّت کو اُٹھانے والے	۱۷۱
۲	اے مارا اکڑیل جواں کہاں چھو	۱۷٤
۳	پروان چڑھالوں کوئی ارمان نِکال لوں	۱۸۰

٤	پيري ہے جو اں لعل کا لاشہ نہ اُٹھيگا	۱۸۲
٥	پيري ميں جو اں دِلبر کي ميّت کو اُٹھانے والا	۱۸٦
٦	کليجہ ماں کا دِل تڑپا رہا ہے	۱۸۸
۷	تھام کر اپني کمر رن ميں جو جاتے ہيں حسين	۱۹۰
۸	ہے نوحہ کُناں سرور اے نورِ نظر اکبر	۱۹۳

مولانا علي اصغرؑ

سلام

۱	اصغر کے تبسُّم نے تعليم بياں دي ہے	۱۹۸
۲	اصغر کي تشنگي پہ آنسو بہا بہا کے	۲۰۰
۳	آؤ اصغر پيارے جھولو	۲۰۳
٤	اے ميرے معصوم اصغر رات آئي گھر چلو	۲۰٦
٥	بانو نے کہا رو کر تربت پہ صدا دو نگي	۲۱۱
٦	بولي بانو پيارے اصغر شام بھئي گھر آؤ	۲۱۳

۷	تیر ظالم نے جو اصغر کو لگایا ہے	۲۱۵
۸	جھولا اصغر کا مادر جھولاتي رہي	۲۱۷
۹	جھولے میں ہے قرار نہ مادر کي گود میں	۲۱۹
۱۰	دُکھیا بانو چِلاّوت ہے اصغر کا ہم سے چھڑائے لیو	۲۲۱
۱۱	دُکھیا بانو رو کر بولي	۲۲٤
۱۲	دِلِ مادر لہو کے اشک جنت میں بہاتا ہے	۲۲۷
۱۳	دِن ڈھل چُکا ہے شام آئي سر پر اے میرے ننھے سِپاہي	۲۲۹
۱٤	شہ نے علي اصغر کو جب دفن کِیا ہوگا	۲۳۱
۱۵	قبرِ اصغر پہ مادر پکاري گھر چلو شام ہوتي ہے اصغر	۲۳۳
۱٦	قتل اصغر ہو گئے ویران جھولا ہو گیا	۲۳٤
۱۷	کہتي تھي ایک دُکھیا اصغر میرا کہاں ہے	۲۳۵
۱۸	کھو گئے تُم کہاں ہو میرے اصغر ہو گئي شام گھر لوٹ آؤ	۲۳۷
۱۹	ماں غم زدہ پُکاري آجاؤ پیارے اصغر	۲۳۹

۲۰	میرے بے قصور مہماں میں صبر کہاں سے لاؤں	۲٤۲
۲۱	ننھا سا اِک سِپاہی گودی میں آرہا ہے	۲٤٤
۲۲	یاد اصغر کی جب دِل جلانے لگی	۲٤۷
۲۳	یارب صغیر سِن میں کوئی بے پِدر نہ ہو	۲٤۹
	مراثی	
۱	اصغر کو لے کے جب چلے سُلطانِ کربلاء	۲۵۱
۲	جب چلے اصغر کو اپنی گود میں لیکر حسین	۲۵۷
۳	جب رن میں حسین اصغرِ بے شیر کو لائے	۲٦۲
٤	سوئے ہو کہاں جا کے میرے اصغر ناداں	۲٦۹
۵	گہوارے سے حسین جو اصغر کو لے چلے	۲۷۱
٦	ننھے شہید اصغر نفسی فِداء علیکم	۲۷۸
۷	ہر ایک قدم پہ سوچتے تھے سِبطِ مصطفیٰ	۲۸۲

ماتمي نوحه		
١	اصغرِ معصوم تیرا جھولنا	٢٨٦
٢	اے وائے اصغر لاڈلیا	٢٨٨
٣	تشنہ دہن حسین غریب الوطن حسین	٢٩١
٤	جھولا تیرا جھلائیگي اصغر ماں ساري رات	٢٩٥
٥	جھولو معصوم تشنہ دہن جھولنا	٢٩٧
٦	ننھے معصوم کي شہادت ہے	٣٠١
مولاتنا رقيةع م		
سلام		
١	اُٹھي ایک صدا قید خانے میں بابا	٣٠٥
٢	قید خانے میں یہ احوال رقیہ ہو گا	٣٠٧
٣	یوں رقیہ کے لب پر فُغاں ہے	٣١٠

ماتمي نوحه		
١	پيارے بابا تُم لوٹ آؤ	٣١٣
٢	كرتي تهي زِنداں ميں فُغاں پياري رقيہ	٣١٧
مولاتنا سكينة		
سلام		
١	ايک بار اور مجھے گود ميں لے لو بابا	٣٢٣
٢	آؤ شبير سكينہ کے گوہر چھنتے ہيں	٣٢٨
٣	اے ظالموں نہ ستم ڈھاؤ ميں سكينہ ہوں	٣٣٠
٤	بين تھے سكينہ کے شام ہونے والي ہے	٣٣٢
٥	تمہاري ياد ميں کيسے بھولاؤنگي بابا	٣٣٤
٦	رورو کہتي تھي بالي سكينہ	٣٣٦
٧	سكينة شبيرنا چھے دختر سلام ير پر	٣٣٨
٨	قيدي ہوں ميں باباجاں	٣٤٠

۹	کہتي ہے سکینہ میرے بابا کو بُلاؤ	۳٤۲
۱۰	کہتي ہے سکینہ رو کر آ جاؤ میرے بابا	۳٤۵
۱۱	کیا قیامت گُذر گئي بابا	۳٤۸
۱۲	مجھکو بابا صدا دو اگر ہو سکے	۳۵۰
۱۳	یہ کہتے تھے شہِ والا سکینہ ہم نہیں ہونگے	۳۵۲
	ماتمي نوحه	
۱	کہتي تھي سکینہ مضطر اے شمر نہ لینا گوہر	۳۵۵
	مولاتنا زینب	
	سلام	
۱	آنے کو تو وطن میں اب آ رہي ہے زینب	۳٦۰
۲	بات آئیگي پردے کي تو یاد آئیگي زینب	۳٦۵
۳	بولي بہن میں بھائي تک آلوں تو ذبح کر	۳٦۷
٤	بولي زینب کہ نہیں ناز اُٹھانے والا	۳٦۹

٥	بولی زینب سلام لو بھائی	۳۷۲
٦	پردیس سے دُکھیا آئی ہے وطن دیکھو	۳۷٤
۷	جاؤ مقتل کو بھیّا سِدھارو یہ بھی صدمہ اُٹھائیگی زینب	۳۷۸
۸	دیکھے مدینہ سارا زینب کے آنسوؤں میں	۳۸۰
۹	راہ ایمان کی اُمّت کو دِکھاؤ زینب	۳۸۲
۱۰	روکے کہتی تھی زینب یہ رن میں	۳۸٤
۱۱	روکے زینب نے کہا رِہ گئے سرور تنہا	۳۸٦
۱۲	زینب یہ بولی حشر کا منظر نظر میں ہے	۳۸۸
۱۳	زینب یہ کہہ کے روپڑی پوچھو نہ کیا ہوا	۳۹۰
١٤	شاہ کہتے تھے اے میری خواہر میرے لاشے پہ رونے نہ آنا	۳۹۱
١٥	شبیر کا سر ہے نیزے پر زینب کا سہارا کوئی نہیں	۳۹٤
١٦	شبیر کی مظلومی زینب سے کوئی پوچھے	۳۹٦
١٧	شبیر کو روئی ہے مظلوم بہن برسو	٤۰۰

۱۸	شبیر نے کہا زینب ، ہمّت نہ ہارنا زینب	٤۰۲
۱۹	قرباں گہِ حق میں بھائی کا یوں ہاتھ بٹایا زینب نے	٤۰٦
۲۰	کربلاء آکے بولی یہ زینب	٤۰۸
۲۱	کِس طرح اپنے لُٹے گھت کو بہن لے جائے	٤۱۰
۲۲	کہا رو رو کے زینب نے اِلٰہی صبح کیا ہو گا	٤۱۲
۲۳	کہا زینب نے سرور سے کہ بانو غُل مچاتی ہے	٤۱٤
۲٤	کیا عجب طور زماں دیکھ رہی ہے زینب	٤۱٦
۲۵	کیا بتائیں کہ زینب کی کیا شان ہے	٤۱۸
۲٦	کیسے شبیر تیرے بعد جیئگی زینب	٤۲۲
۲۷	ہوا ذبح بھائی کہاں جائے زینب	٤۲۵
۲۸	وطن سے پردیس جا رہے ہیں	٤۲۸
۲۹	وطن والوں سے زینب آج پہچانی نہیں جاتی	٤۳۲
۳۰	یہ پکاری زینبِ خستہ تن	٤۳۵

	مراثي	
١	پهنچو حرم مدينة ما كربل نے شام سي	٤٣٩
٢	جب شمر نے بجھا دِیا شمعِ بتول کو	٤٤٥
٣	زینب رِضاؤ صبر کے پیکر کا نام ہے	٤٥٢
٤	مقتل سے سُنو زینبِ دکھیا کي صدا	٤٥٥
	ماتمي نوحه	
١	اُجڑے چمن کو لیکر کربل سے جائے زینب	٤٦٥
٢	آلام و مصائب میں ِگرفتار ہے زینب	٤٦٨
٣	اہلِ حرم میں رونے کي دھوم واویلا	٤٧٠
٤	آئي ہے سر کُھلے زینب بازارِ شام میں	٤٧٤
٥	بھائي بھائي کہتے ہوئے زینب خیمے سے نِکلي	٤٧٧
٦	بھرا یہ گھر میں لائي تھي یہ گھر تو سب اُجڑ گیا	٤٨٠
٧	بے کسوں کا قافلہ جارہاہے شام کو	٤٨٤

٨	پکاری زینب مضطر میرے حسین آؤ	٤٨٧
٩	جارہا ہے کربلاء سے کارواں زینب چلو	٤٩١
١٠	خواہرِ شاہ زینب دخترِ علی زینب	٤٩٤
١١	زندہ تاریخِ کربلاء زینب	٤٩٨
١٢	زینب ہے کربلاء ہے اور بھائی کا لاشہ ہے	٥٠٠
١٣	زینب اسیر ہو کے جاتی ہے شام بھیّا	٥٠٤
١٤	زینب بے چادر پھری بازاروں میں	٥٠٦
١٥	زینب کی اسیری کا کیا حال کہا جائے	٥١٠
١٦	زینب کو گماں کب تھا کہ حشر بپا ہو گا	٥١٣
١٧	زینب کا حال کیا ہو بھائی گذر گیا ہے	٥١٦
١٨	شہِ والا نے فرمایا بہن زینب نہ گھبرانا	٥١٨
١٩	عاشور کا احوال زینب سُناتی ہے	٥٢٠
٢٠	کربل سے اُجڑا گھر لائی زینب نانا کے روزے پہ آئی زینب	٥٢٣

۲۱	کہا شہ نے وداع ہو کر	۵۲۶
۲۲	کہتی تھی رو کر زینب مضطر ہائے حسینا وائے حسین	۵۲۸
۲۳	کیا غم ہو برادر کا پوچھے کوئی زینب سے	۵۳۱
۲۴	کیسا قیامت خیز یہ منظر زینب نے دیکھا	۵۳۴
۲۵	لُٹ کے زینب آئی ہے	۵۳۸
۲۶	مارا گیا بھائی رن میں زینب جائے کہاں	۵۴۱
۲۷	مدینة جدنا لا تقبلینا	۵۴۶
۲۸	میں گھر میں نہ جاؤنگی میں گھر میں نہ جاؤنگی	۵۴۹
۲۹	وامحمدہ وامصیبتاہ	۵۵۲
مولاتنا شہربانو ع م		
سلام		
۱	بانو کا جگر تھرّائے نہ کیوں	۵۵۶
۲	بانو نے کہا رو کر تربت پہ صدا دونگی	۵۵۸

۳	بانو وطن میں آ کے پکاري سلام لو	٥٦٠
٤	دکھیا بانو چِلاّت ہے اصغر کا ہم سے چھڑائے لیو	٥٦٢
٥	دکھیا بانو رو کر بولي اصغر کا خالي جھولا ہے	٥٦٥
٦	رو رو کے پوچھتي ہے بانو شاہِ زمن سے	٥٦٨

مولانا علي زين العابدين ع م

سلام

١	آعداء حرم کو مِثلِ گنہ گار لے گئے	٥٧٢
٢	جب کہ امام زین العبا ساربان ہے	٥٧٤
۳	دیارِ شام میں عابد کا حال کیا ہو گا	٥٧٨
٤	شب اندھیري اور منزل دور ہے	٥٨٠
٥	عابد کے رُک رہے ہیں قدم شام آ گئے	٥٨٢
٦	کرب وبلاء سے نکلے سجّاد چلتے چلتے	٥٨٥
٧	کہتے تھے زین العابدیں تم کو ستا کے کیا مِلا	٥٨٨

۸	لُٹا ہوا اِک قافلہ رن سے چلا کہتا ہوا	۵۹۰
۹	لے کے اِک قافلہ غم زدہ ساربان چل رہا ہے	۵۹۳
۱۰	مجرا اُسے جو لاغر و رنجور تن بھی ہے	۵۹۶
۱۱	مجرئی قید سے جب عابد بے پر چھوٹے	۵۹۸
۱۲	واجب الرحم تھے زنداں کے سزاوار نہ تھے	۶۰۰
ماتمی نوحہ		
۱	اہلِ عزا کرو غم بیمارِ ناتواں کا	۶۰۴
۲	لے جا رہے ہیں ظالم سجادِ ناتواں کو	۶۰۸
چہلم مولانا حسین ؑ		
۱	اربعیں کے سوگواروں الوداع	۶۱۱
۲	آج چہلم کی ہوئی مجلس بپا یا حسینا یا حسینا یا حسین	۶۱۲
۳	عاشور کے دن مظلوم لُٹا یہ اُسکا چہلم آیا ہے	۶۱۵

مولانا عبداللہؒ

سلام

رن میں سوئے ہو خستہ تن دولہا

رن میں سوئے ہو خستہ تن دولہا
بے دفن ہو ، ہو بے کفن دولہا

تم کو پیاسا کہوں ، شہید کیوں ؟
یا کہوں تم کو بے وطن دولہا

روزِ عاشور کیسی شادی رچی
خوش تھے یا غم زدہ دلہن دولہا

نہ باراتی ، نہ شربت و مہندی
پر تھے شادی میں پنجتن دولہا

چھوڑ کر ہاتھ ، ساتھ دلہن کا
تم ہوئے رن میں گامزن دولہا

جب اُٹھا شور "مارو دولہا" کو
تب پکارے شہ زمن دولہا

ہو گا چہرے پہ خون کا سہرا
اور سجا تیر سے بدن دولہا

خاک پر ایڑیاں رگڑتے ہوئے مر گئے تم بِنِ حسن دولہا

ہائے پوشاک خون میں ڈوب گئی اور ہوا پائمال تن دولہا

کس جگہ پر دلہن تمہیں ڈھونڈے ہے بھرا لاشوں سے یہ رن دولہا

کم سنی میں سکینہ بیوہ بنی اور چھنے کانوں سے رتن دولہا

گل سے رخسار پر طمانچے لگے اور گلے میں بندھی رسن دولہا

مجھکو آ کے بچالو ظالم سے یہ سکینہ کے ہیں سخن دولہا

جب بیاں کرتے ہیں برہان ہدی ساتھ روتے ہیں مرد و زن دولہا

اے حسامی تو کر لے آج دعا خوش و خرم رہیں دولہن دولہا

سرور نے کربلا میں شادی رچی ہوئی ہے

سرور نے کربلا میں شادی رچی ہوئی ہے
اور لاڈلی سکینہ دُلہن بنی ہوئی ہے

عبداللہ آئے لے نے جنگ کی رزا شہا سے
دل میں تو بس شہادت کی لو لگی ہوئی ہے

دیتے نہیں رزا شہ کہتے ہیں بھائی جاں کی
تو آخری نشانی زندہ بچی ہوئی ہے

چہرہ اُتر گیا پھر اِک راز یاد آیا
والد نے جو وصیت آخری میں کی ہوئی ہے

نامِ حسین لے کر بیٹا تو سر کٹانا
یہ میرے پاس اُنکی چِٹّھی لکھی ہوئی ہے

خط دیکھ بھائی جاں کے فرمایا شاہِ دیں نے
میں نے بھی اِک وصیت اُنسے سنی ہوئی ہے

ہر شاں میری نرالی شادی کرونگا طف میں
گر میرے گھر میں ہر سوں لاشیں پڑی ہوئی ہے

شہ نے پڑھا نکاح اور دختر کو دی دعائیں
بابا کی آنسوؤں سے آنکھیں بھری ہوئی ہے

شربت پلائیں کیسے پانی نہیں ہے قطرہ
مہندی بدل یہ دنیا خوں میں رنگی ہوئی ہے

فوجِ عدو میں اُس وقت آواز اِک سنائی
مردوں کی تم میں کیا اب اتنی کمی ہوئی ہے

دلہن کا ہاتھ چھوڑے رن میں چلا ہے دولہا
اور پیچھے پیچھے دُکھیا دلہن چلی ہوئی ہے

دولہا کہاں ملوگے ؟ جنت میں اے سکینہ
بابا پہ جاؤں قرباں میری گھڑی ہوئی ہے

آیا ہے رن میں دولہا ، دولہے کو مار ڈالو
نرغے میں دشمنوں کے ایک دُھن اُٹھی ہوئی ہے

آنسوں بہانا یارو دولہا کا نام لیکر
ماتم کی صف سماں میں دیکھو بچھی ہوئی ہے

بوٹھی چھری شمر کی اور بوسگاہ ء احمد
اُس وقت زلزلے میں دنیا ہلی ہوئی ہے

سویا ہے دھول اوڑھے صحراء طف میں دولہا
اور اُس طرف دلہن کی چادر چھنی ہوئی ہے

لگتے ہے جب طمانچے کس کو پکارے بے کس
بابا کی لاش جلتے طف میں پڑی ہوئی ہے

کہتی ہے روتے روتے رہنے دو میری بالی
یہ آخری نشانی بابا کی دی ہوئی ہے

برہان دین مولی ہر دم رہے سلامت
دربار ایزدی میں عرضی میری ہوئی ہے

شبیر کربلا میں شادی رچا رہے ہیں

شبیر کربلا میں شادی رچا رہے ہیں
اِبن حسن کو مولی دولہا بنا رہے ہیں

زینب سے بولے سرور اِک شان ہم نرالی
کرب و بلا میں بہنا سب کو دِکھا رہے ہیں

بیٹی کو میری لاؤ ، دولہن اُسے بناؤ
بھائی سے جو کیا تھا وعدہ نبھا رہے ہیں

عبد اللہ کو بلا کر دولہا اُسے بنا کر
بیٹی سے عَقَدُ پڑھکر سب کو سنا رہے ہیں

مہنگا ہے خوں سے پانی شربت کہاں میسّر
خونِ جگر کو پی کر تسکین پا رہے ہیں

دولہا دُلہن کو لائے خیمے میں سب براتی
دیکر دعائیں مولی آنسوں بہا رہے ہیں

غالب حیاء ہے دلہن کس طرح منہ سے بولے
دولہا ہے کشمکش میں نظریں جھکا رہے ہیں

"هَلْ مِنْ مُبَارِزْ" آئی آواز دشتِ رن سے
خوش ہو کے بولے دولہا لو ہم تو جا رہے ہیں

گھبرا گئی سکینہ رو رو کے بولی : صاحب
کچھ دیر کی دُلہن کو بیوہ بنا رہے ہیں

دُلہن سے بولے دولہا ہے وقت اِمتحاں کا
ہم جاں نثار کرنے عمّو پہ جا رہے ہیں

دلہن رہی تڑپتی رن کو سدھارا دولہا
دُلہن کو سب براتی دھارس بندھا رہے ہیں

بلقیس لکھ نہ آ گے دُلہن کی آہ و زاری
مجلس میں سننے والے آنسوں بہا رہے ہیں

ہو طول عمر یا رب برہان دین شہ کی
غم میں حسین کے جو روکر رُلا رہے ہیں

شہ نے رچائی شادی کرب و بلا کے بن میں

شہ نے رچائی شادی کرب و بلا کے بن میں
سرور کی شاہزادی دلہن بنی ہے رن میں

ابن حسن کی شادی ہے آج شہ کے گھر میں
منظورِ حق یہی ہے شادی بھی ہو سفر میں
وعدہ وفا کرینگے شبیر تپتے بن میں

دولہا کو تھی وصیت بھائی کے ساتھ جانا
مشکل کا وقت آئے مولی کے کام آنا
یہ فاطمہ کا جایا باقی ہے پنجتن میں

دولہا کو جب وصیت بابا کی یاد آئی
بازو کی اپنے چِٹھی شبیر کو دِکھائی
ایک ہوک سی اُٹھی پھر قلبِ شہِ زمن میں

بھائی کی جب وصیت دِکھلائی شاہ دیں کو
کہنے لگے شہ دیں تب زینبِ حزیں کو
شادی رچائینگے ہم اُجڑے ہوئے چمن میں

مہندی ہے اور نہ شربت کیسی ہوی یہ شادی
دلہن بنی ہے دیکھو بانو کی شاہزادی
آئے ہے سب براتی اِس غم کی انجمن

مشکل میں ہے عروسی صحرائے کربلا میں
ابنِ حسن کی شادی ہے سایائے قضا میں
کیا دھوم دھام ہوتی ہوتے اگر وطن میں

آئی صدائے ھل من دلہن کا ہاتھ چھوڑا
افسوس تا قیامت زوجہ کا ساتھ چھوڑا
ہونے شہید حق پر دولہا چلا ہے رن میں

دولہا نے کھائی برچھی چھلنی ہوا ہے سینہ
مہندی نہ سوکھ پائی بیوہ ہوئی سکینہ
شادی کا جوڑا ہائے بدلا گیا کفن میں

خوں میں نہا چکا ہے کچھ دیر کا یہ دولہا
گھوڑے سے گر رہا ہے کچھ دیر کا یہ دولہا
آقا کو پھر پکارا طاقت نہیں بدن میں

دولہا کی لاش پر جب میداں میں آئے سرور
لاشہ جوان کا ہے کیسے اُٹھائے سرور
ہر سمت خوں لگا ہے دولہا کے پیرہن میں

مولی برہان دیں نے جب یہ بیاں سنایا
مجلس میں مؤمنوں نے کہرام ہے مچایا
چھایا حسین کا غم برہانی انجمن میں

ہر دل کی ہے تمنا ہر دل کا مدّعا ہے

لب پر ندیم اپنے ہر دم یہی دعا ہے

مولی کی تا قیامت خوشبو رہے چمن میں

مراثی

شبیر نے تو رن میں عجب شاں دِکھائی ہے

شبیر نے تو رن میں عجب شاں دِکھائی ہے
بیٹی کو جنگ کے میداں میں دولہن بنائی ہے
گویا کے مہندی لال لہو سے لگائی ہے
اشکو سے پھول بدلے یہ جوڑی سجائی ہے
دولہا دولہن کا ساتھ ہے یا کہ جدائی ہے
اللہ کربلا میں تو شادی رچائی ہے

خیمے میں بیٹھے گفتگو میں دولہا اور دولہن
آئی ندا کے جنگ میں چلو اب اِبنِ حسن
دولہا چلا ہے رن میں شہادت کی ہے لگن
فرماتے ہے مِلینگے سکینہ حشر کے دن
جنگ میں سواری دولہا کی اِک شاں سی آئی ہے
اللہ کربلا میں تو شادی رچائی ہے

لال دولہن کا لال یہ دولہا ہے وار میں
لال بندھا ہے سہرا عجب سی بہار ہے
لال ہے پگڑی لال گلے میں تو ہار ہے
لال ہے چہرا لال منوّر رُخسار ہے
لال قبا تو گویا کفن سی سجائی ہے
اللہ کربلا میں تو شادی رچائی ہے

جنت کی بشرا دولہا کو دینے لگے حسین
آخر سلام دولہا پہ پڑھنے لگے حسین
دولہا کا سینہ چومکے رونے لگے حسین
بچھڑی سکینہ دولہا سے کہنے لگے حسین
بے چین دل کے غم سے شہِ کربلائی ہے
اللہ کربلا میں تو شادی رچائی ہے

تیر و تبر کی شہنائیاں بج رہی ہے یہاں
خوشیوں میں غم کی دھوم مچی ہے مکاں مکاں
ہے مضطرب زمین لرزتا ہے آسماں
دولہا دولہن تو ظلم وستم کے ہے درمیاں
شربت کے بدلے جامِ شہادت پلائی ہے
اللہ کربلا میں تو شادی رچائی ہے

اب جاگ اُٹھا میداں میں دولہا پہ وار ہے
دولہا کو مارو دولہا کو مارو پکار ہے
کیا حُسن ہے یہ دولہا کا ، یہ شنادار ہے
کیا دبدبا ہے دولہا کا کیا بس وقار ہے
حوریں یہ دولہا کی تو بَلا لینے آئی ہے
اللہ کربلا میں تو شادی رچائی ہے

تشنہ دہن یہ دولہا پہ آفت اُتر پڑی
دولہن کی یاد دل میں بسی رہتی ہر گھڑی
کربل کی شادی کی ہر ذکر تو ہے دُکھ بھری
قتل ہوا ہے دولہا زمیں میں ہے تھرتھری
دولہا کی لاش شہ نے سمبھل کر اُٹھائی ہے
اللہ کربلا میں تو شادی رچائی ہے

داعی حسین کے ہے محمد برہان دیں
ذکرِ حسین باقی ہے یہ شہ بالیقیں
اہلِ ولا کے خاطر یہ جنت کے ہے ضمیں
باقی رہے مدام یہ طاہر کے جانشیں
شیریں نے اِنکے قدموں میں گردن جھکائی ہے
اللہ کربلا میں تو شادی رچائی ہے

مرثیہ

کیا خوب ہے جہان میں توقیرِ کربلاء
ہے ضوفِشاں زمانے میں تنویرِ کربلاء
پھر کھینچیئے دِماغ میں تصویرِ کربلاء
کہ اب سنورنے والي ہے تقدیرِ کربلاء

شبیر شان ایک نِرالي دِکھائینگے
اب کربلاء کے دشت میں شادي رچائینگے

دولہا ہے کون ابنِ قتلِ سمِ دغا
دلہن ہے کون بنتِ شہیدِ رہِ وفاء
پھر آعلیٰ نسبتي کا بھلا ہووے ذکر کیا
اِک فخرِ مرتضیٰ ہے تو اِک رشکِ فاطمۃ

لیکن ہے حال بیتِ رِسالۃ مآب کا
پینے کو گھونٹ بھي نہ میسّر ہے آب کا

کچھ دیر پہلے اِبنِ حسن تھے بہت حزیں
آئے تھے عزمِ جنگ لیئے شاہ کے قریں
جب شاہِ دیں سے اِذن وغا کا مِلا نہیں
تو دِل ملول ہو کے کھڑے رِہ گئے وہیں

کہتے تھے حال دِل کا بھلا میں کہوں کِسے
اِس بے کسي میں اپنا سہارا کروں کِسے

عبداللہ کو خیال یہ اِک آیا ناگہاں
تعویذ ایک بابا نے میرے دِیا تھا ہاں
فرمایا تھا کہ وقت کٹھن آئے درمیاں
کرنا وہي جو اِس میں لِکھا ہوا ہے میري جاں

تو اِس گھڑي سے وقت کٹھن ہوگا کوئي اور
پاؤں رزاء میں جنگ کي غمّوں سے کوئي طور

اِبنِ حسن نے کھول کے تعویذ جب پڑھا
گُل رنگ چہرہ ہوگیا پڑھ کے جو تھا لِکھا
آنکھوں سے چومتے ہوئے تحریر بارہا
پوتا علي کا جانبِ شبیر پھر بڑھا

تعویذ میں لِکھا تھا کہ اے میرے گُلعذار
بھائي پہ میرے جان کو کر دیجیو نِثار

پہنچے قریب شاہ کے پھر دِلبرِ حسن
پیشِ نظر کِیا اُنہیں تعویذ وہ کُہن
دیکھا حسین نے جو خطِ شاہِ سبزِ تن
دِل میں الم سِوا ہوا بھر آئے دو نین

خط دیکھ کر حسن کے یہ بولے شہِ انام
بھائي کي میرے ایک وصیت ہے ناتمام

ابنِ حسن کو لاتے ہیں خیمے تب حسین
کرتے ہیں پھر حرم کو وہاں پر طلب حسین
کہتے ہیں اب دِکھائینگے شانِ عجب حسین
صحنِ الم میں لائینگے فصلِ طرب حسین

وعدہ کِیا تھا بھائیؑ سے اُسکو نِبھائینگے
عبداللہ سے سکینہ کي شادي کرائینگے

آخر بنِ حسن کا ہوا عقدِ با وقار
دلہا دلہن نے کِیا خیمہ اِختیار
ایک دوسرے کو دیکھ کے ہوتے تھے بے قرار
کیا ذکرِالتفات ہو جب دِل ہو سوگوار

دلہا کو گھونٹ ایک بھي شربت مِلا نہیں
دلہن کے ہاتھ میں کوئي رنگِ حِنا نہیں

دولہا دلہن تھے خیمے میں مصروفِ گفتگو
"ھل مِن مُبارِز" کی صدا دیتے تھے عدو
دلہن کو چھوڑ جانے لگے عبداللہ نیک خوں
کرنے کو بس تمام شہادت کی آرزو

پُوچھا دُلہن نے اب کے کہاں بات ہووےگی
فرمایا حشر ہی میں مُلاقات ہووےگی

نکلے وہ زیبِ تن کیئے دولہا کا پھر لِباس
خیمے میں نوبیاہی دُلہن چھوڑکر اُداس
دولہا کو شاہِ دیں نے بُلایا پھر اپنے پاس
فرمایا تم بھی توڑکے جانے لگے ہو آس

ٹھہرو کہ دیکھ لوں ذرا حُسنِ حسن تو میں
پوشاک کو تمہاری بنادوں کفن تو میں

آخر قریب فوج کے پہنچے جو شہسوار
دولہا بھي رن میں آیا ہے بولے یہ نابکار
کہنے لگے کہ کیجیو دولہا پہ مِل کے وار
تلوار مارو شانوں پہ برچھي جِگر کے پار

تیرو سِناں جو سینکڑو تن سے گذر گئے
عبداللہ اِس جہانِ محن سے گذر گئے

جس دم دلہن نے لاشہءِدولہے پہ کي نظر
غش کھاکے گِر پڑي وہیں پھٹنے لگا جِگر
کیا حال لکھے سب کا عزادار نوحہ گر
روتے تھے اہلِ بیت سکینہ کو دیکھ کر

صدقے میں سیفِ دیں کے عزادار کر دُعاء
ارمان پُورے بیاہ کے سب کے کرے خدا

ماتمی نوحہ

بھولینگے نہ ہم کربل میں وہ چند پہر کی شادی

بھولینگے نہ ہم کربل میں، وہ چند پہر کی شادی
رُلواتی ہے خوں کے اُنسوں ،شبیر کے گھر کی شادی

عبدُاللہ دُلہا بنا تھا ، اَور سَر پہ کَفَن پہنا تھا
کِس طرح ہُوئی شَبَّر کے ، وہ لختِ جِگر کی شادی

کُچھ پل ہی رہی وہ بیاہی ، اَفسوس بنی وہ بیوہ
یہ کیسے ہوُئی کربل میں ، شہ کی دُختر کی شادی

ہاتھوں میں لگی نہ مہندی ، مغمُوم ہے سَب باراتی
شربۃ ہو مَیَسَّر کیسے ، ہے پیاسے گھر کی شادی

دے کون مُبارک بادی ، گھر کا گھر ہے فریادی
دُکھیا دُلہن کے ہمراہ ، دُلہا مُضطر کی شادی

تعویذ پِدر کا لیکر ، خیمہِ میں جو آیا دُلہا
سَروَر نے کہا اَب طے ہے ، اِبنِ شَبَّر کی شادی

شَبَّر نے وصیۃ کی تھی ، شبیر سے بھائی کرنا
اَپنی دُختر کے ہمراہ ، تُم میرے پِسر کی شادی

مِحشر میں مِلینگے وَاعدہ ، یوں کر کے سِدھارا دُلہا
قِسمت میں لکِھي تھي سکینہ ، کُچھ لَمہے بھر کي شادي

اِک شور ہُوا مقتل میں ، دُلہے کو مارو مارو
ماتم میں بدل جائیگي ، سرور کے گھر کي شادي

سینہِ میں لگي ہے برچھي ، زینب کي قِسمت پھوٹي
ارماں تھا پھُپھي کو اِک دِن ،کرتي اکبر کي شادي

شبیر کے غَم کي مجلِس ، میں اُئي ہے زَہراء کَہنے
ہو تُمکو مُبارک اپنے ، بیٹے دُختر کي شادي

جب کوئ بیٹے بیتي ، کے سَر پہ سجیگا سِہرا
یاد ائیگي بیوہ دُلہن ، دُلہا بے سَر کي شادي

داعيءِ حسیني مولی ، تا حشر ہو باقي یارب
یہ شاد رہے تو منائے ، ہم شام و سحر کي شادي

شبیر کے غم کے سِوی نہ ، یارب کوئ غم نہ دِکھانا
شاکِر یہ دُعاءِ داعي ، سے ہے گھر گھر کي شادي

نوحہ

شبیر کے گھر میں شادي ہے اور قطرہ نہیں ہے پاني کا
پیاسے ہیں دلہن اور دولہا بھي کیا حال ہے تشنہ دہاني کا

عبداللہ رزا لینے آئے شبیر نے فرمایا رو کر
کِس طرح رزا دیں بیٹا تمہیں تم بھائيَ حسن کے ہو دِلبر
صدمہ نہ اُٹھیگا ہم سے ابھي شبر کي جوان نِشاني کا

عبداللہ کو یاد آیا اُسکو اِک رُقعہ دِیا تھا بابا نے
فرمایا تھا اُسکو کھولنا تم بیٹا جو کوئيَ مشکِل آئے
اب وقت کٹھن بڑھ کر ہوگا کیا اور کوئيَ طغیاني کا

خط دیکھے حسن کے سرور نے یاد آگیا چِہرہ بھائيَ کا
آنکھوں سے گرے آنسو اُس دم یاد آگیا لمحہ جُدائيَ کا
دِل تھام لِیا ہے سرور نے عالم ہے عجب ویراني کا

زینب کو بُلا کے شہ نے کہا ہم شان نرالي دِکھا ئینگے
اِس رنج و بلاء کے عالم میں بیٹي کي شادي رچا ئینگے
حیراں تھے حرم یہ سُن کر بیاں اِس شاہ زمن سُلطاني کا

باتیں تھي خوشي کي دولہا اور دلہن تھے مسرّۃ میں بیٹھے
آعداء نے صدا دي خیموں میں باقي ہو کوئي لڑنے آئے
تو چھوڑ کے دولہا ہاتھ چلا شبیر کي دخترِ جاني کا

فرمایا دلہن نے اے دولہا اب ہو گا مِلن کس دن اپنا
دولہانے کہا جاتے ہیں ابھي محشر میں ہي ہو گا اب مِلنا
سر اپنا فِداء کرنا ہیں ہمیں یہ وقت ہے اب قرباني کا

سرور نے کہا جاتے ہو کہاں اے دولہا ذرا ٹھیرو بیٹا
پھر کفن بنا کے دولہا کے کپڑوں کو کہا جاؤ بیٹا
پوچھے کوئي عالم وقتِ وداع شبیر کي اشک بیاني کا

اِک شور ہوا دولہا آیا اِس دولہے کو مارو آعداء میں
مارا ہے کسي نے تیر اُسکو اور نیزہ لگایا سینے میں
سِہ روز کے پیاسے پر حملہ انداز ہے کیا مہماني کا

مظلوم وہ دولہا دلہن کا یارب یہ وسیلہ لیتے ہیں
برہانِ ہدیٰ کي حرمت سے سُن لے تُو ہماري اُمیدیں
دم سے اے جمالؔي اِنکے ہي ہوتا ہے حصول اماني کا

کرب و بلا کی کرب میں شادی ہے مؤمنوں

کرب و بلا کی کرب میں شادی ہے مؤمنوں
شربت ہے اور نہ ہاتھوں پہ مہندی ہے مؤمنوں

مہمان بن کے خلد سے جبریل آئے ہیں
آنکھوں میں آنسوں خون کے تحفہ میں لائے ہیں
پُر حول غم سے کرب کی وادی ہے مؤمنوں

اِبنِ حسن کو شاہِ دیں دولہا بنائینگے
پہنے لباس حزن کا شادی رچائینگے
کیسی خوشی یہ کرب میں آئی ہے مؤمنوں

بانو کو جسکے سہرے کی دل میں تھی آرزو
دیکھا حسین نے وہی چہرہ لہو لہو
برچھی اُسی کے سینے میں بیٹھی ہے مؤمنوں

دولہن بنی ہوئی ہے جو بیٹی حسین کی
پہنے گی تھوڑی دیر میں پوشاک بیوہ کی
شادی نہ ایسی آج تک دیکھی ہے مؤمنوں

پھولوں کے بدلے خون کا سہرا نہ بھولینگے
تیروں سے چور چور وہ نوشہ نہ بھولینگے
میدانِ کربلا میں جو زخمی ہے مؤمنوں

سنتے ہی عرش رو دِیا مظلوم کی بکی
خاموش ایک بیوہء معصوم کی بکی
دنیا میری اجڑ گئی کہتی ہے مؤمنوں

اِس طرح سے جدا کوئی لختِ جگر نہ ہو
برباد یا خدا کوئی آباد گھر نہ ہو
شبیر ہے یہ ہمکو دعا دی ہے مؤمنوں

مارے طمانچے شمر نے دولہن کے گال پر
لاشہ تڑپ تڑپ گیا نوشہ کا اُس پہر
کیسی گھٹا یہ ظلم کی چھائی ہے مؤمنوں

برہان دیں کے ساتھ میں آہ و بکی کروں

اکبر کے میں مزار پہ یہ مرثیہ پڑھوں

صبح و مسا دعا یہ فخر کی ہے مؤمنوں

ہائے رے دولہا رن میں جھوجھا

ہائے رے دولہا رن میں جھوجھا   لال دولہن کا دولہا لال
سہرا کنگنا کھلنے نہ پایا   سر سے نہ مقنع کھولا لال

دولہے کے ہاتھو میں مہندی کی لالی   جس کے انگ سے بو نہ گئی
لال ہے گھوڑا لال ہے جوڑا   لال ہے رومال دوشالا لال

دولہے کے سر پر پگڑی کا چھیرا   سنہری زری کا چمکتاری
لال ہی ٹوپی لال ہی پھیٹا   پگڑی کے کور گلالہ لال

دولہے کے انگ میں شادی کے کپڑے   ٹھاٹھ سے پہن کے گھوڑے سوار
فوجِ عدو میں ھنستا ہے جاتا   دولہے کا یارو خدا رکھوال

دولہے کے گھر میں سارے براتی   رو رو کے کہتے ہیں ہائے نبی
ایسے بنے گا کوئی بھی دولہا   رن کو چلا متوالا لال

دولہے کے اوپر چاروں طرف سے   تیر و تبر کی مار چلے
لال ہی کھانڈا لال ہی تیغا   لال ہے برچھی بھالا لال

پیاس سے دولہا ہو گیا لاچار   پکارا عمّو پانی پلاؤ
تھوڑا سا پانی ابھی ملے تو   بھرتا ہوں خون کا تھالا لال

یہ بات کہتے کہتے ہی دولہا   گھوڑے کے اوپر غش ہو گیا
جھکتے جھومتے گر پڑا نیچے   عبداللہ بنا متوالا لال

گھوڑے سے گرتے گرتے پکارا   اے چچا جان اے شاہ اُمم
پیارے بھتیجے کی آ کر خبر لو   خلد بریں کو چلا ہے لال

ہائے رے دولہا پیاسا سدھارا   لاش پہ شہ روتے ہوئے آئے
رن سے اُٹھا کر گھر میں لائے   لاشہ لہو میں رنگ لیا لال

عون و محمد عم

ماتمی نوحہ

کہتی تھی زینب کیوں نہ پکاروں

کہتی تھی زینب کیوں نہ پکاروں — اے میرے دلبر عون و محمد
آؤ میں بھائی پہ صدقے اُتاروں — اے میرے دلبر عون و محمد

لاؤں میں دُلہن دولہا بناؤں — ہاتھوں کو شوق سے مہندی لگاؤں
دل میں ہے پریشاں بال سنواروں — اے میرے دلبر عون و محمد

پیاسے ہو پی لو جامِ شہادت — پاؤگے جامِ کوثر و جنت
پیشِ خدا داماں پساروں — اے میرے دلبر عون و محمد

دنیا سے وارث و والی سدھارے — قاسم و اکبر بھی گئے مارے
کیوں نہ گریباں اپنا میں پھاڑوں — اے میرے دلبر عون و محمد

آ گے تو آؤ منہ تو دِکھاؤ آواز پیاری پیاروں سناؤ
صدقے میں جاؤں جان نثاوں اے میرے دلبر عون و محمد

آ گے کھے اخلاص بھی کیا اب کوٹ کے چھاتی کھتی تھی زینب
آہ کے نعرے کیوں نہ میں ماروں اے میرے دلبر عون و محمد

مولانا عباسؒ

سلام

ذبح ہونے کو ہیں سر شاہ کا آؤ عباس

ذبح ہونے کو ہیں سر شاہ کا آؤ عباس
گھر محمد کا اُجڑنے سے بچاؤ عباس

سوکھے ہونٹو پہ صدا ہے یہیں بس بچّوں کے
نہر سے لا کے ہمیں پانی پلاؤ عباس

بازو کٹ جائے تو لے لیجیؤ مشکی منہ میں
آس پیاسوں کی ہے مشکی کو بچاؤ عباس

داغ بیٹے کا ضعیفی میں بڑا صدمہ ہیں
لاش اکبر کی تمہیں آ کے اُٹھاؤ عباس

باپ کس طرح سے کھودیگا لحد اصغر کی
تم تو بازو ہو زرا ہاتھ بٹاؤ عباس

عرش کا تارا کہیں خاک پہ گِر نہ جائے
اپنی آنکھوں کا تمہیں فرش بِچھاؤ عباس

بھائی کے حلق پہ ظالم کی چھری چلتی ہیں
اب مدد کے لیئے حیدر کو بلاؤ عباس

سرِ بازار پھرائینگے بہن زینب کو
سر کھلے جاتی ہے چادر تو اُڑھاؤ عباس

سب کو ملِتا ہیں مصیبت میں سہارا تم سے
نیاّ شاکر کی تمہیں پار لگاؤ عباس

مشک و علم اُداس ہے دریا اُداس ہے

مشک و علم اُداس ہے دریا اُداس ہے
عباس تیرے غم میں زمانہ اُداس ہے

اِک بیکسی سی گھر میں برستی ہے رات دن
بن اہلِ بیت سارا مدینہ اُداس ہے

یہ انتہائے صبر و تحمل کا ہے اثر
اب تک غمِ حسین میں دنیا اُداس ہے

افسوس فاطمہ کا یوں گلشن اُجڑ گیا
اب تک اُسی کی یاد میں صحرا اُداس ہے

اب تک پلٹ نہ آئے کیوں دریا سے لوٹ کر
خیمے کے در پہ پیاسی سکینہ اُداس ہے

آواز یا حسین کی آتی ہے آج تک
شاید کے خلد میں کوئی دُکھیا اُداس ہے

رو رو کے ماں یہ کہتی تھی اصغر کی قبر پر
تیرے بغیر ننھا سا جھولا اُداس ہے

بے جرم میرے لال کو پیاسا کیا شہید
جنت میں روحِ فاطمہ زہرا اُداس ہے

سایا نہ دے سکا شہ بے کس کی لاش پر
عباس کے علم کا پھریرا اُداس ہے

کربل مجھے بلائینگے عباسِ نامدار
مدّت سے میرے دل کی تمنا اُداس ہے

نشانِ فوجِ پیمبر سجایا جاتا ہے

نشانِ فوجِ پیمبر سجایا جاتا ہے
شبابِ شیرِ خدا یاد آیا جاتا ہے

علی کا لال عَلَم لے چکا برادر سے
سکینہ بی بی کا سقا بنایا جاتا ہے

عَلَم میں مشک بندھی سب کی بندھ گئی امید
کے اب پیاسوں کو پانی پلایا جاتا ہے

خدا کرے کہ یہ خیمے میں کامیاب آئے
بڑی امید سے پردہ اُٹھایا جاتا ہے

جو تیر مشک پہ آیا وہ لے لیا دل پر
وفا کی راہ میں یوں زخم کھایا جاتا ہے

جسے لہو سے بھی اپنے عزیز سمجھا تھا
لگا کے تیر وہ پانی بہایا جاتا ہے

ماتمی نوحہ

آیا ہیں علم اور علمدار نہ آیا

آیا ہیں علم اور علمدار نہ آیا
اسلام کے پرچم کا نگہبان نہ آیا

اکبر لیئے ہاتھو میں چلے آتے ہیں پرچم
چلنے میں ہوئی جاتی ہیں سرور کی کمر خم
خیمے میں ہوا شور کے جرّار نہ آیا

اے لوگو سکینہ کو غش آیا ہیں سنبھالو
مر جائیگی یہ پیاس سے عمو کو بلا لو
کیا ہوگا جو پیاسوں کا مددگار نہ آیا

پانی کے لیئے خون بہا ابنِ علی کا
پیاسا ہی رہا قافلہ وہ شاہ مدنی کا
دریا سے شہادت کا خریدار نہ آیا

ہر سمت سے بوچھار ہوئی تیرو کی یکساں
ناگاہ لگا آنکھ پہ اک ظلم کا پیکاں
پھر ہوش میں وہ جعفرِ طیّار نہ آیا

شہ نے کہا اکبر سے جواں بھائی سدھارا
لو آؤ گِربان کرو چاک ہمارا
یاور میرا مونس میرا غم خوار نہ آیا

روکے سے نہ روکا گیا شبیر کا ماتم
اونچا ہے ندیم آج بھی عباس کا پرچم
دھوکے میں کوئی حق کا طلبگار نہ آیا

بازو کٹے تھے لیکن اِک حوصلہ باقی تھا

بازو کٹے تھے لیکن اِک حوصلہ باقی تھا
عباس کا دم نکلا جب چھد گیا مشکیزہ

صبر و رضا کا پیکر عباس ابنِ حیدر
ہے مرتضیٰ کا جانی اور شان مثلِ جعفر
جانِ پیمبر فاطمہ کی آنکھ کا تارا

پانی بھی تھا نظروں میں امید تھی آنکھوں میں
شبیر کے بچّوں کی تھی فکر بس راہوں میں
پیاسا ہی پلٹا نہر سے سہ روز کا پیاسا

جب کٹ گئے دو بازوں آنکھوں میں آئے آنسوں
منہ میں لیا مشکیزہ دل پر کیا پھر قابو
رہوار سے بولے کہ اب جلدی مجھے پہنچا

آئی قضاء باری جب بہہ گیا سب پانی
رن میں گرا گھوڑے سے شبیر کا وہ جانی
لاچار تھا بے یار تھا سقا غریبوں کا

فرمایا شاہِ دیں نے بھائی بھی ہم سے بچھڑے
ہے بے بسی کا عالم دل پہ ہے کتنے صدمے
عباس تیری موت نے توڑی کمر بھیا

بولی سکینہ شہ سے عباس کیوں نہ آئے
جو بھی گئے مقتل میں پھر کر نہیں وہ آئے
کیا وہ بھی نہ میدان سے پلٹینگے اے مولی

اے فاطمہ کے دلبر ہے واسطہء حیدر
مجھدھار میں ہے نیّا تم ہی بچالو آ کر
غم سے کرو آزاد اے شبیر کے شیدا

عبدِ جمالی کمتر لے آنسوؤں کے گوہر
برہان دیں کا لے کے آیا وسیلہ دَر پر
اے مرتضی کے لال ہو مقبول یہ ھدیۃ

پانی تو پلانے تجھے جائیگا سکینہ

پانی تو پلانے تجھے جائیگا سکینہ
عباس نہ اب لوٹ کے آئیگا سکینہ

بھائی سے وداع ہو کے یوں فرماتے تھے مولی
اب کون میرے گھر کو بچائیگا سکینہ

ہم اِذنِ وغی دیتے ہیں معلوم ہے ہمکو
بھائی کا بچھڑنا تو رُلائیگا سکینہ

دو ہاتھ قلم ہونگے تو پرواہ نہ کریگا
وہ منہ میں تیری مشک سنبھالیگا سکینہ

جب تیروں کی بوچھار میں غازی میرا ہوگا
تب مشک و علم کیسے بچائیگا سکینہ

صقرا کی مثل پہچیگا جب لاشِ اخی پر
شبیر جگر کیسے سنبھالیگا سکینہ

عباس نہ ہونگے تیرا بابا بھی نہ ہوگا
جب شمر طمانچے تجھے ماریگا سکینہ

اللہ محافظ تیرا اب تجھکو ستمگر
سر کاٹ کے بابا کا دِکھائیگا سکینہ

سینے پہ میرے سوتی تھی سوئیگی کہاں جب
ظالم میرے خیمے کو جلائیگا سکینہ

شبیر شفاعت کے لیئے آئیگا اُس کی
عباس کی مجلس جو رچائیگا سکینہ

شاکر کو یقیں ہے تیری مشکی کے وسیلہ
مانگوں گا جو عباس دلائیگا سکینہ

دریا پہ ہے کہرام علمدار مر گیا

دریا پہ ہے کہرام علمدار مر گیا
عباس ابن حیدر کرّار مر گیا

جو تھا علی کا شیر اور حمزہ کا جانشیں
وہ کربلا کا جعفر الطیار مر گیا

جن بازؤں پہ ناز تھا تجھکو اے مرتضی
وہ ہاتھ دونوں کٹ گئے دلدار مر گیا

پیوست ہو کے مشک میں اک تیر رہ گیا
پانی گرا نہر پر اور لاچار مر گیا

بے یاس خیمے کی طرف دیکھا اور دی ندا
آقا مدد کو آؤ وفادار مر گیا

صقرہ کی طرح دوڑ کر شبیر آ گئے
بولے کمر وہ تھام کر غم خوار مر گیا

اک شور اُٹھا فوج میں سرور کو لوٹ لو
اب خوف کس کا ہے سپہ سالار مر گیا
کاندھے پہ باپ لاتا ہے اکبر کی لاش کو
آئے مدد کو کون مددگار مر گیا

اصغر کی قبر اشک سے تر کر دی شاہ نے
پانی کہاں ملیگا اب جرّار مر گیا

بس دیکھتی ہی رہ گئی زینب لبِ فرات
سجدے میں آہ سیدِ ابرار مر گیا

اُن ہاتھوں کی قوّت عطا برہان دیں کو ہو
شانے کٹا کے جو علمبردار مر گیا

وہ ہاتھ ہی حسامی تجھے بخشوائینگے
کٹوا کے جو فرات پہ جرّار مر گیا

دریا پہ اُٹھا شور علمدار علمدار

دریا پہ اُٹھا شور علمدار علمدار
اے کربلا کے جعفر و طیّار علمدار
عباس عباس عباس علمدار

عباس تو ہے مذہبِ وفاں کا پیمبر
عاشور کو تھا کشتیء اِسلام کا لنگر
اِس طرح لڑے دشت ہے یاد آ گے حیدر
اب تک ہے زمانے میں وہ جھنکار علمدار

معصوم بھتیجی کا وہ مظلوم بہشتی
کہنے لگا پانی بھی ہے مظلوم بہشتی
جب مشک چھیدی نہر پہ تھی دھوم بہشتی
ایسا نہ کوئی ہوگا وفادار علمدار

اے حضرتِ عباس اے سقاءِ سکینہ
اُمّ البنیٰ کا چاند تو حاشم کا نگینہ
روتے ہے تیری لاش پہ سلطانِ مدینہ
مظلوم برادر کے مددگار علمدار

کیا خوب محبت میں محبت کی کشِش تھی
غازی کو پسند آئی تھی بھائی کی غلامی
ایک جان بچی تھی وہ بھی شبیر کو دے دی
اِک گل تھا مگر لگتا تھا گلزار علمدار

یہ پرچمِ اِسلام تو تقدیر ہے تیری
مجلس کے چراغو میں بھی تنویر ہے تیری
دریاء فرات آج تو جاگیر ہے تیری
حق والوں کی عزّت کا تو حقدار علمدار

دریا کی ترائی پہ گرے ہاتھ کے ٹکڑے
اُس وقت ہی ٹوٹے تھے فلک سے دو ستارے
بھائی کی کمر جھک گئی عباس کے مارے
اب ٹوٹ گیا صبر کا مینار علمدار

لائے حسین خیمے میں ہر ایک لاشہ
کیا بات تھی عباس کو دریا پہ ہی چھوڑا
شرمندہ نہ ہو جائے جری اُسکا تھا صدمہ
خُدّار شہِ دین کے خُدّار علمدار

دُنیا میں غضنفر کا علم اُنچا رہیگا
پرچم یہ علمدار کا تو اُنچا رہیگا
دُنیا کو ہمیشہ کے لیئے کہتا رہیگا
محشر تلک حسین کی للکار علمدار

ہر کام کے ہمراہ تیرا نام ہے باقی
جس طرح ہر ایک صبح کی ہر شام ہے باقی
عباس تیرے نام سے اِسلام ہے باقی
ایمان کی دھڑکن کا طلبگار علمدار

جو مانگنا ہے مؤمنو عباس سے مانگو
مِنّت کی سواری لیئے دربار میں پہنچو
پوری اگر ہونی ہے تو آؤ اے مرادو
مظلوم وسیلے کی ہے سرکار علمدار

اب کرب و بلا جانا ہے عباس بلاؤ
تقدیر کے مارو کو ذرا راہ دِکھاؤ
دو گز زمین خاکِ شفاء میں تو ملا دو
کر دیجیئے شمشیر کو سرشار علمدار

دریا پہ شور ہے کہ علمدار مر گیا

دریا پہ شور ہے کہ علمدار مر گیا
ٹوٹی کمر حسین کی غم خوار مر گیا

تھی جس سے فوجِ شام پریشان ہائے ہائے
بازوں کٹا کے ریتی پہ جرّار مر گیا

صدقے ہوا حسین پہ عباس با وفا
لڑ بھڑ کے مثلِ جعفرِ طیار مر گیا

پرسا دو شیعوں بھائی کا بے کس حسین کو
عباس ابنِ حیدر کرّار مر گیا

کہتی تھی فوجِ شام یہ خوش ہو کے نہر پر
اب کیا لڑینگے شہ کا مددگار مر گیا

اِک شور ہے کہ لوٹ لو بے کس حسین کو
اب کِس کا ڈر ہے فوج کا سردار مر گیا

طاقت کمر کی ہو گئی زائل حسین کی
جب ایڑیاں رگڑ کے علمدار مر گیا

سر پیٹوں اے مجبو کہ پانی کے واسطے
عباس سا غیور و وفادار مر گیا

ماتمی نوحہ

دو لاکھ کے نرغیں میں محمد کا نِشاں ہیں

ہم درد کہاں کوئی ہر اِک دشمنِ جاں ہیں

اب موت ہی حیدر کے دُلارے کی اماں ہیں

مقتل کی فضاوں میں یہ زہرا کی فغاں ہیں

شبیر ہے تنہا میرا عباس کہاں ہیں

شبیر کی تنہائی پہ ھنستے ہیں ستمگر

اب کوئی سہارا نہیں قاسم ہے نہ اکبر

سنبھالا نہیں جاتا میرے بچّے سے پرسپر

پیاسے کی نگاہوں میں ہر اِک سمت دُھواں ہیں

شبیر ہے تنہا میرا عباس کہاں ہیں

بڑھتے ہیں لعیں ہاتھوں میں تیغوں کو سنبھالے

پتھر ہے برستے ہوئے چلتے ہوئے بھالے

مظلوم کا اب کوئی نہیں ہے جو بچا لے

جس سمت نظر اُٹھتی ہے خنجر ہے سناں ہیں

شبیر ہے تنہا میرا عباس کہاں ہیں

نرغیں میں ستمگاروں کے غش ہے میرا دلبر

خنجر لیئے آتا ہے اِدھر شمرِ ستمگر

رن میں نکل آئی ہے اُدھر زینبِ مضطر

خیموں میں نبی زادِیوں کی آہ و فغاں ہیں

شبیر ہے تنہا میرا عباس کہاں ہیں

اندازِ تصوّر میں جگہ پا گیا کسکا
یہ درد میرے لال کو تڑپا گیا کسکا
خنجر کے تلے بھی یہ خیال آ گیا کسکا
مظلوم سوئے نہر بہ حسرت نگراں ہیں
شبیر ہے تنہا میرا عباس کہاں ہیں

شعلے ہیں بھڑکتے ہوئے ہر سمت دھواں ہیں
زینب یہ مصیبت ہے قیامت کا سما ہیں
کہتی ہے محافظ میرے پردے کا کہاں ہیں
ہم غیرتِ حیدر میری چادر تو بچا لے
عباس اٹھو آگ لگی جلتے ہیں خیمے

پھر غیظِ یداللہ زمانے کو دِکھاؤ

فریاد یہ حسین کی ہے امداد کو آؤ

گوہر نہ چھنے آکے بھتیجی کو بچاؤ

دامن سے سکینہ کے ہیں لپٹے ہوئے شعلے

عباس اٹھو آگ لگی جلتے ہیں خیمے

تم آؤ تو پھر ظلم کی طاقت نہ رہے گی

تم آؤ تو زینب کی رِدا چھن نہ سکے گی

تم آؤ تو بیمار کی مسند نہ جلے گی

تم آؤ تو بیمار پہ برسینگے نہ کوڑے

عباس اٹھو آگ لگی جلتے ہیں خیمے

برچھی کی انی پر ہے ابھی تک دلِ اکبر

اور باپ کی آغوش میں کُملا گئے اصغر

شبیر کی گردن پہ چلا شمر کا خنجر

اب عابدِ بیمار بھی شعلوں میں ِگھرا ہیں

عباس اٹھو آگ لگی جلتے ہیں خیمے

ماتمی نوحہ

روتے ہیں غمخوار عباس علمدار
کہتے ہیں ہر بار عباس علمدار

کہتی تھی روکے بالی سکینہ
پیاسی ہے آلِ شاہِ مدینہ
پانی میسّر کیجئے پینا

آپ ہو جرّار عباس علمدار

شان وفاء کی تم نے دکھائی
قبضے میں جب تھی ساری ترائی
تُم نے مگر نہ پیاس نہ بجھائی

واہ رے ایثار عباس علمدار

نکلے نہر سے پانی پِلانے
گُرز جو مارے فوجِ جفاء نے
بازوئے شہ کے کٹ گئے شانے

ایسے ہوئے وار عباس علمدار

ایک لعیں نے تیر چلایا
مشک کو چھیدا پانی گِرایا
خیمے میں پانی پہنچ نہ پایا

ہو گیٔے لاچار عباس علمدار

دشت میں آکے شہ نے پُکارا
بولو کہاں ہو بھائی خدارا
چھوڑ نہ جاؤ ساتھ ہمارا

میرے وفادار عباس علمدار

شور اُٹھا یہ فوجِ شقی کا
مر گیا بھائی سبطِ نبی کا
ہم کو نہیں اب خوف کِسی کا

خوش ہیں جفاء کا عباس علمدار

پہنچے جو نزدیک دیکھا یہ منظر
شانے کہیں ہیں جسم کہیں پر
تھام کمر کو رہ گئے سرور

کیسا ہے آزار عباس علمدار

آنکھوں میں آنسو شاہ کي آئے
لاشے بِرادر کیسے اُٹھائے
کِس کو پُکارے کِس کو بُلائے

کون مددگار عباس علمدار

جا رہي نہر کي وہ رواني
بڑھتي رہي اور تشنہ دہاني
آئے نہ عباس آیا نہ پاني

غازي و جرّار عباس علمدار

بعد تمہارے ہائے اے عباس
اہلِ حرم کي ٹوٹ گئي آس
باقي رہا نہ پياس کا احساس

سب ہيں دِل افگار عباس علمدار

آلِ نبي پر کيسي جفائيں
سُنتا نہيں تھا کوئي صدائيں
چھين لي سر سے اِن کي رِدائيں

گھيرے ہيں اغسار عباس علمدار

اے ميرے مولی پياسوں کا يہ غم
شام و سحر ہو ، ہو نہ کبھي کم
کرتا رہے بس کہہ کے يہ ماتم

تيرا عزآدار عباس علمدار

سرور کو مقتل میں اعدا نے گھیرا ہے

سرور کو مقتل میں اعدا نے گھیرا ہے
عباس آجاؤ بھائی اکیلا ہے

اہلِ حرم کو بلوا کے سب سے — وقتِ وداع سرور نے کہا یہ
بس یہ سلام آخر اپنا ہے — عباس آجاؤ بھائی اکیلا ہے

جبریل آئے املاک لائے — شہ نے کہا کی جو بھی ہو رائے
کیا امر میرے خالق کا ہے — عباس آجاؤ بھائی اکیلا ہے

وقتِ شہادت رب کی رضا تھی — تلوار رکھ دی گردن جھکا دی
آئی یہ عصر عاشورا ہے — عباس آجاؤ بھائی اکیلا ہے

آلِ عبا کے گھر کا اُجالا عرشِ نبی کا روشن ستارا
فرش پہ گھوڑے سے اُترا ہے عباس آجاؤ بھائی اکیلا ہے

تیر کسی نے نیزہ لگایا پتھر کسی نے سر پر ہے مارا
تنہا ہزاروں میں پیاسا ہے عباس آجاؤ بھائی اکیلا ہے

جسمِ مطہر شمر کی ٹھوکر خلق کا مولی جلتی زمیں پر
ظالم ہے اور شہ کا سینہ ہے عباس آجاؤ بھائی اکیلا ہے

خنجر وہ بوٹھا شمر نے رگڑا قاتل مگر اِتنا بھی نہ سمجھا
شہ گلا کِس نے چوما ہے عباس آجاؤ بھائی اکیلا ہے

سجدے میں ہے اللہ کا دلبر لب پہ دعا ہے امت کے خاطر
شمر نے ہائے سر کاٹا ہے عباس آجاؤ بھائی اکیلا ہے

عرش پہ ہے ماتم یاحسینا   فرش پہ ہے ماتم یاحسینا
دونوں جہاں میں غم شہ کا ہے   عباس آجاؤ بھائی اکیلا ہے

مطلوب ہے یہ برہان دیں کو   شبیر کا بس ماتم سدا ہو
سامان جنت کا کرنا ہے   عباس آجاؤ بھائی اکیلا ہے

مولی محمد کے ساتھ یا رب   کرب و بلا کی ہوئے زیارت
ارماں جمالی یہ سب کا ہے   عباس آجاؤ بھائی اکیلا ہے

عاشور کی وہ رات وہ سناٹے کا عالم

عاشور کی وہ رات وہ سناٹے کا عالم
فطرت کی خموشی میں فرشتوں کا وہ ماتم
سویا ہوا رن میں اسداللہ کا ضیغم
اور خون میں ڈوبا ہوا اسلام کا پرچم
عباس تجھے اہلِ وفا یاد کرینگے

دیکھی نہ گئی بچّوں کی جب تشنہ دَہانی
آنکھوں میں کھٹکنے لگی موجوں کی روانی
پانی کے لیئے اپنا لہو کر دِیا پانی
بچپن پہ سکینہ کے فدا کر دی جوانی
عباس تجھے اہلِ وفا یاد کرینگے

قبضے میں تھی تلوار کے قبضے میں خدائی

دو ہاتھ چلی تھی کے ترائی نظر آئی

بھائی کی وغا دور سے دیکھا کیا بھائی

کیا شان وفا تونے وفا دار دکھائی

عباس تجھے اہلِ وفا یاد کرینگے

ناکام ہوئی دشمنوں کی کوششیں پیہم

گرنے نہ دِیا خاک پہ اسلام کا پرچم

جب تک رہی جاں جسم میں سینے میں رہا دم

ریتی پہ دہلتا رہا اسلام کا ضیغم

عباس تجھے اہلِ وفا یاد کرینگے

دنیا سے گیا شان وفاؤں کی دِکھاکر

پانی نہ پیا پھینک دِیا منہ سے لگاکر

گھوڑے سے گِرا خاک پہ شانوں کو کٹاکر

سویا بھی تو سوئی ہوئی مِلّت کو جگاکر

عباس تجھے اہلِ وفا یاد کرینگے

غمِ عبّاس میں کمر خم هیں

غمِ عباس میں کمر خم هیں
اِس سے بڑھ کر نہ شاه کو غم هیں

سُن تیري وغانہ وفاء عبّاس
آج تك پتّھرو کہ دل نم هیں

بازو کٹ جائے تو نہ غم کوئي
مشك کیسے بچے یهیں غم هیں

هائے سقّاء کہ کٹ گئے بازو
خونہ میں تر مشك اور پرچم هیں

تھام لي شاه نے کمر اپني
بھائي کے غم میں بھائي بے دم

شِه نے عبّاس کا کِیا ماتم
شِه کہ پھلے جري کا ماتم هیں

لاشهءِ نو جوانہ اُٹھے کیسے
بازوئے شِه کا غم هي کیا کم هیں

پاسبانِ علم نہیں تم جو
قہر ڈھانے کو شمرِ اَظلم ہیں

اِبنِ حیدر تو ھي سہارا ہیں
اُسرے تیري جي رہے ہم ہیں

کیوں ہوا تو حسین پر صدقے
آج بُرھان دیں کا عالم ہیں

ذکرِ عبّاس شِہ محمد سے
جب سُنا یوں لگا محرّم ہیں

ہم کرے غم کا سامنا کیوں کر
غمِ تیرا جب کِیا مُقدّم ہیں

ہم ضعیفو کے واسطے شاکر
غمِ عبّاس حوصلہ دم ہیں

ماتمِ عباس کرتے جائینگے

ماتمِ عباس کرتے جائینگے   جب بھی تارِیخ وفا دُہرائینگے

تھی سکینہ کو خوشی اِس بات کی   اب چچا عباس پانی لائینگے

یہ نہ تھا معلوم پیاسوں کو مگر   بوند پانی بھی نہ پینے پائینگے

دشمنوں کو یاد آئینگے علی   وہ شجاعت دشت میں دِکھلائینگے

مشک پیاسی کی بچانے کے لیئے   اپنے دونو شانے بھی کٹوائینگے

روکنے کو راستہ عباس کا   تیر ہر جانب سے سب برسائینگے

مشک چھد جائیگی پھر اک تیر سے   گھوڑے سے عباس بھی گِر جائینگے

شہ کی آنکھوں میں اندھیرا چھائیگا　　بھائی کی سن کے صدا جب آئینگے

خون سے تر ہوگا شہ کا پیرہن　　سینے سے جب بھائی کو لپٹائینگے

ہاتھوں میں سرور کی لے کر ہچکیاں　　ہائے عباسِ جری مر جائینگے

شور اِک ہوگا یزیدی فوج میں　　اب جو چاھینگے ستم ہم ڈھائینگے

اور اِدھر سوئے حرم آتے ہوئے　　ہر قدم پہ شاہ ٹھوکر کھائینگے

سوچتے ہونگے یہ شہ، بچّوں کو اب　　کیا تسلّی دے کے ہم سمجھائینگے

تھام لو دامن برہانِ دین کا　　نور کے خیمے میں یہ لے جائینگے

ہے عزادار آسرا عباس کا　　عاصیوں پر وہ کرم فرمائینگے

مولانا علی اکبرؒ م

سلام

اُٹھا تو لی ہے جواں کی میّت ، قرار دل کو مگر نہیں ہے

اُٹھا تو لی ہے جواں کی میّت ، قرار دل کو مگر نہیں ہے
کہاں پہ تھم کر حسین دم لے ، تمام جلتی ہوئی زمیں ہے

گُلوءِ شبیر پر ہے خنجر ، ذرا سا پانی کہیں نہیں ہے
خدا کی طاعت عظیم سجدہ ، لہو میں ڈوبی ہوئی جبیں ہے

کہاں پہ دیکھے کہاں پہ ڈھونڈے ، نگاہ میں نور تک نہیں ہے
حسین کا دل بتا رہا ہے ، جواں کا لاشہ یہیں کہیں ہے

خیالِ اکبر قضا کا ڈھڑکا ، اندھیرے خیمے میں چپ ہے بانو
عطش سے سوکھے ہوئے ہیں آنسوں ، چراغ میں روشنی نہیں ہے

اسیر بانو وفا کا جادہ ، خدا کی مرضی پہ ہر اِرادہ
اندھیرا بن اور ننھی تربت ، لحد پہ اک شمع بھی نہیں ہے

نہیں ہے اکبر نہیں ہے اصغر ،اندھیرا گھر اور قلبِ مضطر
جو ماں کے دل کو سنبھالتا تھا، وہ ننھا جھولا بھی اب نہیں ہے

حجاب سجدوں میں اٹھ چکا ہے، حسین ہے اور قُربِ خالق
گلے پہ خنجر خدا سے باتیں، جہاں نظر ہے وہیں یقیں ہے

گلے پہ خنجر چلے تو کیوں کر، عطش کی شدّت جگر کی گرمی
لہو تو دن بھر بہا ہے شہ کا ، رگوں میں خشکی ہے خوں نہیں ہے

ملک بھی چپ چپ کھڑے ہوے ہیں، کہاں وہ منزل کہاں یہ عالم
جو خاک پر بے کفن پڑا ہے ، نبی کی آغوش کا مکیں ہے

جھکی جبیں اور نظر میں جلوے ، فنا ہوں یوں فضل عشقِ شہ میں
حسین کا دل ہے یا ہے کعبہ ، تجھے تو کوئی خبر نہیں ہے

چھری پہ لالی فضا میں سرخی ، حسین کی جستجوں میں زینب
اِدھر ہیں قسمت اُدھر ہیں فوجیں کہیں ہے بھائی کہیں بہن ہے

اکبر کی جدائی کا جب داغ ملا ہوگا

اکبر کی جدائی کا جب داغ ملا ہوگا
مادر کے کلیجے کا کیا حال ہوا ہوگا

بیٹا بھی وہ بیٹا جو ہم شکلِ پیمبر تھا
اُس لعل کے مرنے سے ایک حشر بپا ہوگا

تھی ماں کو تمنا یہ میں دولہا بناؤنگی
افسوس کے ارماں یہ پورا نہ ہوا ہوگا

زینب سے کوئی پوچھے کیا حال ہوا اُس دم
اکبر کو لگی برچھی جس وقت سنا ہوگا

گھوڑے سے گرے ہونگے کس طرح علی اکبر
جس وقت کے برچھی کا ایک وار لگا ہوگا

اٹھارہ برس والا کڑیل وہ جواں بیٹا
کس طرح شہ دیں سے لاشہ وہ اُٹھا ہوگا

سہرے کی جگہ چہرہ جب خوں میں بھرا دیکھا
ارمان بھری ماں کا دل ٹوٹ گیا ہوگا

ماں سے نہ کچھ کم تھی وہ پالنے والی تھی
اُس پالنے والی کا دل چاک ہوا ہوگا

جسکا کے جواں بیٹا خاک پہ تڑپتا ہو
اُس باپ کا سوچو تو کیا حال ہوا ہوگا

اولاد جیسے دی ہے خالق نے وہ سوچیگا
شبیر سے یہ صدمہ کس طرح اُٹھا ہوگا

دعوت کے نگہباں ہیں برہانِ دیں مولانا
اُنکے ہی سبب اپنا دنیا میں نشاں ہوگا

ادنی بھی یہ مولی کا ایک خادمِ ادنی ہے
سو جان سے آقا پہ اپنے وہ فداء ہوگا

اکبر تمہیں معلوم ہے کیا مانگ رہے ہو

اکبر تمہیں معلوم ہے کیا مانگ رہے ہو
کیا باپ سے مرنے کی رزا مانگ رہے ہو

کِس طرح جدائی تیری منظور ہو بیٹا
مر جائیگا یہ باپ بچھڑ جائے جو بیٹا
اے لال جو تم اِذن وغاں مانگ رہے ہو

نانا کی میرے شکل ہے پیکر میں تمہارے
جِس درجہ محبت ہے تیری دل میں ہمارے
تم صورتِ محبوبِ خدا مانگ رہے ہو

اِس دشتِ مصیبت میں نہیں کوئی ہمارا
اِس عالمِ غربت میں تمہیں تو ہو سہارا
تم مجھ سے ضعیفی کی عصاء مانگ رہے ہو

اٹھارہ برس نازو سے زینب نے ہے پالا
بیٹوں سے زیادہ تمہیں زینب نے ہے چاہا
جو پیار ہے زینب نے دِیا مانگ رہے ہو

عباس مجھے چھوڑ کے دریا پہ پڑا ہے
اسلام کے لشکر کا علم تجھکو دِیا ہے
پوچھو ذرا مجھ باپ سے کیا مانگ رہے ہو

ارمان تیرے بیاہ کا اِس دل میں بڑا ہے
افسوس کے سر پر تیرے سہرا نہ سجا ہے
میدان میں جانے کی دعاء مانگ رہے ہو

دل روتا ہے اک پل اگر دور ہو بیٹا
تم ہی میری آنکھیں ہو میرا نور ہو بیٹا
مجھ سے میری آنکھوں کی ضیا مانگ رہے ہو

ہے دل میں یہ بابا پہ میری جان لُٹا دوں
سینے پہ سناں شان سے میدان میں کھاؤں
کیا اِس لیئے مرنے کی رزا مانگ رہے ہو

شبیر تیرے در پہ دعاء مانگ رہے ہیں

برہان دیں مولی کی بقاء مانگ رہے ہیں

مولایا مفضل کی بقاء مانگ رہے ہیں

صحت میں کلایت میں عمر طول عطاء کر

اِس غم کے وسیلہ سے شفاء کُلّی عطاء کر

ہم ہاتھ اُٹھا کر یہ دعاء مانگ رہے ہیں

برہان دیں مولی کی بقاء مانگ رہے ہیں

بیٹے کے جنازے کو اٹھانا نہیں آساں

بیٹے کے جنازے کو اٹھانا نہیں آساں
کاندھے پہ جواں لال کو لانا نہیں آساں

پھل برچھی کا کھا کے یوں تڑپتا ہے جواں لال
بابا کو ندا دے کے بلانا نہیں آساں

شبیر ہے عباس کا غم بھی ابھی تازہ
مقتل میں کمر تھام کے آنا نہیں آساں

لپٹی ہوئی برچھی ہے یوں سینے سے پسر کے
شبیر کا سینے سے لگانا نہیں آساں

بابا ہو اکیلے ، چچا عباس نہیں ہے
ایسے میں تمہیں چھوڑ کے جانا نہیں آساں

اب نانا کی صورت علی اکبر نہ ملیگی
یہ سوچ کے نظروں کو ہٹانا نہیں آساں

خیمے میں نہ لے جایئے ماں زخم نہ دیکھے
روئے گی اگر ماں تو منانا نہیں آساں

عباس کو دریا سے بُلا لیجیئے آقا
تنہا علی اکبر کو اُٹھانا نہیں آساں

جس پھول کو سہرے پہ سجانے کی ہو خواہش
اُس پھول کا تربت پہ سجانا نہیں آساں

برہان دیں اور عالی قدر تا بہ ابد ہو
کہتا ہوں ہمیشہ ، یہ بھلانا نہیں آساں

شبیر تو شبیر ہے ، ورنہ اے حسامی
پیری میں جواں لال گنوانا نہیں آساں

تنہائی میں کیسے اُٹھیگا اکبر کا جنازہ رہنے دو

تنہائی میں کیسے اُٹھیگا اکبر کا جنازہ رہنے دو
صابر ہو مگر پھر باپ ہو تم اے سیّدِ والا رہنے دو

آہستہ لِٹا دو ریتی پر تکلیف نہ پہنچے اکبر کو
بیٹھی ہے بہت گہری برچھی زخمی ہے کلیجہ رہنے دو

ہر جنبش میں دل ہلتا ہے برچھی کو نہ کھینچو سینے سے
روتے ہے محمد رہنے دو بے چین ہے زہرا رہنے دو

خیمے میں نہ لے جاؤ اِنکو ماں زخم نہ دیکھے سینے کا
ایسا نہ ہو غم کی شِدّت سے پھٹ جائے کلیجہ رہنے دو

باہر نہ نکل آئے زینب سمجھاؤ تو یہ کیا کرتی ہے
شبیر اُٹھو خیمے میں چلو اکبر کو تڑپتا رہنے دو

مخلوق خدا میں ہل چل ہے اللہ سنبھالو عالم کو
آنکھوں سے ذرا آنسوں پونچھو آقا میرے مولی رہنے دو

اکبر نہیں زندہ ہونے کے شہ دل کو سنبھالو صبر کرو
اکبر کے سرہانے سے اُٹھو فطرت کا تقاضا رہنے دو

حسین مقتل میں یہ پُکارے

حسین مقتل میں یہ پُکارے کہاں ہو اٹھارہ سال والے
اے میرے دِلبر میرے دُلارے کہاں ہو اٹھارہ سال والے

کہاں ہو آواز دو اے اکبر میں لڑکھڑاتا ہوں کھاکے ٹھوکر
اندھیرا آنکھوں میں غم کے مارے کہاں ہو اٹھارہ سال والے

اے میرے نورِ نظر کہاں ہو اے میرے رشکِ قمر کہاں ہو
تُم ہي تو پیري کے تھے سہارے کہاں ہو اٹھارہ سال والے

سناں سے سینہ لِپٹ گیا ہے کلیجہ برچھي سے کٹ گیا ہے
ہے دِل سے جاري لہُو کے دھارے کہاں ہو اٹھارہ سال والے

لہُو یہ تھم جائے زخم دِل کا لگاؤں سینے سے تُم کو بیٹا
میں درد لے لوں سبھي تمہارے کہاں ہو اٹھارہ سال والے

جواں کو کاندھے پہ لائے کیسے ضعیف بابا اُٹھائے کیسے
ہے کیا کوئي نہِر کے کنارے کہاں ہو اٹھارہ سال والے

جو یاد نانا کي ہم کو آتي تمہاري صورة ہي دِل لُبھاتي
کہاں پہ جائینگے اب اے پیارے کہاں ہو اٹھارہ سال والے

اُٹھو کہ ماں سینے سے لگالے اے لعل دُلہا تمہیں بنالے
ہو پورے ارمان دِل کے سارے کہاں ہو اٹھارہ سال والے

حُسامؔي لب پر دُعاء یہي ہو کہ تا قیامة یہ سیفِ دیں ہو
تُو اِن کي خدمة میں دِن گُذارے کہاں ہو اٹھارہ سال والے

سلام

ذرا ٹھہرو دلِ سبطِ پیمبر دیکھتے جاؤ
اُٹھائی جا رہی ہے لاشِ اکبر دیکھتے جاؤ

درِ خیبر نہیں ہے یہ جواں بیٹے کی میّت ہے
یہاں بھی آج زورِ خونِ حیدر دیکھتے ہیں

کہا عباس کے شانو کو بوسہ دے کے زینب نے
بہن کے بازوؤں کو بھی بِرادر دیکھتے جاؤ

تبسُّم تیر بن کے رہ گیا تاریخ کے دِل میں
جِہادِ خاموشی اور حلقِ اصغر دیکھتے جاؤ

ابھی تو گرم ریتی سے تیمُّم شہ کو کرنا ہے
ابھی تو جسم ہے تیروں کے اوپر دیکھتے جاؤ

مشیت منتظر تھي جس کي خود تقدیر اول سے
وہ سجدہ ہو رہا ہے زیرِ خنجر دیکھتے جاؤ

حسین ابنِ علي نے اپنے جوہر دے دیئے سب کو
سرِ شبیر نیزوں پر بہتّر دیکھتے جاؤ

تپے لرزا کا عالم طوق بیڑي پیاس اور دِرّے
یہ صبر عابدِ بیمار و مضطر دیکھتے جاو

زمینِ کربلا پر شہ نے لاشِ نو جواں رکھ دی

زمینِ کربلا پر شہ نے لاشِ نو جواں رکھ دی
ہلا کے سیّدِ بے کس نے بنیادِ جہاں رکھ دیں

کلیجہ تھام کے جلتی زمیں پر گر پڑے حضرت
جوں ہی جلّاد نے اکبر کے سینے پر سناں رکھ دی

سنا زینب نے اٹھارہ برس والا گیا مارا
چلی گھبرا کے جو ، چادر جانے کہاں رکھ دی

علی اکبر کا لاشہ شہ بڑی مشکل سے گھر لائے
کبھی میت یہاں رکھ دی کبھی میت وہاں رکھ دی

۲

درِ خیمے سے بانو نے کہا اصغر گئے مارے
لگا کے تیر کیوں ظالم نے ہاتھوں سے کماں رکھ دی

شہ دیں آئے جو خاموش خالی ہاتھ میداں سے
کہا بانو نے اصغر کی میرے میت کہاں رکھ دی

دمِ آخر تھا بھائی کا کھلے سر آ گئی خواہر
اشارے سے کہا مظلوم نے چادر کہاں رکھ دی

زینب نے کہا رو کر ارمان نکالونگی

زینب نے کہا رو کر ارمان نکالونگی
ارمان بھرے دل سے میں تیری بلا لونگی

میداں سے ذرا آؤ چہرہ مجھے دِکھلاؤ
پھر رن کو چلے جانا جب دولہا بنا لونگی

خود باندھ کے ہاتھوں سے دیکھونگی تیرا سہرا
اِس چاند سے مکھڑے کی اُس وقت بلا لونگی

دَر پہ ہوں کھڑی پیارے آنکھوں کے میرے تارے
آ جاؤ علی اکبر سینے سے لگا لونگی

تم گھر کے اُجالے ہو بابا کے دُلارے ہو
ہم صورتِ پیغمبر آؤ میں بلالونگی

اب گھر سے نکلتی ہوں میدان میں جاتی ہوں
روٹھے ہو اگر مجھ سے میں آکے منالونگی

گھوڑے سے گرے کیوں کر کیا کھائی سناں دل پر
برچھی تیرے سینے سے میں آکے نکالونگی

خیمے میں اگر آیا مقتل سے تیرا لاشہ
میں اپنے کلیجے کو کس طرح سنبھالونگی

بابا سے نہ اُٹھیگا لاشہ ہے برابر کا
میں پالنے والی ہوں گودی میں اُٹھالونگی

شاہ کو اکبر کا لاشہ مل گیا

شاہ کو اکبر کا لاشہ مل گیا
سرخ برچھی میں کلیجہ مل گیا

آ گئے اکبر کی میت پر حسین
ٹھوکریں کھا کھا کے رستہ مل گیا

میتِ اکبر اٹھانے کے لیئے
شہ کو زینب کا سہارا مل گیا

پھر علی اصغر کی یاد آنے لگی
ماں کو پھر برباد جھولا مل گیا

تیر کھا کے دفن اصغر ہو گئے
خاک میں قرآن کا پارہ مل گیا

تیر سے مشکِ سکینہ چھد گئی
پانی کو بہنے کا رستہ مل گیا

ہائے دنیا ختم یوں ارماں ہوئے
ماں کو اکبر کا جنازہ مل گیا

کربلا میں ٹھوکریں کھانے کے بعد
حُر کو آخر حق کا رستہ مل گیا

قلبِ پسر سے مولی برچھی نہ کھینچنا

قلبِ پسر سے مولی برچھی نہ کھینچنا
پھٹ جائیگا کلیجہ برچھی نہ کھینچنا

امت کی بے رُخی سے گھایل ہے دل ابھی
بڑھ جائیگا یہ صدمہ برچھی نہ کھینچنا

لپٹا ہوا ہے پھل سے اکبر کا دل جگر
اُبلیگا خوں کا دریا برچھی نہ کھینچنا

مانا امامِ حق ہو لیکن پدر بھی ہو
جاں سوز ہے یہ لمحہ برچھی نہ کھینچنا

ٹپ ٹپ ٹپک رہے ہیں آنسوں جو آنکھ سے
ہو گا زمیں میں لرزہ برچھی نہ کھینچنا

ہمراہ تیرے گریا جنت میں ہے بتول
مادر کو ہے اندیشہ برچھی نہ کھینچنا

ہو اشک بار داعی محمد تو جیت ہے
سن کر جمالی نوحہ برچھی نہ کھینچنا

کہا زینب نے سرور سے کہ بانو غل مچاتی ہے

کہا زینب نے سرور سے کہ بانو غل مچاتی ہے
کہاں ہے نو جواں اکبر اُسے بانو بلاتی ہے

اے بھائی کِس جگہ تم چھوڑ کر آئے ہو اکبر کو
اکیلا کِس جگہ سویا ہے کیسی نیند آتی ہے

تیری مادر کو ارماں ہے تجھے دولہا بنانے کا
اٹھو بیٹا تمہیں زینب پھوپی سہرا بندھاتی ہے

چلو خیمے میں اے بیٹا کہ اب مسند بچھائی ہے
نئے کپڑے پہنا کر ماں تجھے دولہا بناتی ہے

رکھا ہے ہاتھ کیوں سینے پہ کیسا درد ہے بیٹا
کہ جس کو دیکھ کر بابا کی بھی جاں لب پہ آتی ہے

اے بیٹا کیا جوانی میں تمہیں مرنا پسند آیا
جواں ہوتے ہیں لاکھو ِمنتیں جب مانی جاتی ہے

اے بیٹا کیا اِسی دن کے لیئے پالا تھا مادر نے
یہ کیا منظر مجھے میری بری قسمت دِکھاتی ہے

اے اکبر اب نہ لکھ آگے جوانی کی قسم تجھ کو
فلک بھی کانپ اُٹھتا ہے زمیں بھی تھر تھراتی ہے

لاشِ اکبر جواں ہے اٹھاؤ نہیں

لاشِ اکبر جواں ہے اُٹھاؤ نہیں
ماں کو یہ دل کا ٹکڑا دِکھاؤ نہیں
ٹھہرو شبیر مقتل میں جاؤ نہیں
لاشِ اکبر جواں ہے اٹھاؤ نہیں

شاہ تنہا ہے کوئی سہارا تو دو
صبر کی کشتی کو اب کنارا تو دو
قبر میں فاطمہ کو رُلاؤ نہیں
لاشِ اکبر جواں ہے اٹھاؤ نہیں

ہو گئی خم کمر بھائی عباس سے
اب تو چلنے کی طاقت نہیں یاس سے
اپنے بابا کو اکبر بلاؤ نہیں
لاشِ اکبر جواں ہے اٹھاؤ نہیں

زخم گہرا ہے نیزہ نکالو کوئی
لاش اکبر کی للہ چھپالو کوئی
باپ کو خون اپنا دِکھاؤ نہیں
لاشِ اکبر جواں ہے اٹھاؤ نہیں

خون نے لال کر دی ہے اکبر کی لاش
جب نظر آئی سرور کو دلبر کی لاش
بولے شبیر نیزہ دِکھاؤ نہیں
لاشِ اکبر جواں ہے اٹھاؤ نہیں

میرا اکبر پیمبر کی تصویر ہے   اِس کی قربانی قرآں کی تفسیر ہے
دل نبی مصطفی کا دُکھاؤ نہیں   لاشِ اکبر جواں ہے اٹھاؤ نہیں

اتنا بس ہے کہ اکبر جواں چل بسے   یہ ضروری نہیں لاش اُٹھے آپ سے
اِس ضعیفی میں یہ داغ اُٹھاؤ نہیں   لاشِ اکبر جواں ہے اٹھاؤ نہیں

بیٹا ایک ایک کر کے سبھی چل بسے   صرف جھولے میں اصغر علی رہ گئے
آخری دم قدم ڈگمگاؤ نہیں   لاشِ اکبر جواں ہے اٹھاؤ نہیں

تم چلو آگے ہم جلد ہی آئینگے   صرف اصغر کی میت کو دفنائینگے
یہ تو ہے امتحاں گھبراؤ نہیں   لاشِ اکبر جواں ہے اٹھاؤ نہیں

بانو چلاّئی لختِ جگر مر گیا   لو یہ زینب کا نورِ نظر مر گیا
لاش اکبر کی خیمے میں لاؤ نہیں   لاشِ اکبر جواں ہے اٹھاؤ نہیں

ماں کو ارماں تھا دولہا بناؤنگی میں کربلا جا کے شادی رچاؤنگی میں

خاک میں ممتا کو مِلاؤ نہیں لاشِ اکبر جواں ہے اٹھاؤ نہیں

لاشِ اکبر پہ سر کو جھکائے ، مولا مقتل میں تنہا کھڑے ہیں

لاشِ اکبر پہ سر کو جھکائے ، مولا مقتل میں تنہا کھڑے ہیں
کون لاشِ جواں کو اُٹھائے ، مولا مقتل میں تنہا کھڑے ہیں

قتلِ عباس سے ہے کمر خم ، اُس پہ عون و محمد کا بھی غم
کیا زمانے نے ہیں ظلم ڈھائے ، مولا مقتل میں تنہا کھڑے ہیں

نہیں عبداللہ قاسم و عباس کِس کی مولا کرے اب بھلا آس
نہیں کوئی کے اب بلائے ، مولا مقتل میں تنہا کھڑے ہیں

چھد گیا ہائے سینہ ء اکبر ، جو تھے ہم شکلِ طہٰ پیمبر
زخم دلبر کے یہ دِکھائے ، مولا مقتل میں تنہا کھڑے ہیں

دکھتے ہو اے بیٹا کیا منظر، کہا آئے ہیں نانا و حیدر
فاطمہ اور حسن رب کے سائے، مولی مقتل میں تنہا کھڑے ہیں

گود میں لے کے لاشہ ء اکبر ،کہتے ہیں یوں علی سے وہ سرور
کہنا نانا سے اے میرے جائے ، مولی مقتل میں تنہا کھڑے ہیں

اِک نظر دکھتے ہیں با ہر سوں ، اور آنکھوں سے بہتے ہیں آنسوں
خیمے میں غل مچا ہائے ہائے، مولی مقتل میں تنہا کھڑے ہیں

آؤ فاطمہ آؤ اے حیدر ، آؤ نانا اے شافِع محشر
کوئی اِمداد کو اب تو آئے، مولی مقتل میں تنہا کھڑے ہیں

کیسے کھینچے سینہ شہ جگر سے ، اپنے لختِ جگر کے جگر سے
کیوں نہ ارض و سما تھر تھرائے، مولی مقتل میں تنہا کھڑے ہیں

بدلے پانی کے تیر ہے کھائے ، ہنسلیوں والے مولی کے جائے
کون شش ماہ کی تربت بنائے ، مولی مقتل میں تنہا کھڑے ہیں

نہیں عباس غازی غضنفر ، اور ہے سجاد بیمار مضطر
کون گھوڑے پہ شہ کو بٹھائے، مولی مقتل میں تنہا کھڑے ہیں

جس جبیں سے ضیا لے ستارے، اُس پہ پتھر لعینو نے مارے
کیسے ظلم کے بادل ہیں چھائے، مولی مقتل میں تنہا کھڑے ہیں

دیکھکر اِک نظر سمتِ زینب ،کہتے ہیں اب نگہبان ہے رب
چھنی جائیگی زینب ردائیں، مولی مقتل میں تنہا کھڑے ہیں

طول برہان دیں کی بقا ہو ، جب تلک یہ حسینی عزا ہو
کہہ کے یہ ہمکو ماتم کرائے، مولی مقتل میں تنہا کھڑے ہیں

شہ کی زُہیر ادا پر فدا ہے ، حشر سا ایک ہوتا بپا ہے
جب یہ مولی محمد سنائے ،مولی مقتل میں تنہا کھڑے ہیں

نیزہ جگر سے کھینچنا پوچھے کوئی حسین سے

نیزہ جگر سے کھینچنا پوچھے کوئی حسین سے
بیٹے کی قبر کھودنا پوچھے کوئی حسین سے

عباس کی جدائی بھی شبیر سہ سکے کہاں
غم سے کمر کا ٹوٹنا پوچھے کوئی حسین سے

اکبر کی آہ جب سنی آنکھوں کا نور کھو گیا
لختِ جگر کو ڈُھونڈنا پوچھے کوئی حسین سے

جس نو جواں کے بیاہ کی دل میں لیئے تھا حسرتیں
اُسکا لہو میں ڈوبنا پوچھے کوئی حسین سے

دم آخری نہ وہ اُسے قطرہء آب دے سکے
سوکھی زباں کا چوسنا پوچھے کوئی حسین سے

تیرِ جفاء و ظلم سے ہاتھوں پہ اپنے لال کو
اِس طرح مرتے دیکھنا پوچھے کوئی حسین سے

اپنے جگر کے ٹکڑوں کو راہے خدا میں دے کے یوں
دشتِ بلاء سنوارنا پوچھے کوئی حسین سے

گھوڑا بھی پانی کِس طرح پیتا حسین پیاسے تھے
گھوڑے کا جاں نثارنا پوچھے کوئی حسین سے

تن پر ہزاروں زخم اور خنجر ہو سوکھے حلق پر
یوں حق پہ جاں گذارنا پوچھے کوئی حسین سے

عابد شفاعتِ حسین حاصل برہان دیں سے ہے
دامن کو اُنکے تھامنا پوچھے کوئی حسین سے

یہ بھری جوانی میں کسکا چاند ڈوبا ہے
کربلا لرزتی ہے ، آسمان ہلتا ہے

نزع میں علی اکبر کروٹیں بدلتے ہیں
عرش کے مسافر کا خاک پر بسیرا ہے

شاہ کیسے پہنچینگے بیٹے کے جنازے پر
روشنی نہیں کوئی دور تک اندھیرا ہے

غم کی بھی نہیں فرصت کشمکش کی منزل میں
نوجواں کی میت ہے اور باپ اکیلا ہے

لاش نوجوانی کی دوش پر بڑھاپے کے
ٹھوکریں ہیں مولی ہے گھر کا دور رستہ ہے

صبر ہی نہیں آتا بے قرار ہے زینب
آنسوؤں کے روکے سے اور دل دھڑکتا ہے

عمر بھر کی محنت کا کچھ صلہ نہیں ملتا
مامتا کے خوابوں کو موت نے بکھیرا ہے

بیٹے کی شہادت پر شکر ہو کہ شکوہ ہو
کربلا نے مولی سے اک سؤال پوچھا ہے

یہ کس کا لال ہے کس دل کا یہ سہارا ہے

یہ کس کا لال ہے کس دل کا یہ سہارا ہے
یہ جو حسین کے ہاتھوں پہ ماہ پارہ ہے

نبی کے دین پہ صدقے جسے اُتارا ہے
یہ ہی تو بانوئے مضطر کے دل کا پارہ ہے

نہ بات کرنے کی طاقت نہ تاب چلنے کی
پیاسا خلد کو اک بے زباں سدھارا ہے

جو زیرِ خاک چھپایا ہے شاہ بے کس نے
ربابِ بے کس و دلگیر کا دُلارا ہے

کہا یہ شاہ نے ہشیار ارضِ کرب و بلا
یہ دل کا چین ہے آنکھوں کا میری تارا ہے

نہ دودھ اُس کو ملا ہے نہ ایک قطرہء آب
جہاں سے تشنہ دہن خلد کو سدھارا ہے

جو سر سے پاؤں تلک تھا شبیہ ختمِ رُسل
اُسی کے سینے پہ نیزہ شقی نے مارا ہے

شباب دیکھ کے اکبر کا کہہ رہی تھی قضا
ضعیف باپ کے دل کا یہی سہارا ہے

جو بے وطن ہے جو مہماں ہے اور مسافر ہے
اُسی غریب کو لاکھوں نے مل کے مارا ہے

غمِ حسین میں کیوں نوحہ خواں نہ ہو حافظ
یہ ہی تو بخششِ عصیاں کا اک سہارا ہے

مراثی

وہ دائرہء صبر میں سمٹے ہوئے نالے

وہ دائرہء صبر میں سمٹے ہوئے نالے
سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ اُبھرتے ہوئے چھالے
وہ جلتی ہوئی خاک پہ آغشو کے پالے
آہستہ سے میت کو اُٹھا زخم ہے آلے
ٹوٹی ہے کمر رن میں تجھے کون سنبھالے
اُمّت کے لیئے مرگ جواں بھولنے والے

ٹکراتی ہوئی صبر سے دریا کی روانی
مِعیارِ محبت سے وہ گِرتا ہوا پانی
وہ ٹھہرے ہوئے اشک میں تصویرِ جوانی
ہر زخم کلیجے کا ہے قسمت کی نشانی
ہے کون جو ٹوٹی ہوئی برچھی کو نکالے
اُمّت کے لیئے مرگ جواں بھولنے والے

یہ صبر کا میدان ہے یثرب کے خزادے
دنیا کے لئیے راہ محبت کی بنا دے
محدود ہے تدبیر میں تقدیر کے جادے
پیری کی نگاہوں میں جوانی کے اِرادے
میت علی اکبر کی اکیلے ہی اُٹھالے
اُمّت کے لیئے مرگ جواں بھولنے والے

وہ چشمِ امامت میں نبوّت کی نشانی
وہ سینہء اکبر سے تیرے خوں کی روانی
وہ نزع کا ہنگام وہ پیغامِ زبانی
آغوش میں پیری کے تڑپتی ہے جوانی
ہے گرم زمیں جسم میں پڑ جائیں نہ چھالے
اُمّت کے لیئے مرگ جواں بھولنے والے

تکلیف سے وابستہ ہے آرام کا پہلو
وہ صبر کے دامن پہ چمکتے ہوئے آنسوں
اکبر کی وہ زلفیں وہ مہکتی ہوئی خوشبو
اب کون سنواریگا یہ اُلجھے ہوئے گیسو
ہمت کا تقاضہ ہے کہ میت کو اُٹھالے
اُمّت کے لیئے مرگ جواں بھولنے والے

وہ دور کی منزل کے لیئے صبر کے جا دے
دنیا سے الگ ہوتے ہیں بے کس کے اِرادے
اسلام کے چِلّو میں لہو بھر کے دِکھا دے
اکبر کو سلایا ہے تو دنیا کو جگا دے
ہر آنکھ میں ہر دل میں جگہ اپنی بنالے
اُمّت کے لیئے مرگ جواں بھولنے والے

طوفاں سے نکلتا ہوا اُمّت کا سفینہ
چہرے سے لہو ہو کے ٹپکتا ہے پسینہ
تصویرِ اُحُدُ بَن کے چمکتا ہے نگینہ
مِل جاتا ہے نانا سے نواسے کا قرینہ
اکبر کو پھر اک بار کلیجے سے لگا لے
اُمّت کے لیئے مرگ جواں بھولنے والے

لکھا ہوا تقدیر کا بدلا نہیں جاتا
اپنا ہو اگر زخم تو دیکھا نہیں جاتا
پوچھے کوئی کیوں لاشہ اُٹھایا نہیں جاتا
سنبھلا نہیں جاتا کہ سنبھالا نہیں جاتا
چادر جو نہیں ہے تو عبا رخ پہ اُڑھا لے
اُمّت کے لیئے مرگ جواں بھولنے والے

بدلا ہوا ہر رنگِ جہاں دیکھنے والے

پیری میں جوانی کے نشاں دیکھنے والے

کیا بن گئی ہے قلبِ تپاں دیکھنے والے

اکبر کے کلیجے میں سناں دیکھنے والے

نانا کی نشانی ہے کلیجے سے لگا لے

اُمّت کے لیئے مرگِ جواں بھولنے والے

مرثیہ

جب لاشہءِ پسر کو اُٹھایا حسین نے
سینے سے لختِ دِل کو اُٹھایا حسین نے
آنکھوں سے بحرِ اشک بہایا حسین نے
خیمے میں آکے غُل یہ مچایا حسین نے
تیرِ الم جِگر پہ ضعیفي میں کھائے ہیں
میّت جوان لعل کي ہم لے کے آئے ہیں

لو شِہرِبانو اپنے پِسر کو سنبھال لو
آنکھوں سے نورِ چشم کو پھر دیکھ بھال لو
ارمان جو ہے دِل میں سراسر نِکال لو
سہرا بھي سر پہ باندھ لو آنچل بھي ڈھال لو
یہ حال سب بیاں کرو زار و حزینہ سے
مہندي لگائے آکے یہ کہہ دو سکینہ سے

کُبراء کِدھر ہے نیک بِرادر سے لینے آئے
میرے بخار والے کو غش سے کوئی اُٹھائے
کہہ دو اَخي کا آخري ديدار ديکھ جائے
زینب کے بازو تھام کے لاشہ پہ کوئی آئے

سمجھادو نورِ عین کو پھر دیکھ بھال لو
لختِ جِگر کے سینے سے برچھي نِکال لو

یہ سُن کے اہلِ بیت میں محشر ہوا عیاں
دوڑي حواس ساختہ خیمے سے بیبیاں
مسند پہ شہ نے لاش لِٹادي بصد فُغاں
میت پہ گِر کے بانو یہ کرنے لگي بیاں

کِس نے مِٹا دِیا میرے نام و نِشان کو
کِس کي نظر لگي میرے کڑیل جوان کو

بیٹا بتاؤ آج سواری کِدھر گئی
بیٹا وہ شکل چاند سی مٹی میں مِل گئی
بیٹا سِنانِ ظلم جِگر سے گذر گئی
بیٹا تمہاری پالنے والی نہ مرگئی

گر رات کو نہ آؤگے مضطر رہونگی میں
کِس سے بتاؤ آج کہانی کہونگی میں

اکبر ہمارے چین کی صورت بتا کے جاؤ
اِک بار پھر صدا مجھے اپنی سُنا کے جاؤ
واری دلھن تو بیاہ کے گھر میں بِٹھا کے جاؤ
بہتر تو یہ ہے خاک میں مجھکو چھپا کے جاؤ

ہے ہے پرائے دیس میں چھوٹے ہو ساتھ سے
مٹی نہ ماں کو دے گئے اپنے ہاتھ سے

شہ نے کہا تُو کون ہے اے غم کے مبتلی
یہ سُن کے اُترا گھوڑے سے وہ مردِ باوفاء
کي عرض میں ہوں خادمِ اولادِ مصطفی
اور شاہِ حلب نے بھیجا ہے آگاہ اے خدا

دیتا ہے جانِ شکل پیمبر کے واسطے
کچھ تحفہ اُس نے بھیجے ہیں اکبر کے واسطے

روکر کہا اِمام نے میرا اکبر تو مر گیا
تحفوں کا لینے والا تو جہاں سے گذر گیا
بابا سے آج چھوٹ کے دادا کے گھر گیا
پیري میں وہ جواں مجھے برباد کر گیا

سُنتا ہے جو تُو خیمے میں غُل شور و شین کا
ماتم یہ ہو رہا ہے اُسي نورِ عین کا

دولت ہماري لُٹ گئي اٹھارہ سال کي
ميّت پڑي ہے خيمے ميں اُس نونِہال کي
خوں ميں بھري ہے شکل ميرے خوش جمال کي
شادي بھي ہونے پائي نہ بانو کے لعل کي
تُو شاہِ حلب سے جا کے يہ اظہار کيجيو
اِن تحفوں پہ تُو فاتحہ اکبر کا ديجيو

ماتمی نوحہ

اے جوان لال کي ميّت کو اُٹھانے والے
تجھکو روئينگے حشر تک يہ زمانے والے

اے فُرات آيا تھا جنّة کا مَکِيں کربل ميں
تين دن تک مگر پياسا وہ رہا کربل ميں
ترسے پاني کو وہ کوثر کے پلانے والے

صبر کے گھنوٹ بس شبّير پيئے جاتا ھے
گھر اُجڑتا رہا بس شکر کيئے جاتا ھے
تجھ پہ قُربان اے وعدے کو نيبھانے والے

عرش بھي ديکھلے يوں دَين چُکايا شہِ نے
دِين کے واسطے کيا کيا نہ لُٹايا شہِ نے
خُد فِداء ھو گئے اُمّة کو بچانے والے

اے سکینہ تیرا سقّاء ھے گِرا ریتی پر
بازو تو کٹ گئے مشکیزہ پڑا ھے چِھد کر
آئے دریا سے نہ پانی کر پلانے والے

کون لِپٹا ھوا برچھی میں کلیجا دیکھے
نوجواں لال کا تر خون میں سینہ دیکھے
دل ھے تیرا یہ محمد کے گھرانے والے

باپ کے ھاتھ پر جب تیر لگے بیٹے کو
اور دفنائے خُد ھاتھو سے پدر لاشے کو
حوصلۃ ھے تیرا اصغر کو سُلانے والے

آؤ عبّاس اب بھائی کو سہارا دینے
نہر کو دیکھ کے یوں غم سے پُکارا شِہ نے
ایک مظلوم پہ ٹوٹے ھے زمانے والے

یاد کرتا رہا ھمکو وہ چُھوڑانے والا
کر رہا تھا دُعاء وہ سجدہ بجانے والا
کُنڈھ خنجر کے تلے بھي نہ بھولانے والے

حُزن ھي حُزن ھي عابد کے جگر نے پائے
اور وَزَنَ پر وَزَنَ بیڑي کے اُٹھاتا جائے
آج قیدي ھے وہ عالم کو چُھوڑانے والے

اے جمالي شَہِ بُرھانِ ھُدیٰ کا دامن
چُھوڑنا نہ کبھي ٹوٹے نہ ولا کا بندھن
ھے یھي بَیڑئے بخشِش کر اُٹھانے والا

نوحہ

اے مارا کڑیل جواں ، کھاں چھوا ے مارا کڑیل جواں

اے مارا کڑیل جواں ، کھاں چھوا ے مارا کڑیل جواں

آنکھوں نی ٹھنڈک اے دلرُبا چھو

سوں وات پر ھم سب سي خفا چھو

کونسا بن ما جئي نے وسا چھو

ھمنے بلاؤو وھاں

کھاں چھوا ے مارا کڑیل جواں اے مارا کڑیل جواں

اے مارا کڑیل جواں ، کھاں چھوا ے مارا کڑیل جواں

رنج گھنو چھے سرور نے اکبر
سکتو تھیو چھے مادر نے اکبر
دے کون ڈھارس گھر بھر نے اکبر

چھے مضطرب سب یہاں

کھاں چھو اے مارا کڑیل جواں اے مارا کڑیل جواں
اے مارا کڑیل جواں ، کھاں چھو اے مارا کڑیل جواں

اکبر جیوارے رن ما سدھارا
اك وار ما كئي دشمن نے مارا
ديكھي نے تيزي سگلا پُکارا

سینہ ما مارو سناں

کھاں چھو اے مارا کڑیل جواں اے مارا کڑیل جواں
اے مارا کڑیل جواں ، کھاں چھو اے مارا کڑیل جواں

کھائي نے برچھي رَن ما گِرا چھے
تیارے پِدر نے اٰپي صدا چھے
جلد اٰؤ مولی وقتِ قضاء چھے
گودي ما لو بابا جاں

کھاں چھو اے مارا کڑیل جواں اے مارا کڑیل جواں
اے مارا کڑیل جواں ، کھاں چھو اے مارا کڑیل جواں

گودي ما لیدا مہماں نے دَم نا
کھیو اے ٹکڑا مارا جسم نا
اٰیا تھا پاسے اے بیٹا ھمنا
دِکھلاوا سُو کھي زُباں

کھاں چھو اے مارا کڑیل جواں اے مارا کڑیل جواں
اے مارا کڑیل جواں ، کھاں چھو اے مارا کڑیل جواں

آنکھوں ما آیو بیٹا اندھارو
بھائی نے بھایو دریا کِنارو
ظالم یہ تمنے بھی آہ مارو
کونے میں آپو نِشاں

کھاں چھو اے مارا کڑیل جواں اے مارا کڑیل جواں
اے مارا کڑیل جواں ، کھاں چھو اے مارا کڑیل جواں

درد جِگر نو کونے دکھایو
کیا دِل سی بیٹا خیمہ ما جاؤں
پوچھے جو زینب سوں میں وتاؤں
جاؤں نہ سوئے جِناں

کھاں چھو اے مارا کڑیل جواں اے مارا کڑیل جواں
اے مارا کڑیل جواں ، کھاں چھو اے مارا کڑیل جواں

خیمہِ ما پہنچا بس شاہِ والا
پوچھو کہاں چھے نازو نا پالا
فرمایو اکبر دنیا سي چالا
کھائي نے دِل ما سِناں

کھاں چھو اے مارا کڑیل جواں اے مارا کڑیل جواں
اے مارا کڑیل جواں ، کھاں چھو اے مارا کڑیل جواں

اھلِ حرم سب کہتا تھا باھَم
اکبر گیا ھائے چھوڑي نے عالم
روئي نے سگلا کرتا تھا ماتم
اپنے بھي کریئے فُغاں

کھاں چھو اے مارا کڑیل جواں اے مارا کڑیل جواں
اے مارا کڑیل جواں ، کھاں چھو اے مارا کڑیل جواں

بعد تمارا سوں ھوے تھاسے
لئي نے لعينو شام ما جاسے
بارہ گلا رسي ما بندھاسے
کوئي نے نہ مِلسے اماں

کھاں چھوا ے مارا کڑیل جواں اے مارا کڑیل جواں
اے مارا کڑیل جواں ، کھاں چھوا ے مارا کڑیل جواں

جیھاں لگ چھے باقي آجان تن ما
رِھجے عزادار شہ نا محِن ما
لاؤجے آنسوں اپنا نین ما
مولی نو سُنجے بیاں

کھاں چھوا ے مارا کڑیل جواں اے مارا کڑیل جواں
اے مارا کڑیل جواں ، کھاں چھوا ے مارا کڑیل جواں

پروان چڑھالوں کوئی ارمان نکالوں

پروان چڑھالوں کوئی ارمان نکالوں
ٹھرو علی اکبر تمہیں دولہا تو بنالوں

پھل برچھی کا کھائے ہوئے سوتے ہو زمیں پر
اے لال کلیجے کو میں کس طرح سنبھالوں

شاید یوں ہی تھم جائے لہو زخمِ جگر کا
اٹھو علی اکبر میں کلیجے سے لگالوں

اے لال تیرے بیاہ کی زینب کو ہوس تھی
اِن خون بھرے ہاتھوں میں مہندی تو لگالوں

اتنا بھی نہ سونچے کہ کلیجہ ہے یہ ماں کا
غربت میں دیا داغ جوانی کا ، بلا لوں

ٹھہراؤ جنازہ مجھے حسرت تو نہ رہ جائے
ارمان بھرے لال کا ارمان نکالوں

پہنا کے ذرا دیکھ لوں پوشاک سہانی
تابوت پہ پھولوں کا میں سہرا تو چڑھالوں

زخمی ہے بہت گیسوؤں والا نہ اُٹھے گا

زخمی ہے بہت گیسوؤں والا نہ اُٹھے گا

سویا ہے ابھی راج دُلارا نہ اُٹھے گا

تنہا علی اکبر کا جنازہ نہ اُٹھے گا

انصار کو مقتل سے بلا لیجیئے آقا

پیری ہے جواں لال کا لاشہ نہ اُٹھے گا

اکبر کے سرہانے سے حبیب آ کے اُٹھائے

قاسم کو صدا دی جیئے امداد کو آئے

زینب کے دُلارے ہے کہاں ہاتھ بٹائیں

عباس کو سوتے سے جگا لیجیئے آقا

پیری ہے جواں لال کا لاشہ نہ اُٹھے گا

چلنے میں قدم آپکے تھرّائینگے حضرت
انصار کہاں ہے جو ترس کھائینگے حضرت
کس طرح حرم تک اُنہیں لے جائینگے حضرت
بچّوں ہی کو خیمے سے بُلا لیجیئے آقا
پیری ہے جواں لال کا لاشہ نہ اُٹھے گا

سنتے ہیں یہ دل تھام کے ماں بیٹھ گئی ہے
اکبر کے کلیجے میں سِناں بیٹھ گئی ہے
برچھی کی اَنی ہائے کہاں بیٹھ گئی ہے
ممکن ہو تو نظروں کو بچا لیجیئے آقا
پیری ہے جواں لال کا لاشہ نہ اُٹھے گا

دَر پر ہے بہت دیر سے گھبرائے نہ زینب
مرنے کی خبر کو کہیں سن پائے نہ زینب
سر پیٹ کے خیمے سے نکل آئے نہ زینب
اِس زخم کو سینے میں چھپا لیجیئے آقا
پیری ہے جواں لال کا لاشہ نہ اُٹھے گا

پھر آپ کو یہ چاند سی صورت نہ مِلیگی
یہ حُسن یہ نانا کی شباہت نہ مِلیگی
میدانِ بَلا خیز سے فرصت نہ مِلیگی
کچھ اور ابھی اشک بہا لیجیئے آقا
پیری ہے جواں لال کا لاشہ نہ اُٹھے گا

ماں بہنو کو بھی بیاہ کا ارمان بہت ہے
لاشے پہ چلی آئیں ہے امکان بہت ہے
بیٹا ہے ذرا دیر کا مہمان بہت ہے
دولہا علی اکبر کو بنا لیجیئے آقا
پیری ہے جواں لال کا لاشہ نہ اُٹھے گا

ٹوٹی ہے کمر نورِ نظر اُٹھ نہیں سکتا
اندھیار ہوا رشک قمر اُٹھ نہیں سکتا
ہر بار اُٹھاتے ہیں مگر اُٹھ نہیں سکتا
میت ہی کو سینے سے لگا لیجیئے آقا
پیری ہے جواں لال کا لاشہ نہ اُٹھے گا

ماتمی نوحہ

پیری میں جواں دلبر کی میت کو اُٹھانے والا

اے مولی تجھے روتا ہے کاندھوں پہ چڑھانے والا

دے تو دی رزا اکبر کو پر پھوٹ کے روئے مولی

معلوم تھا کیسا منظر ہے وقت دِکھانے والا

ہم شکلِ نبی کو کھو کر کِس طرح جیئگا بابا

یہ داغِ جُدائی خوں کے آنسو ہے رُلانے والا

آؤ میرے پیاسے دِلبر یہ خشک زُباں کو چُوسو

سِہ روز سے پیاسا بابا ہے پیاس بُجھانے والا

دو ہاتھ کٹے تو منھ میں مشکی کو دبائے رکھا

قربان ہوا مولی پر شانوں کو کٹانے والا

عباس ہو تُم سوئے سرور کی کمر خم کر کے

کوئی بھی نہیں سرور کو اب ہاتھ بٹانے والا

پاني نہ دِیا ظالم نے اور چھیدا گلا اصغر کا
یہ دیکھ کے تڑپا رن میں بے شیر کو لانے والا

اے نانا اے بابا آؤ شبیر کو ہمّت دینے
وہ اپنے جِگر گوشہ کي ہے قبر بنانے والا

اے شمر ہٹالے خنجر تُو بوسہ گہِ احمد سے
سجدہ تو بجالے پہلے اُمّت کو بچانے والا

وہ کُند چھري سے شہ کا سر کاٹ لیا ظالم نے
سجدے میں دعاء کرتا تھا سر اپنا کٹانے الا

تاحشر رہیگا باقي شبیر کا ماتم زِندہ
برہانِ ہدی سرور سا جب کہ رُلانے والا

مولی کے الم کا قرآں ترتیل سے پڑھ تُو شاؔکر
پہچانے تجھے جنت میں یہ غم ہي ہے آن والا

کلیجہ ماں کا دل تڑپا رہا ہیں

کلیجہ ماں کا دل تڑپا رہا ہیں
علی اکبر کا لاشہ آ رہا ہیں
درِ خیمے پے ماں آئی ہے لینے
ہجومِ پیاس دل تڑپا رہا ہیں
پھوپھی بیتاب ہیں بہنیں ہیں مضطر
جگر سینے میں تڑپا جا رہا ہیں
یہ پیری اور یہ لاشِ جوانی
فلک سرور کو کیا دِکھلا رہا ہیں
اکیلے شاہ ہیں اور گِرد بچےّ
جواں کا یوں جنازہ آ رہا ہیں

نہیں رہنے کے اب اکبر جہاں میں

جگر کا زخم یہ بتلا رہا ہیں

روکی ہے سانس ھچکی آ رہی ہیں

ہے وقتِ نزع یہ دل گھبرا رہا

پھوپھی سے ماں سے اپنے دل کا مطلب

اِشارو میں بتایا جا رہا ہیں

چلو اے ماہرا روضے پہ شہ

تیرا مولی تجھے بلوا رہا ہیں

تھام کر اپني کمر رن میں جو جاتے ہیں حسین

گونجتي ہے علي اکبر کي صدا کانوں میں
سُوئے میدان قدم تیز بڑھاتے ہیں حسین

تھام کر اپني کمر رن میں جو جاتے ہیں حسین
مُڑکے دریا کي طرف دیکھتے جاتے ہیں حسین

آئي آواز یہ رن سے کہ مدد کو آئیں
میرے سینے میں لعیں نیزہ لگاتے ہیں حسین

کچھ دِکھائي نہیں دِیتا ہے وفورِ غم سے
کبھي چلتے ہیں کبھي ٹھوکریں کھاتے ہیں حسین

سرِ میدان پہنچتے ہیں بچشمِ پُرنم
خون میں ڈوبا ہوا بیٹے کو پاتے ہیں حسین

چوم کر بیٹے کي پیشاني و رُخسار و نظر
اپنے زانوں کے سہارے سے بِٹھاتے ہیں حسین

پار سینے کے نظر آتی ہے مقتل کی زمیں
زخم سے ہاتھ جو اکبر کا ہٹاتے ہیں حسین

پُوچھتے ہیں کہ تمہیں کیا ہے دِکھائی دیتا
کیا سعادت ہے یہ مؤمن کی بتاتے ہیں حسین

کھول کر آنکھیں یہ کہتے ہیں بنِ سبطِ نبی
پنجتن مجھ کو نظر سامنے آتے ہیں حسین

فاطمۃ اور علی نانا نبی اور حسن
مجھ کو کوثر کے کِنارے وہ بُلاتے ہیں حسین

کہا شہ نے کہ اُنہیں میرا ابھی دے دینا پیام
پاس اُنکے ابھی چند لمحوں میں آتے ہیں حسین

باپ کی گود میں دم توڑ دِیا اکبر نے
داغ اِک اور جُدائی کا اُٹھاتے ہیں حسین

بڑا ارمان تھا شادی کا تمہاری بیٹا
اٹھو اے لعل تمہیں دولہا بناتے ہیں حسین

وائے افسوس کہ پھر ضعف کے اِس عالم میں
خود جواں بیٹے کا لاشہ بھي اُٹھاتے ہیں حسین

ہائے اٹھارہ برس والا بھي دنیا سے گیا
آکے خیمہ میں حرم کو یہ سُناتے ہیں حسین

کام آئیگي دمِ نزع جو مؤمن کو دعاء
اُس دعاء کے لیئے اب سجدہ بجاتے ہیں حسین

دور ہونگے غم و آلام عزادار کے بھي
اپنے غم خواروں کي بگڑي کو بناتے ہیں حسین

ہے نوحہ کناں سرور اے نورِ نظر اکبر

ہے نوحہ کناں سرور اے نورِ نظر اکبر
اے لختِ جگر اکبر اے نورِ نظر اکبر

آنکھوں میں اندھیرا ہے آلام نے گھیرا ہے
کچھ دِکھتا نہیں منظر اے نورِ نظر اکبر

دے تو دی رزا رن کی حالت تھی یہ سرور کی
اَشکو سے تھا چہرہ تر اے نورِ نظر اکبر

جس وقت لگی برچھی کیا ہمکو صدا دی تھی
آیا میں پدر مضطر اے نورِ نظر اکبر

اٹھارہ برس تک کیا اِس دن کے لیئے پالا
کھاؤ گے سِناں دل پر اے نورِ نظر اکبر

پیری کی عصاء ٹوٹی بابا کی کمر ٹوٹی
جینا ہوا اب دُوبھر اے نورِ نظر اکبر

ہم شکلِ نبی بیٹا ہم نامِ علی بیٹا
سونا ہوا میرا گھر اے نورِ نظر اکبر

بتلاؤ نبی زہراء کیا آئے اَخی بابا
لینے کو تجھے دلبر اے نورِ نظر اکبر

کیوں اِیڑی رگڑتے ہو کیا ہم سے بچھڑتے ہو
کیا خاک ہوا بستر اے نورِ نظر اکبر

ارمان تیرے بیاہ کا نکلا نہ پھوپی جاں کا
آئی نہ تمنا بر اے نورِ نظر اکبر

فریاد عطش کر کے لب سوکھے میرے چوسے
اور پہنچا لبِ کوثر اے نورِ نظر اکبر

دلبر نہ برادر ہے اب شمر کا خنجر ہے
اور تن سے جدا ہے سر اے نورِ نظر اکبر

محشر ہے بپا شاکر دم توڑتا ہے دلبر
اور کہتے رہے سرور اے نورِ نظر اکبر

مولانا علی اصغر ؒ

سلام

اصغر کے تبسم نے تعلیمِ بیاں دی ہے

اصغر کے تبسم نے تعلیمِ بیاں دی ہے
مظلومیء عالم کو بچّے نے زُباں دی ہے

شبیر کو دنیا میں راحت نہ ملی لیکن
شبیر کے دامن نے دنیا کو اماں دی ہے

کیا خوب دیئے تحفے مہماں کو اُمت نے
اصغر کو دیا ناوک اکبر کو سناں دی ہے

قتلِ علی اصغر پر غیرت یہ پکار اُٹھی
ظالم تیرے ہاتھوں میں کس نے یہ کماں دی ہے

تکبیر کی آوازیں اب کون دبائیگا
کعبے کے محافظ نے تیروں میں اذاں دی ہے

ہر گوشہ ء عالم میں گونجی ہے صدا اب تک
عاشور کو اکبر نے اس طرح اذاں دی ہے

زخمِ غمِ سرور کی کیا قدر ہر اک جانے
شہ نے دلِ مؤمن کو چشمِ نگراں دی ہے

اُس قوم کے لب سِینا آسان نہیں شارب
جِس قوم کو خالق نے مِیثم کی زُباں دی ہے

اصغر کی تشنگی پہ آنسوں بہا بہا کے

اصغر کی تشنگی پہ آنسوں بہا بہا کے
بانو نے رات کاٹی جھولا جھلا جھلا کے

اب تو ذرا سا دم لے اے گردشِ زمانہ
شبیر تھک چکے ہیں لاشیں اُٹھا اُٹھا کے

زہرا کے لاڈلے کو ملتا کہا سے پانی
تر کر دی قبرِ اصغر آنسوں بہا بہا کے

اصغر کے بعد رن میں مرنے چلے جو سرور
سیدانوں نے روکا حلقہ بنا بنا کے

جب یاد آئی اصغر زنداں میں ایک ماں نے
دل کو سنبھالا خالی جھولا جھلا جھلا کے

دُر چھن گئے سکینہ فریاد کر رہی ہے
ڈوبا ہوا لہو میں کرتا دِکھا دِکھا کے

میدانِ کربلا میں اعدا نے بعد سرور
دل کی لگی بجھائی خیمے جلا جلا کے

وہ تشنہ لب ہے جس نے دشمن کو تشنگی میں
سیراب کر دیا ہے پانی پلا پلا کے

کیا شامیوں یہی ہے اندازِ میزبانی
ایک مہماں کو مارا رن میں رُلا رُلا کے

ہم لُٹ گئے اے بھائی یہ کہہ رہی تھی زینب
عباس باوفا کا شانہ ہلا ہلا کے

راہوں میں کربلا کے تھا احترام واجب
چلتے نہ کیسے ماہر آنکھیں بچھا بچھا کے

آؤ اصغر پیارے جھولوں

آؤ اصغر پیارے جھولوں میری آنکھوں کے تارے جھولوں
آسماں کے ستارے جھولوں میرے راج دُلارے جھولوں

سوکر جھولے میں بیٹا جھولوں
تجھ پہ قربان بیٹا جھولوں

اُٹھوں اصغر میں تمکو جھولاؤں اُٹھوں جھولوں میں تمکو سلاؤں
اُٹھوں اصغر میں تمکو مناؤں اُٹھوں سینے سے تمکو لگاؤں

نیند یہ کیسی آئی ہے اصغر
یا قضا تجھکو آئی ہے اصغر

تجھکو لیکر مدینہ وطن سے کربلا آئی کیسے شگن سے
جا بسا تو عدن میں یہ رن سے بھر گیا میرا گھر سب محن سے

اصغر کہہ کر کِس کو بلاؤں
شیر اب میں کِس کو پلاؤں

ہاتھ میں تجھکو بابا نے لیکر شمس پر مشتری سا منور
چلے رن میں وہ سبطِ پیمبر مانگا پانی ہو ہو کے مضطر
کافر نے مارا تیر سے تجھکو
رکھا پیاسا نیر سے تجھکو

تیرا قتل ہے بھاری شہا پر تیرے خوں کو پھینکا سماء پر
ایک قطرہ گِرا نہ دُنا پر ہے دلالت یہ تیری عُلا پر
اصغر تو تھا عرش کا تارا
رب نے تجھکو یہاں تھا اُتارا

تیغ بابا نے لی درمیاں سے چھوٹی قبر کو کھودی میاں سے
کیا پوشیدہ تجھکو جہاں سے کیا غائب دُنا کے مکاں سے
اصغر پیارے گھر ہوا خالی
ہوئی پنہا صورۃ روپالی

اب جھلائینگے تجھکو پیمبر اور فاطمہ لوریاں دیکر
اور خلد کی حوریں آکر سب جھلائینگی تجھکو مقرّر
کوثر کا آب پلائینگے نانا
اور گلے سے لگائینگے نانا
پڑھکے جھولے کا مرثیۃ ہر دم کر رواں غم کے آنکھوں سے دم
تا کہ ہو جائے اِس غم میں بے دم لے ثواب کی جاگر اِک دم
پُر غم اصغر کی ذکر یمانی
روکے ہر آں بیاں کر یمانی

اے میرے معصوم اصغر رات آئی گھر چلو

اے میرے معصوم اصغر رات آئی گھر چلو
چاند نکلا آسماں پر ، رات آئی گھر چلو

لُٹ گئی ماں کربلا میں، ہائے بیٹا کیا کروں
جب میرا اصغر نہیں پھر، خالی جھولا کیا کروں
اب نہ لگ جائے نظر، رات آئی گھر چلو

پھول بانو کا پڑا ہے ،تپتے بن میں یا خدا
چھ مہینے کا بھی بچہ کربلا میں نہ بچا
دل سنبھالے کیسے مادر، رات آئی گھر چلو

تیر کھاکر مسکرانے والے ماں تیری نثار
گلشنِ کربل نے لے لی میری گودی کی بہار
کیا کرے اب تیری مادر، رات آئی گھر چلو

قبر میں ننھے مجاہد نیند کیسے آئیگی
جب بھی یاد آئیگا اصغر ماں تیری مر جائیگی
ظلم ہوگا مامتا پر ، رات آئی گھر چلو

پانی پینے کو گئے تھے خون میں تر ہو گئے
ماں اِدھر روتی رہی اور تم لحد میں سو گئے
کیا مِلا دل توڑ کر، رات آئی گھر چلو

اب حسینی آسماں پر ایک بھی تارا نہیں　　اب حسینی آسماں سے چل دیا ہے مشری

حرملہ کیا تیری گودی میں کوئی بچہ نہیں　　حرملہ پاس کوئی بھی بچہ نہیں

تیر چھوڑا ماں کے دل پر ، رات آئی گھر چلو

تم گئے تھے باپ کے ہاتھوں پہ قرآں کی طرح
کوئی دُکھیاری ہے اب بیٹا تیری ماں کی طرح
لٹ گئی اِک دن میں مادر، رات آئی گھر چلو

کیا قیامت آگئی اہلِ حرم تڑپا کیئے
دودھ پینے والے بچّے ، خون سے کھیلا کیئے
کٹ رہا ہے اب جگر، رات آئی گھر چلو

اے میرے ننھے سپاہی باپ کے کام آ گئے
کربلا کے سونے جنگل میں اندھیرے چھا گئے
ماں جا نورِ نظر ، رات آئی گھر چلو

کربلا جا اب تو تیرا دل بھی ٹھنڈا ہو گیا
تیری گودی میں علی کے لال کا دل سو گیا
ہے میرے لختِ جگر ، رات آئی گھر چلو

کربلا کی خاک میں وہ چاند پنہا ہو گیا
تیری مٹی میں علی کا لال اصغر سو گیا
اے میرے لختِ جگر ، رات آئی گھر چلو

مولی برہان الہد جب بھی بیاں فرماتے ہیں
مؤمنیں کی آنکھوں سے آنسوں رواں ہو جاتے ہیں
یاد آتا ہے وہ منظر ، رات آئی گھر چلو

دیکھ لے شمشیر جِن کی گودیاں برباد ہیں
اُنکے صدقے میں تو ہر مؤمن کے گھر آباد ہیں
ہے بڑا احسان ہم پر، رات آئی گھر چلو

بانو نے کہا روکر تربت پے صدا دونگی

بانو نے کہا روکر تربت پے صدا دونگی
چونکے نہ اگر اصغر نالوں سے جگا دونگی

بے شیر چلے آؤ مادر کو نہ تڑپاؤ
دریا سے ہٹا پھرا پانی میں پلا دونگی

بے رحم لے جھکو جو اک تیر لگایا ہے
ہے زخم تیرے دل پر اشکوں سے دُھلا دونگی

کچھ ماں پہ ترس کھاؤ یوں تو نہ بگڑ جاؤ
روٹھے ہو اگر اصغر میں دودھ پلا دونگی

کیوں خاک پہ سوتے ہو گودی میں چلے آؤ
لوری میں تمہیں دیکے جھولے میں سلا دونگی

جو دیر لگاؤگے مادر کو نہ پاؤگے
فرقت میں تیری اصغر میں جان گوا دونگی

خیمے بھی جلا ڈالے ان ظالموں نے سارے
پاس آؤگے جب بیٹا سب حال سنا دونگی

بیٹا تیرے ملنے کی اب آس نہیں کوئی
مر جاؤنگی فرقت میں ھستی کو مٹا دونگی

بولی بانو پیارے اصغر شام بھئی گھر آؤ

بولی بانو پیارے اصغر شام بھئی گھر آؤ
رات اکیلے ڈروگے دلبر شام بھئی گھر آؤ

بیٹا شام بھئی گھر آؤ

پانی پینے گیو ہے اصغر جیا مورا گھبرائے
کوئی نہیں ہے گھر میں بیٹا لینے تجھکو آئے

بیٹا شام بھئی گھر آؤ

جھولو تیرو خالی پڑو ہے جھولن والے آؤ
جھول کے مورے پیارے اصغر ماں کا دل بہلاؤ

بیٹا شام بھئی گھر آؤ

ماتا سے کیا روٹھ گئے ہو کیسے تمکو مناؤں
کوئی نہیں ہے گھر میں بیٹا کسکو بپتا سناؤں

راہ تکت ہوں بیٹا توری کا ہے لگایو دیر
آؤ بیٹا جلدی آؤ میں مناؤں خیر
بیٹا شام بھئی گھر آؤ
گیو تھو رن میں ہنستے ہنستے بیٹا لینے نیر
کیا تھی خبر کہ دینگے ظالم نیر کے بدلے تیر
بیٹا شام بھئی گھر آؤ
اکھیاں ترس گئی دیکھنے تجھکو میرے نین کے نور
آئی نہیں کوئی تیری خبر کیا گیو ہے اتنی دور
بیٹا شام بھئی گھر آؤ
تورے غم میں جی نہ پائے توری مادر بیٹا
خالی گودی لیئے پھرونگی کیا میں در در بیٹا
بیٹا شام بھئی گھر آؤ

تیر ظالم نے جو اصغر کو لگایا ہوگا

تیر ظالم نے جو اصغر کو لگایا ہوگا
خون آنکھوں سے شہ دیں نے بہایا ہوگا

تیر کھا کر علی اصغر جو سدھارے ہونگے
گود میں بانو نے پھر کس کو سلایا ہوگا

دل پہ سرور کے عجب طرح کا صدمہ ہوگا
آہ دولہے کو جو سینے سے لگایا ہوگا

خود تو جا جا کے اُٹھاتے تھے سبو کے لاشے
کس نے مقتل سے شہِ دیں کو اُٹھایا ہوگا

خاک پہ گِر کے تڑپنے لگی ہوگی زینب
جس گھڑی شمر نے سر شہ کا اُترا ہوگا

ڈر سے ظالم کے سکینہ بھی نہ روئی ہوگی
پھول سے رخ پہ طمانچہ جو لگایا ہوگا

جھولا اصغر کا مادر جھلاتی رہی

جھولا اصغر کا مادر جھلاتی رہی — پانی پانی کی آواز آتی رہی

چومتے تھے جسے پیار سے مرتضیٰ — سونگھتی تھی جسے فاطمہ سیدہ
بوسے لیتے تھے جسکے حبیبِ خدا — اُس گلے پر چھری ظلم ڈھاتی رہی

کوئی باقی نہ تھا قتل سب ہوگئے — سونے جنگل میں لعل وگوہر کھوگئے
بھوکے بچّے سِسکتے ہوئے سوگئے — پیاس رہ رہ کے اُنکو ستاتی رہی

کس قدر خشک تھا شاہِ دیں کا گلا — جس کا اندازہ کرنا ہے مشکل ذرا
تین دن سے نہ قطرہء آب ملا — رگ گلے کی ہر ایک تھرتھراتی رہی

جب سکینہ نے دی العطش کی صدا — قلبِ عباس غازی کا ہلنے لگا
مشک لے کر گیا اور نہ واپس ہوا — علقمہ پر وفا جھلملاتی رہی

گر کے گھوڑے سے بابا کو آواز دی — پہنچے لاشے پے اکبر کے شہ جس گھڑی
بولے بابا نہیں اب مجھے تشنگی — موت دل کا یہ جذبہ چھپاتی رہی

لمحہ ہائے فکر سے یہ اہلِ نظر — پانی انساں پیئے اور پیئے جانور
قطرہ پائے نہ آلِ محمد کا گھر — بات صدموں سے یہ دل دُکھاتی رہی

اک راوی نے ہاشم لکھا ہے بیاں — ننگے سر بیٹھی تھی خاک پر بیبیاں
یاد زہرا میں کرتی تھی آہ و فغاں — دو پہر میں جو دولت لُٹاتی رہی

جھولے میں ہے قرار نہ مادر کی گود میں

جھولے میں ہے قرار نہ مادر کی گود میں
اصغر کو چین آئیگا سرور کی گود میں

اصغر کی پیاس تو جو بجھا دیگی اے فرات
رکھ دینگے شاہِ دیں تجھے کوثر کی گود میں

اصغر کو شاہ لائے تو بولی سپاہِ شام
اللہ کی کتاب ہے سرور کی گود میں

کینا چھپا ہوا ہے دلِ حرملہ میں یوں
پوشیدہ جیسے آگ ہے پتھر کی گود میں

شہ بولے تھوڑی دیر میں پی لیگا میرا لال
کوثر کا جام ساقیء کوثر کی گود میں

اصغر تو مسکرا دیئے کھاکر گلے پہ تیر
ہاں موت رو پڑی علی اصغر کی گود میں

فرمایا شہ نے بابا سے کہنا میرا سلام
اے میرے لال جانا تو حیدر کی گود میں

بولی سکینہ یوں کہیں کوئی روٹھتا ہے کیا
کب تک نہ آؤگے بھلا خواہر کی گود میں

اشکِ غمِ حسین ہے آنکھوں میں اے ریاض
شبنم سحر میں جیسے ہے گُلِ تر کی گود میں

دُکھیا بانو چلاّوت ہے اصغر کا ہم سے چھرائے لیو

دُکھیا بانو چلاّوت ہے اصغر کا ہم سے چھرائے لیو
اے کربل ہم کا لٹ لیو جی بھر کے ہائے ستائے لیو

اے لال ہوئے کیوں مجھ سے خفا بتلاؤ تو اصغر میری خطا
یہ سچ ہے تمہیں پانی نہ مِلا مجبور مگر تھی یہ دُکھیا
کیوں بَن میں ماں کو چھوڑ گیو اور آ بَن گور بسائے لیو

بیٹا علی اکبر سن لو ذرا کچھ دھیان ہے چھوٹے بھائی کا
کم سِن ہے ابھی یہ ماہِ لقا ہے رات بھیانک اور صحرا
گر نیند سے ڈر کر چونک پڑے تم دھر کر ہاتھ بہلائے لیو سلائے

چھ ماہ کے سِن میں دودھ چھوٹا ماں چھوٹ گئی چھوٹا جھولا
گردن پہ ستم کا تیر لگا اُف چِلّو بھر پانی نہ مِلا
اِس ننھے سے سِن میں اے بیٹا تم کیا کیا رنج اُٹھائے لیو

وہ سوزِ عطش وہ پھول سی جاں وہ سوکھے لب وہ خشک زباں
وہ تیر چلا کر کے وہ کماں ھمت پہ تیری سب تھے حیراں
ھنستے ہوئے اے پیاسے اصغر تم تیر گلے پر کھائے لیو

ہے رات بھیانک نورِ نظر، اور سونا جنگل اے دلبر
چین آئیگا بِن ماں کیونکر غربت پہ تیری پھٹتا ہے جگر
تنہائی میں جب دم گھبرائے ماتا کو پاس بلائے لیو

کیا شوقِ شہادت تھا اصغر تھے دیر سے جھولے میں مضطر
حسرت کی نظر تھی سوئے پدر کھائی نہ ترس مجھ دُکھیا پر
آغوش میری ویراں کرکے جنگل کی گود بسائے لیو

دُکھیا بانو روکر بولی اصغر کا خالی جھولا ہے

دُکھیا بانو روکر بولی اصغر کا خالی جھولا ہے
اب کس کو جھلائے یہ مادر معصوم قبر میں سوتا ہے

زینب جب خیمے سے لیکر بے شیر کو لائی گودی میں
کہتی ہوئی شہ سے ماہیء بے آب مثل یہ تڑپتا ہے

گودی میں اُٹھاکر اصغر کو ہیں رن میں چلے کوثر والے
ہے کوئی جو دیوے نیر اسے بچہؑ چھ ماہ کا سسکتا ہے

اے کوفے والوں کیا تم میں اولاد کسی کو ہے کہ نہیں
جنت کا ضامن تم سے اِک قطرہ پانی کا چاہتا ہے

ہاتھوں میں اُٹھاکر اصغر کو شبیر نے سب کو دِکھلایا
منظر تھا ہاتھ میں شمسِ ہدیٰ کے حشر کا مشتری آیا ہے

حرمل نے ایک ناوک کھینچا ننھی گردن کو چھید لیا
شبیر کا دل تڑپا اس جا بس سمجھو قیامت برپا ہے

لیا خون اُبلتا چِلّو میں اور آسماں پر شہ نے پھینکا
کیا شان ہے ایک قطرہ بھی لہو نہ روئے زمیں پر گِرتا ہے

تب ہاتھ کو جوڑے اشارے سے کی عرض ہوں چھوٹا میں بھی شہید
برہانِ ہدیٰ نے یہ نکتہ ہم اہلِ عزا کو سنایا ہے

ہے طفل میرا عظمت والا بے دفن یہ لاشہ کیوں کر ہو
یہ سونچ کے شہ نے چھوٹی لحد کو کھود یہ بچّہ سلایا ہے

اے کرب و بلا گودی میں تیری ایک چھوٹی امانت رکھتا ہوں
رکھنا تو حفاظت سے اِنکو یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے

شبیر کے داعی برہان دیں جب آہ و بکا کی مجلس میں
پڑھتے ہیں اصغر کا مقتل ایک نقشہ سامنے آتا ہے

اے مولی غلاموں کو یہ تیرے عاشور میں تو بخشوا دینا
یہ کہہ کے شہید ہر اک شہ کے قدموں میں سر کو جھکاتا ہے

ہے رب سے دعا ہو طول بقا برہان ہدی کی لاکھوں برس
بس یہ ہی بتول کے دل میں سدا ہر لمحہ ہر آں آتا ہے

دِلِ مادر لہو کے اشک جنت میں بہاتا ہے

دہکتی ریت پر بیٹا سرِ اقدس کٹاتا ہے

نہ گذری ہے نہ گذریگی مصیبت ایسی عالم میں
وہ رب کو عرش پر بھی یہ غم کربل رُلاتا ہے

بہتر جاں لٹا دی اور لٹا دی چادرِ زینب
عجب ہی حوصلہ طف میں شہ والا دِکھاتا ہے

بہی مشکل ، قلم دو ہاتھ سقا کے ہوے رن میں
جو تھا سرور کا بازو، ہائے وہ بازو کٹاتا ہے

علی کو نزع میں آئے نظر وہ پنجتن سارے
جواں لاشہ ضعیفی میں شہ کربل اُٹھاتا ہے

لہو اصغر کا اپنے رخ پہ مَلتا ہے پدر مضطر
لحد میں لاڈلے کو ہائے رے بابا چھپاتا ہے
بں زانڈے کا سریزنے پہ ہے، ن تبے ن رکفں یں مد
قیامت خیز یہ منظر دو عالم کو ہلاتا ہے

پھلے پھولیگا دینِ مصطفی تا حشر بعمت میں
یہ سر دے کر نواسا دَین نانا کا چکاتا ہے

خدایا رکھنا صحت میں محمد کو قیامت تک
عَلم لیکر حسینی یہ الم شہ کا کراتا ہے

ملے اصغر کو داعی کی شفاعت دونوں عالم میں
غمِ شبیر میں دن رات یہ آنسوں بہاتا ہے

دن ڈھل چکا ہے شام آئی سر پر　　اے میرے ننھے سپاہی

دن ڈھل چکا ہے شام آئی سر پر　　اے میرے ننھے سپاہی
گھر تم نہ لوٹے اب ماں ہے مضطر　　اے میرے ننھے سپاہی

سنسان بن ہے تاریکیوں کا　　پھیلا ہے مقتل میں سایہ
جانے کہاں ہو ایسے میں اصغر　　اے میرے ننھے سپاہی

سونا ہوا ہے جھولا تمہارا　　ماں کو ہو کیسے گوارا
کیوں ماں سے رُوٹھے اے میرے دلبر　　اے میرے ننھے سپاہی

ماں کے دُلارے آنکھوں کے تارے　　تم سے تھا دل کو سہارا
مر جائے گی ماں سنتے ہو اصغر　　اے میرے ننھے سپاہی

تم نے تو بیٹا یوں گھر کو چھوڑا   مہماں ہو جیسے سدھارا
یادیں تمہاری اور ماں ہے اصغر   اے میرے ننھے سپاہی

جاتے ہوئے ہائے یہ بھی نہ سوچا   کیسی ہے ماں بے سہارا
خالی ہے گودی خالی ہوا گھر   اے میرے ننھے سپاہی

تمکو پکاروں یا نہ پکاروں   ہے نام لب پہ تمہارا
اے لعل میرے اے میرے اصغر   اے میرے ننھے سپاہی

لگتا ہے جیسے تم نے کہیں سے   سوتے میں ماں کو پکارا
پہلو میں تم کو ڈھونڈونگی اُٹھ کر   اے میرے ننھے سپاہی

مجھ غمزدہ کی کیا زندگانی   کیوں جیتے جی مجھ کو مارا
روتی رہونگی اب زندگی بھر   اے میرے ننھے سپاہی

شہ نے علی اصغر کو جب دفن کیا ہوگا

شہ نے علی اصغر کو جب دفن کیا ہوگا
تربت پہ چھڑکنے کو پانی نہ ملا ہوگا

کیا درد ہوا ہوگا دل میں شہِ والا کے
معصوم کی گردن پر جب تیر چلا ہوگا

آسان نہ تھا اُٹھنا معصوم کی تربت سے
جب آپ اُٹھے ہونگے دل بیٹھ گیا ہوگا

بھائی بھی برابر کا جب قتل ہوا ہوگا
لشکر کا علم شہ نے پھر کسکو دِیا ہوگا

ماں کہتی تھی رو رو کر دشمن ہے وہاں لاکھو
اکبر میرا مقتل میں کس کس سے لڑا ہوگا

بیٹا بھی برابر کا جب قتل ہوا ہوگا
لاشہ علی اکبر کا کیا شہ سے اُٹھا ہوگا

جب سامنے حاکم کے سرپیش کیئے ہونگے
رسّی میں سکینہ کا ننھا سا گلا ہوگا

سلام

قبرِ اصغر پہ مادر پُکاري گھر چلو شام ہوتي ہے اصغر
خاک پر نیند آئیگي کیوں کر گھر چلو شام ہوتي ہے اصغر

بھا گئي تیري صورت زمیں کو اور لے لِیا میرے لختِ جِگر کو
یہ نہ سوچا کہ روئیگي مادر گھر چلو شام ہوتي ہے اصغر

جلتي ریتي پہ زخمي گلا ہے چین آئیگي کیوں کر اجاني
سونے جنگل میں بستي بسائي گھر چلو شام ہوتي ہے اصغر

تیر گردن سے کیوں کر نِکالوں اب تو من کا ڈھلا ہے تمہارا
تمکو گودي میں کیوں کر اُٹھاؤں گھر چلو شام ہوتي ہے اصغر

قتل اصغر ہو گئے ویران جھولا ہو گیا

قتل اصغر ہو گئے ویران جھولا ہو گیا
ماں کے ہے ہے بین سے ویران جھولا ہو گیا

اب کہاں پاؤنگی تجھکو گود کے پالے میرے
اے علی اصغر میرے ویران جھولا ہو گیا

لوریاں دے کے میں اب کسکو سلاؤں ہے ستم
تم تو جنگل جا بسے ویران جھولا ہو گیا

ھر گھڑی کہتی ہوی جاتی ہوں جھولے کے قریب
جھولنے والے میرے ویران جھولا ہو گیا

ہو کہاں آواز دو اے میرے دلبر میرے لال
کس جگہ تم جا بسے ویران جھولا ہو گیا

کہتی تھی ایک دُکھیا اصغر میرا کہاں ہے

کہتی تھی ایک دُکھیا اصغر میرا کہاں ہے
خالی پڑا ہے جھولا اصغر میرا کہاں ہے

پھٹنے کو ہے کلیجہ آ جاؤ اب تو بیٹا
کب تک پکارے دُکھیا اصغر میرا کہاں ہے

جب جاؤنگی مدینہ میں کیا جواب دونگی
پوچھینگے لوگ مجھسے اصغر میرا کہاں ہے

اے چاند آسماں کے تو ہی مجھے بتا دے
آنکھوں کا میری تارا اصغر میرا کہاں ہے

خود جا کے ساتھ لاؤں، سینے سے میں لگاؤں
کوئی بتا دے اتنا اصغر میرا کہاں ہے

بچّہ ہے ڈر نہ جائے جلدی کوئی بتا دے
ہے ہر طرف اندھیرا اصغر میرا کہاں ہے

پانی ملے بھی مجھکو تو اب پیونگی کیسے
سوکھی زبان والا اصغر میرا کہاں ہے

ہو گئی شام گھر لوٹ آؤ

کھو گئے تُم کہاں میرے اصغر ہو گئی شام گھر لوٹ آؤ
کہہ رہی ہے یہ رورو کے مادر ہو گئی شام گھر لوٹ آؤ
میرے ننھے سِپاہی کہاں ہو بولو جنّت کے راہی کہاں ہو
راہ تکتی ہوں خیمے کے در پر ہو گئی شام گھر لوٹ آؤ
گود میں کِس کو اپنی سُلاؤں خالی جھولی ہے کِس کو جھلاؤں
پیار کِس سے کروں میں لِپٹ کر ہو گئی شام گھر لوٹ آؤ
ماں کِسے اب یہ لوری سُنائیں بوسے گالوں پہ لیکر ہنسائیں
دِل کو بہلائیں کیسے یہ مضطر ہو گئی شام گھر لوٹ آؤ
سُونے جنگل میں کیسے رہوگے ڈر لگے گا تو کِس سے کہوگے
کیسے نیند آئیگی میرے دِلبر ہو گئی شام گھر لوٹ آؤ
اب تو بس خاک ہی ہے بِچھونا اور اندھیرا تمہارا کھلونا
سوگئے خاک کی لے کے چادر ہو گئی شام گھر لوٹ آؤ

ایک قطرہ نہ پانی کا پایا　　حُرملہ نے نِشانہ بنایا
کھایا حلق پہ تیرِ سِتمگر　　ہو گئی شام گھر لوٹ آؤ

گود میں اب تو زہراء سُلائیں　　مرتضی تمکو کوثر پِلائیں
اور جھولا جھلائیں پیمبر　　ہو گئی شام گھر لوٹ آؤ

کیا کہو نگی میں جاکر مدینہ　　کیا بتائے گی سب کو سکینہ
مر گیا تیر کھا کے بِرادر　　ہو گئی شام گھر لوٹ آؤ

بھر دو اصغر جو ہے گود خالی　　در پہ آئے ہیں تیرے سوالی
آنکھ میں لے کے غم کا سمندر　　ہو گئی شام گھر لوٹ آؤ

جب یہ برہانِ دیں ذِکر کرتے　　مؤمنیں اشک آنکھوں میں بھرتے
یاد آتا ہے ہمکو وہ منظر　　ہو گئی شام گھر لوٹ آؤ

ہاتھ اُٹھا کر حُسامی دعاء کر　　دونوں مولی کی طول بقاء کر
یہ سلامت رہیں تا بہ محشر　　ہو گئی شام گھر لوٹ آؤ

ماں غمزدہ پکاری آ جاؤ پیارے اصغر

قید خانے میں یہ دیکھو ایک ماں کا حال ہے
جسکا گہوارہ ہے خالی اور لحد میں لال ہے

ماں غمزدہ پکاری آ جاؤ پیارے اصغر
مادر ہے تم پہ واری آ جاؤ پیارے اصغر

اے چاند چھپ گئے ہو بادل میں کربلا کے
جھولا پڑا ہے خالی سوئے ہو رن میں جا کے
آئیگی نیند کیسے گودی نہیں ہماری

کوئی ہمیں بتائے سوئے ہو تم کہاں پر
آنچل کا اپنے سایہ کر لینگے ہم وہاں پر
کانٹا چبھے نہ تم کو جھاڑے زمین ساری

بتلاؤ اب کسے ہم آغوش میں بٹھائیں
کس کو جھولائے جھولا کس کو گلے لگائے
کس کو سنائے لوری مادر یہ غم کی ماری

پیاسے ہی رہ گئے تم قطرہ نہ پانی پایا
ننھے گلے پہ ہائے ظالم کا تیر کھایا
پھر کیوں نہ ہم کریں یوں اے لال آہ و زاری

ڈھونڈھے کہاں کہاں پر نورِ نظر تمہیں ہم
مقتل میں ہے اندھیرا ڈھونڈھے کدھر تمہیں ہم
آجاؤ جلد بیٹا آنسوں ہے دیکھو جاری

ہم جائینگے وطن جب پوچھینگے لوگ ہم سے
خالی ہے گود کیوں کر کیوں آنکھ نم ہے غم سے
تو کہہ دے کیا یہ حالت فرقت میں ہے تمہاری

حرمت سے چھ مہینے والے کی رب عطا کر
آنگن میں پھول ننھا اُسکے بھی تو کِھلا کر
جھولی ہے جسکی خالی بھر دے میرے باری

جنت میں دست شہ پر ہم جا رہے ہیں ایسے
اصغر گئے تھے رن میں ہاتھوں پہ شہ کے جیسے
پہنچینگے ہم یقیناً پھر کیوں ہے بے قراری

ہو روزِ حشر داعی کے ساتھ شاہ کا غم
جنت کی راہ پر ہو شبیر کا ہی ماتم
اور کاندھو پہ حسامی مولی کی ہو سواری

میرے بے قصور مہماں میں صبر کہاں سے لاؤں

میرے بے قصور مہماں میں صبر کہاں سے لاؤں
تیرے غم میں جو نہ تڑپے جو جگر کہاں سے لاؤں

کیوں سوائے کربلا کے کسی اور سمت دیکھے
میری چشم آرزو میں وہ نظر کہاں سے لاؤں

میں چلا تو جاؤں کربل، پر یہ شرم روکتی ہے
کہ جو اُنکے دَر کے قابل ہو وہ سر کہاں سے لاؤں

تو کہا شاہ دیں نے بھائی، میں زراء رن تو دے دوں
کہ جو رہ سکے سلامت وہ کمر کہاں سے لاؤں

کہا ماں نے میرے بیٹا کہ جو تم بنے ہو دولہا
تیرے سر پہ باندھنے کو گلکر کہاں سے لاؤں

میرے ہر نفس ، نفس میں غمِ ابنِ مرتضی ہے
میری لب پہ مسکراہٹ ، اے قمر کہاں سے لاؤں

ننھا سا ایک سپاہی گودی میں آ رہا ہے

غربت کا بے کسی کا بادل سا چھا رہا ہے
سب کٹ گئے مجاہد خیموں میں کیا رہا ہے
ننھا سا ایک سپاہی گودی میں آ رہا ہے

خودداریوں سے لب پر آہیں ٹھر گئیں ہیں
رک رک گئی ہے سانسیں نبضیں ٹھر گئیں ہیں
ٹھرا ہوا وہ جھولا کیا دل ہلا رہا ہے

کیسی لٹی ہے بستی کیسی مِٹی ہیں جانیں
کیا شکر کر رہی ہے سوکھی ہوئی زبانیں
کیا صبر بڑھ رہا ہے کیا ضبط چھا رہا ہے

سّتّر کی موت دیکھو اور دوپہر کو دیکھو
اصغر کے سِن کو دیکھو اُسکے جگر کو دیکھو
جو دشتِ کربلا میں دولت لُٹا رہا ہے

ایسے کہیں سپاہی دیکھے نہیں اَنیلے
ماں کی طرف سے کوئی رخ کی بلائیں لے لے
پہلے پہل مجاہد میداں کو جا رہا ہے

یہ زندگی کی پہلی کروٹ ہے راس آئے
شبیر لا رہے ہیں گھر سے گلے لگائے
اور موت کا فرشتہ آنکھیں بچھا رہا ہے

سارے جہاں سے کہہ دو کون و مکاں سے کہہ دو
یہ روحِ کارواں ہے ہر کارواں سے کہہ دو
پیاسا ہے تین دن کا اور تیر کھا رہا ہے

سجّاد کی شباہت اکبر کی شان ہوتا
اے موت کاش ایسا بچّہ جوان ہوتا
دو دن کی زندگی میں تیور دِکھا رہا ہے

یاد اصغر کی جب دل جلانے لگی

یاد اصغر کی جب دل جلانے لگی
خالی جھولے کو مادر جھولانے لگی

دیکھ کر لاشِ اکبر کو شہ نے کہا
آج زینب کی محنت ٹھکانے لگی

بنت زہرا کے سر سے چھنی جب ردا
سر کے بالوں سے منہ کو چھپانے لگی

سوئے دریا سکینہ جو روتی چلی
لاش عباس کی تھرتھرانے لگی

بازوؤں میں جو زینب کے رسی بندھی
یاد عون و محمد کی آنے لگی

لاشِ نوشہ پہ کبریٰ نے رو کر کہا
اٹھو صاحب دُلہن گھر کو جانے لگی

جس کو آدم نبی نے کہا محترم
اُس کو اُمّت نبی کی ستانے لگی

یارب صغیرِ سن میں کوئی بے پدر نہ ہو

یارب صغیرِ سن میں کوئی بے پدر نہ ہو
بابا کسی کا قتل حضورِ نظر نہ ہو
بلوے میں کوئی پردہ نشیں ننگے سر نہ ہو
پردیس میں یتیم کوئی در بدر نہ ہو
قیدی ہوئی، پدر سے چھوٹی، بھائی مر گئے
یہ سارے دکھ سکینہ کے اوپر گذر گئے

مراثی

مرثیہ

اصغر کو لیکے جب چلے سُلطانِ کربلاء
دامن عبا کا شاہ نے اُسکو اُڑھا دِیا
بیٹے کا ماتھا چومکے مادر نے یوں کہا
اے لال میرے جا تیرا حافظ ہے اَب خُدا

ہاں رن سے لَوٹ کر میري جاں جَلد آئیو
پھر آکے ماں کو چاند سي صورة دِکھائیو

ہاتھوں پہ اُسکو لیکے جو نکلے شہِ ہُدی
آپس میں سب یہ کہنے لگي فوجِ اشقِیا
قرآن لا رہے ہیں شہنشاہِ کربلاء
شاید حُسین چاہتے ہیں ہم سے یہ فیصلہ
اَب دیر کیا ہے بھُوکے پیاسے کو مار لو
جلدي کرو نبي کے نواسے کو مار لو

اعداء سے پھر یہ کہنے لگے شاہِ خوش خِصال
لے کر تُمہارے پاس میں آیا ہوں اِک سُؤال
پیاسا ہے تین روز سے یہ میرا نَو نِہال
اِس بے زُباں کا کُچھ تو تُمہیں چاہئیے خیال

دیتا ہوں تُم کو ساقیِٔ کوثر کا واسطہ
پانی پِلادو اِسکو پیمبر کا واسطہ

یہ بات سُن کے ہنسنے لگے اَشقیا تمام
بیٹے سے تب یہ شاہِ اُمم نے کِیا کلام
آتا نہیں یقیں اِنہیں اے میرے لالہ فام
تُم بھی تو اَپنی پیاس کی حُجّت کرو تمام

سُوکھی زُباں نِکال کے اَپنی دِکھاؤ تُم
پیاسا ہوں تین دِن سے اِنہیں یہ بتاؤ تُم

گھبرا گیا یہ حال دلِ سَعَد دیکھکر
یہ حُرملہ سے کہنے لگا تب وہ کینہ ور
کیوں دیکھتا ہے، فوج میں کیسا ہے شور و شر
بچّے کو کر تمام ابھي تیر مار کر

اِس وقت تُو جو شاہِ اُمم کو رُلائیگا
جاکر اَمیرِ شام سے اِنعام پائیگا

روئینگے اِس بیان کو سُن کر جوان و پیر
کہنے لگا حسین سے وہ ظالِمِ شریر
میں جانتا ہوں پیاس سے بے تاب ہے صغیر
یہ کہہ کے حُرملہ نے چڑھایا کماں میں تیر

خوں بہِ گیا گلے سے اُس نور عین کا
بچّے کا حلق چھد گیا بازو حسین کا

بولے حسین ظالموں یہ تُم نے کیا کِیا
کیا خوب میرے بچّے کو پانی پلِا دِیا
معصوم بے زُبان تھا یہ اُسکی تھی کیا خطاء
ظُلم و سِتم یہ کونسے مذہب میں ہے رواں

آلِ نبی کا آج جو تُم خوں بَہاؤ گے
مِحشر کے دِن رسول کو کیا مُنھ دِکھاؤ گے

رورو کے پھر یہ شاہِ اُمم نے کِیا خطاب
بیٹا میں تُم کو خیمے سے لایا تھا بہرِ آب
اصغر تُمہاری ماں کو میں اب دُونگا کیا جواب
منّت کوئی بڑھانے نہ پائی وہ دِل کباب

افسوس ہے یہ کہ نہ سکے کُچھ زُبان سے
کھاکر گلے پہ تیر سِدھارے جہان سے

مقتل کي سمت روتے چلے شاہِ کربلاء
ننھي سي قبر کھود کے اصغر کو رکھ دِیا
لاشے کے پاس آکے یہ اکبر کو دي صدا
بیٹا تیرے حوالے ہے یہ میرا مِہ لقا

ایذا نہ کوئي پہنچے میرے خوش خِصال کو
تیرے سُپُورد کرتا ہوں بانو کے لعل کو

اصغر کو دفن کر کے جو آئے شہِ انام
بانو نے تب یہ شاہِ اُمم سے کِیا کلام
بچّے کو چھوڑ آئے کہاں آپ یا اِمام
آنسوں بہا کے کہنے لگے شاہِ نیک نام

بانو تُمہارا ہنسلیوں والا گُذر گیا
گردن پے تیر کھاتے ہي معصوم مرگیا

دامن پکڑ کے بالي سکینہ نے یوں کہا
بابا بتایئے میرا بھائي کہاں گیا
بولے حسین جانبِ مُلکِ بقا گیا
بِسؔمِل بیاں میں کیسے کروں غم کا ماجرا

حور و ملک بھي روتے ہیں یہ غم کا جوش تھا
بے شیر کے الم میں کسي کو نہ ہوش تھا

نوحہ

جب چلے اصغر کو اپنی گود میں لیکر حسین
دیکھتے جاتے تھے رو رو کر رُخِ انور حسین

آئی زینب لے کے ششماہے کو بھائی کے قریں
بولی اے بھائی ہمیں پانی مِلے نہ غم نہیں
تِلمِلاتا ہے بِنا پانی کے یہ طِفلِ حزیں
خوف ہے کہ پیاس سے نہ دم نِکل جائے کہیں
گھونٹ پانی کا اِسے پِلوایئے جاکر حسین

مؤمنوں سونچو کہ اُن لمہوں کا تھا کیسا سماں
دھوپ کي شِدّت سے جیسے کہ جُھلستا ہو جہاں
ایسے میں آتے ہیں سرور دشمنوں کے درمیاں
چاندسي صورة کوکرکے اپنے دامن میں نِہاں
کیا کہیں کیسے کہیں ہے سونچ کر مُضطر حسین

کربلاء میں گنجي شاہِ کربلا کي یہ پُکار
خون کے پیاسے ہو تُم میرے ، ہے ہم پہ آشکار
یہ میرا نازوں کا پالا ہے ابھي تو شیرخوار
کیا بھلا اِسکي خطاء ہے پیاس سے ہے بے قرار
ضبط اپنے آنسؤوں کو کرتے ہیں کیونکر حسین

ہاتھوں پہ اصغرِ کو اُونچا کرکے یہ شِہ نے کہا
صاحِبِ اولاد تُم میں سے نہیں کوئ بھي کیا
گر پِلائگا کوئ تُم میں سے قطرہ آب کا
دیتا ہوں میں یہ ضمانت خُلد میں وہ جائے گا
جام ہاتھوں سے پِلائینگے لبِ کوثر حسین

رحم نہ آیا کِسي کو دیکھ کر بچّے کا حال
نہ کِسي کا دِل دُکھا اور نہ کِسي کو تھا ملال
سبطِ پیغمبر کرے ایک گھونٹ پاني کا سوال
اور اُمّت اُس پیمبر کي کرے نہ کُچھ خیال
دیکھتے ہیں یاس سے ہر سُو بہ چشمِ تر حسین

ظالموں کي سمط سے ایک تیر کُچھ ایسا چلا
دِل تڑپ اُٹھے الم سے کانپ اُٹھي کربلا
چِھد گیا وہ تیر سے معصوم کا ننھا گلا
چل بسا پیاسا جہاں سے ہائے گودي کا پلا
داغ فُرقة کا لگا ہے اور اِک دِل پر حسین

لاشۂ بے شیر ہاتھوں پر لیئے شاہِ زمن
دیکھتے ہیں سُوئے خیمہ اور کبھي سُوئے وطن
کون ہے جو کھود کر ننھي لحد کر دے دفن
نہ رہے بیٹے بِرادر نہ رہے اِبنِ حسن
خود ہي دفناتے ہیں رن میں لاشۂ دِلبر حسین

بہرِ سیف دیں دعاء یارب میري کرنا قَبول
ہو عليِ اصغر کے صدقے میں مُرادوں کا حصول
میرے آنگن میں بھي بس کِھل جائے اِک ننھا سا پھول
مُجھ پہ بھي ہو جائے رحمہ اور مسرّت کا نُزول
یہ عزآدار آس لے کر آیا ہے در پر حسین

جب رن میں حسین اصغر بے شیر کو لائے

جب رن میں حسین اصغرِ بے شیر کو لائے
لختِ جگرِ بانوئے دلگیر کو لائے
جلاّدوں میں اُس صاحبِ توقیر کو لائے
ہاتھوں پہ دھرے چاند سی تصویر کو لائے
غل پڑ گیا دیکھو شہ والا کے پسر کو
خورشید نے ہاتھوں پہ اُٹھایا ہے قمر کو

اعدا کو دِکھاتے ہیں منہ اُس کا شہ خوشخو
میداں میں تجلی ہے مہ و مہر کی ہر سو
جاری ہیں ہر اک صاحبِ اولاد کے آنسوں
کھولے ہیں دہن مثل صدف اصغر مہ رو
پیاسا ہے پسر اشکوں سے منہ دھوتے ہیں شبیر
بچےّ کے طرف تکتے ہیں اور روتے ہیں شبیر

فرماتے ہیں غنچہ دہن اے میرے پیا سے
بتلاؤ مجھے کیا میں کہوں اہلِ جفا سے
گویا نہیں اِس وقت زباں فرط حیا سے
کچھ میں نے جو مانگا ہے تو مانگا ہے خدا سے
بے پانی کے مانگے عرقِ شرم میں تر ہوں
مختار جو کوثر کا ہے میں اُسکا پسر ہوں

شبیر نے اُس چاند کو ہاتھوں پہ اُٹھایا
چلّے سے کماندار نے واں تیر ملایا
خم ہو کے اِسے مثلِ کماں شہ نے بچایا
مانندِ اجل ناوکِ ظلم و ستم آیا
شبیر چھپاتے رہے نازوں کے پلے کو
بازو پہ لگا توڑ کے ننھے سے گلے کو

حلقہ تو وہ دو ٹانک کا اور تیر ِسہ پہلو
دل سہم گیا چونک پڑے اصغر مہ رو
گردن سے لہو بہنے لگا آنکھو سے آنسوں
منہ کھل گیا تھرانے لگے ننھے سے بازو
گل رنگ ہوا طوق گلو خون میں بھر کر
ریتی پہ کڑے گِر پڑے ہاتھوں سے اُتر کر

مچھلی سا جو ہاتھوں پہ تڑپتا تھا وہ بے شیر
بے تاب تھے بچّے کو لیئے حضرتِ شبیر
جب خوں نہ ہوا بند گلے سے کسی تدبیر
چُلّو سے لگے پھینکنے سوئے فلکِ پیر
اُس خوں کو ملک لے گئے افلاک کے اوپر
لکھا ہے کہ قطرہ نہ گرا خاک کے اوپر

جب تیر کو معصوم کی گردن سے نکالا
دنیا سے سفر کر گیا وہ ہنسلیوں والا
چِلّا کے عجب درد سے روئے شہ والا
نزدیک تھا ہو جائے کلیجہ تہ و بالا
غل تھا کی اب اُمّت کا نگہبان علی ہے
فریاد کو زہرا طرفِ عرش چلی ہے

شہ لاش کو ہاتھوں میں اُٹھاکر یہ پکارے
اے بارِ خدا خلق سے اصغر بھی سدھارے
صد شکر کہ تونے میرے سب کام سنوارے
کچھ اور پےئے نذر نہ تھا پاس ہمارے
یہ ہے پسرِ صاحبِ معراج کا ھدیہ
مقبول ہو اِس بندہء محتاج کا ھدیہ

گردوں سے صدا آئی کہ اے فخرِ خلائق
رتبہ ہے تیرا صبر میں ایّوب سے فائق
تھا تیرے سوی کوئی نہ اِس کام کہ لائق
ہے شوق ہمارا تجھے ہم ہیں تیرے شائق
باقی فقط اک مرحلہء خنجرِ کیں ہے
اب وصل کا معشوق کے ہنگامِ قریں ہے

سن کے یہ صدا گردن تسلیم جھکائی
تلوار سے کھودی لحد اور لاش لِٹائی
جب خاک میں وہ چاند سی تصویر چھپائی
تعویذ پہ منہ رکھ دیا رِقّت بہت آئی
چلاّئے کہ ڈر ڈر کے نہ رونا علی اصغر
ہم آتے ہیں آرام سے سونا علی اصغر

فرمایا کہ اے خاک امانت سے خبردار
بانوئے دل افگار کی دولت سے خبردار
لختِ جگر شاہِ ولایت سے خبردار
اِس بندہء بے کس کی بضاعت سے خبردار
یہ گوہر نایاب ہے پاکیزہ صدف کا
سونپا ہیں تجھے میں نے نگیں دُرِّ نجف کا

مڑکر شہِ والا نے جو دیکھا تو یہ دیکھا
اک حشر مرازِ علی اصغر پہ ہے برپا
سر کھولے ہوے پیٹتی ہے دخترِ زہرا
کہتی ہے سکینہ میرے بھیا میرے بھیا
بانوئے حزیں چاک گریبان کیئے ہیں
چھاتی کے تلے ننہی سی تربت کو لیئے ہیں

چلاّتی ہے ، اصغر مجھے آواز سناؤ
تربت میں اندھیرا ہے میری گود میں آؤ
قربان گئی ننھے سے ہاتھوں کو اُٹھاؤ
مر جائیگی ماں خاک سے منہ کو نہ چھپاؤ
تھا میں نے تو سبطِ شہ لولاک کو سونپا
شبیر نے ہاں لا کے تمہیں خاک کو سونپا

واں نالہء زہرا سے فلک تھا تہ و بالا
یاں پہلوئے سرور پہ لگا ظلم کا بھالا
ہلنے لگا جو عرش فرشتوں نے سنبھالا
چلاّتی تھی وہ ہائے میری گود کا پالا
حیدر کے تو نالے گئے افلاک کے اوپر
اور تاجِ سرِ عرش گِرا خاک کے اوپر

نوحہ

سوئے ہو کہاں جا کے میرے اصغرِ ناداں
ماں کب سے کھڑي خیمے کے در پر ہے پریشاں

جانے سے تیرے خالي ہوئي گود اے بیٹا
تُو جب سے گیا لُٹ گئي ارمانوں کي دنیا
کِس پیار سے پالا تھا تجھے ماں تیرے قرباں

جاؤں تو کہاں جاؤں میري آنکھوں کے تارے
رونے کو میں زِندہ رہي اے راج دُلارے
ہر لمحہ تیري یاد میں تڑپیگي یہ امّاں

بے چین تیرا پیاس سے جھولے میں تڑپنا
اور باپ کي آغوش میں آتے ہي مچلنا
یاد آتا ہے بیٹا تو تڑپ جاتي ہے امّاں

پردیس میں لِکھي تھي تیري بیٹا جُدائیٔ
قسمت نے گھڑي کیسي مصیبت کي دِکھائیٔ
ظلم نے تجھے مارا نہیں مر گئیٔ امّاں

پھٹتا ہے جِگر دیکھ کے جھولا تیرا اصغر
اے لعل مجھے جیتے جي چین آئیگا کیوں کر
یہ سوچ کے اے جانِ جِگر میں ہوں پریشاں

میداں کي طرف دیکھ کے بانوں یوں پُکاري
پردیس میں یوں لُٹ گئیٔ یہ درد کي ماري
گھربار لُٹا ہوگئیٔ ماں بےسر و ساماں

اللہ رے پیاسا ہي گیا دنیا سے اصغر
حیؔدر غمِ اصغر میں یوں کہتي رہي مادر
اے لعل تیرے بعد میرا دِل ہوا ویراں

گہوارے سے حسین جو اصغر کو لے چلے

گہوارے سے حسین جو اصغر کو لے چلے
ہاتھوں پہ رکھ کے فدیہ داور کو لے چلے
بادل میں شام کے مہِ انور کو لے چلے
چلاّئی ماں کہاں میرے دلبر کو لے چلے
فارغ ابھی نہیں ہوئی اکبر کے داغ سے
کچھ روشنی ہے گھر میں میرے اِس چراغ سے

للہ میرے گل کو نہ خارو میں لے کے جاؤ
ننھی سی جان کو نہ ہزاروں میں لے کے جاؤ
اِک مور ناتواں کو نہ ماروں میں لے کے جاؤ
بے شیر کو نہ تیغوں کی دھاروں میں لے کے جاؤ
جنگل میں لے نہ جاؤ یہ نازوں کا پلا ہے
میں نے انہیں ابھی نہیں گھر سے نکالا ہے

جھولے سے کیوں اُٹھا لیا دُکھتا ہے میرا دل
سوتے سے کیوں جگا دیا دُکھتا ہے میرا دل
چادر سے کیوں چھپا لیا دُکھتا ہے میرا دل
سینے سے کیوں لگا لیا دُکھتا ہے میرا دل
وَسواس مجھکو آتا ہے کیا دیکھتے ہیں آپ
کیوں بار بار اِسکا گلا دیکھتے ہیں آپ

دیکھو تو میری شکل کو کِس طرح تکتا ہے
گودی میں میری آنے کو کیسا ہمکتا ہے
ناچار ہے کہ منہ سے نہیں بول سکتا ہے
لیکن یہ ننھے ہاتھوں کو ہر دم پٹکتا ہے
بِن دودھ اِسکو دیکھ کے آنکھیں بھر آتی ہیں
جاتا نہیں یہ جان میری نکلی جاتی ہے

گذری میں پانی سے اِسے لے کے نہ جایئے
پیاسا ہی جی رہیگا نہ پانی پلایئے
اِسکی تو شکل بھی نہ کِسی کو دِکھایئے
اِس غنچہ لب کو یہاں نہ ہَوا بھی لگایئے
احسان ہوگا آپکا مجھ دل ملول پر
میں واری اِسکو بھیج دو قبرِ رسول پر

بانو کے اِس بیان سے گھبرائے شاہِ دیں
آخر قریب فوج کے لے آئے شاہِ دیں
بچےّ کو رکھ کے ہاتھوں پہ چلاّئے شاہِ دیں
یاروں سمجھ لو جو تمہیں سمجھائے شاہِ دیں
کچھ تو خیال چاہیئے ننہی سی جان کا
بتلاؤ کیا قصور ہیں اِس بے زبان کا

یہ سن کے حرملہ نے اُٹھایا کمان کو
ٹاکا خطا شعار نے ننھی سی جان کو
مارا خدنگ شاہ کے ابرو کمان کو
ھئے ھئے مٹایا بانو کے نام و نشان کو
چلاّئی موت ہائے نہ تجھکو امان دی
بچےّ نے سہم سہم کے ہاتھوں پہ جان دی

شہ نے سوائے شکر زباں سے نہ کچھ کہا
چاند اپنا زیرِ خاک چھپایا بصد بکا
تربت سے اُٹھ کے آپ نے خیمے کا رُخ کیا
لیکن قدم نہ آگے کو اُٹھتے تھے مطلقا
کہتے تھے کیا کہونگا جو بچےّ کو مانگے گی
بانو ضرور ہنسلیوں والے کو مانگے گی

پہنچے غرض کہ تا درِ خیمہ بہ حالِ زار
آئی جو بانو دیکھ کے شرمائے بار بار
گردن جھکا کے کہنے لگے شاہِ نام دار
لو شہر بانو بَن گیا اصغر کا بھی مزار
ناسور پڑ گیا ہے دلِ دردناک میں
بانو تیری کمائی ملی آج خاک میں

بانو وہ تیرا ہنسلیوں والا گذر گیا
بانو وہ تیری گود کا پالا گذر گیا
بانو وہ تیرے گھر کا اُجالا گذر گیا
بانو وہ تیرا جھولنے والا گذر گیا
نہ اب وہ چونکتے ہیں نہ ہر دم مچلتے ہیں
فردوس میں وہ حوروں کی گودی میں پلتے ہیں

چلاّئی بانو ہائے میرے نا مراد آئے

کِن جنگلوں میں بانو تمہیں ڈھونڈنے کو جائے

تم گھٹنیوں بھی گھر میں ہمارے نہ چلنے پائے

خیمے سے جا کے شکل نہ ماں کو دِکھانے آئے

مجھ سے بچھڑ کے پیاس کے مارے چلے گئے

کِس ماں کی گود میں میرے پیارے چلے گئے

جھولا تمہارا خالی ہے کِس کو جھلاؤں میں

دے دے کے لوریاں کسے شب کو سناؤں میں

تڑپیگا دل تو کِس کو گلے سے لگاؤں میں

رکھ رکھ کے ہاتھ ہونٹوں پہ کس کو ھنساؤں میں

دادی کے پاس خلد میں تنہا چلے گئے

ھئے ھئے نہ ساتھ پالنے والی کو لے گئے

بانو کے اِس بیان نے شہ کو رُلا دیا
رخصت جو ہو کے رن میں گئے سر کٹا دیا
بس اے شریف حشر کا ساماں دِکھا دیا
شیعوں نے آج اشکوں کا دریا بہا دیا
کر عرض شہ سے دل میرا خُرسَنُد کیجیئے
اصغر کے صدقے سے کوئی فرزند دیجیئے

ننھے شہید اصغر نفسی فداء علیکم

ننھے شہید اصغر یوں چل دیئے کہاں تم
آنسوں رُکے نہ میرے ، دل میں اُٹھے تلاطم
کھا کر بھی تیر کیا خوب کرتے رہے تبسم
نفسی فداء علیکم ،نفسی فداء علیکم

ننھے شہید اصغر نفسی فداء علیکم

چھ٦ ماہ کے سپاہی ہے شان تیری اکبر
رو رو کے کہہ دیا کہ مجھکو رزا دو سرور
میں بھی فداء ہو جاؤں اے بابا جان تم پر
بخشو یہ رتبہ اعلی گرچہ ہوں سِن میں اصغر

ننھے شہید اصغر نفسی فداء علیکم

پانی کی تھی نہ خواہش ، پانی تھی بس شہادت
جنت کی گود میں ہی پالی ہے تمنے جنت
اِس گود کے وسیلہ کرنا اے مولی ِمنت
بچّوں پے بابا مشفق کرنا کرم کی نظرت

ننھے شہید اصغر نفسی فداء علیکم

آغوش میں پدر کے امید تونے پالی
مثلِ پدر اے اصغر ہے شاں تیری نرالی
اُن جھولیوں کو بھر دو جنکی ہے گود خالی
رہوے نہ کوئی خالی جسنے تیری دعاء لی

ننھے شہید اصغر نفسی فداء علیکم

پھینکا جو خوں سماء پر اِک فعل تھا نمایا
اپنے میں قطرہ قطرہ آسماں نے ہے سمایا
کیا مرتبہ بلند ہے اعلی ہے یہ بتایا
شبیر کو یقیں تھا عینُ الیقین پایا

ننھے شہید اصغر نفسی فداء علیکم

چھوٹی سی قبر ہاتھوں سے اپنے جو ہے کھودی
خالی ہوا ہے جھولا خالی ہوئی ہے گودی
روتے حسین آئے ماں نے اُمید کھو دی
لپٹی سکینہ اُن سے ، بھر بھر کے بانو رو دی
ننھے شہید اصغر نفسی فداء علیکم

اصغر کا ہے وسیلہ شبیر کی ہے حرمت
وہ آخری دعاء اور ہے آخری وہ سجدۃ
مولی کی ہو بقاء طول رہوے وہ تا قیامت
رہوے وہ تندرست اور رہوے سدا سلامت
اے سیف دین سرور نفسی فداء علیکم

شمر و یزید پر اور اُنکے مثل پے لعنت
برباد ہووے دشمن اور ہووے اُنکی ذِلت
فتحِ مبیں کے پرچم ہووے بلند رأیت
مولی دِکھاوے جلدی یہ حیدریۃ قوّت
اے سیف دین سرور نفسی فداء علیکم

تسنیم مانگتی جا سیف الہدی سے ہر دم

آنسوں رُکے نہ تیرے دل میں سدا ہو یہ غم

لب پر ہو "یا حسینا" اور قلب پر ہو ماتم

طاعت میں خدمتوں میں حب میں ہی نکلے یہ دم

اے سیف دین سرور نفسی فداء علیکم

ازقلم :ــ تسنیم بہن صاحبة بنت شہزادہ قائد جوہر بائي صاحب عزالدین دم

۲٤ ذالقعدة الحرام ١٤٣٦ھ ممبئي

ہر اک قدم پہ سوچتے تھے سبطِ مصطفی

ہر اک قدم پہ سوچتے تھے سبطِ مصطفی
لے تو چلا ہوں فوجِ عمر سے کہونگا کیا
نہ مانگنا ہی آتا ہے مجھکو نہ التجا
مِنّت بھی گر کرونگا تو کیا دینگے وہ بھلا
پانی کے واسطے نہ سنینگے عدو میری
بچّے کی جان جائیگی اور آبرو میری

پہنچے قریب فوج کے تو گھبرا کے رہ گئے
چاہا کریں سوٌال پہ شرما کے رہ گئے
غیرت سے رنگ فق ہوا تھرّا کے رہ گئے
چادر پسر کے چہرے سے سرکا کے رہ گئے
نظریں جھکا کے بولے کہ یہ ہمکو لائے ہیں
اصغر تمہارے پاس غرض لے کے آئے ہیں

یہ کون بے زباں ہے تمہیں کچھ خیال ہے
دُرِّ نجف ہے بانوئے بے کس کا لال ہے
لو مان لو تمہیں قسم ذو الجلال ہے
یثریب کے شاہزدے کا پہلا سؤال ہے
پوتا علی کا تم سے طلبگارِ آب ہے
دے دو کہ اُس میں ناموَری ہے ثواب ہے

گر میں بقول شمر و عمر ہوں گناہ گار
یہ تو نہیں کسی کے بھی آگئے قصوروار
شش ماہا ہے زبان نبی زادہ شیر خوار
ہشتم سے سب کے ساتھ یہ پیاسا ہے بے قرار
سِن ہے جو کم تو پیاس کی شدّت زیادہ ہے
مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے

پھر ہونٹ بے زبان کے چومے جھکا کے سر
روکر کہا جو کہنا تھا سب کہہ چکا پدر
باقی نہیں ہے بات کوئی میرے اے پسر
سوکھی زبان تم ہی دِکھا دو نکال کر
پھیری زباں لبوں پہ جو اُس نورِ عین نے
تھرا کے آسمان کو دیکھا حسین نے

یاں آسماں پہ شہ کی نظر تھی اور اُس طرف
حلقوم بے زبان بنا تیر کا ھدف
چِلّو میں لے کے خون وہ شہزادہء نجف
مَلتا تھا اپنے چہرے پہ افسوس اَلاسف
تب بے زباں نے ھچکی سی لی اور گذر گئے
معصوم پیاسے باپ کی گودی میں مر گئے

ماتمی نوحے

اصغرِ معصوم تیرا جھولنا　　اصغرِ معصوم تیرا جھولنا

لشکرِ شبیر کی ہے شان تیرا جھولنا　　بانو و زینب کو جِس پہ مان تیرا جھولنا

ہو گیا اِسلام پہ قربان تیرا جھولنا　　کر گیا پُختہ میرا اِیمان تیرا جھولنا

اصغرِ معصوم تیرا جھولنا

کِس نے کہا ہے کہ فقط جھولا تیرا جھولنا　　چھوٹے سے بچّے کا ہے بِہلاوا تیرا جھولنا

سچ تو یہ ہے دِین کا گِہوارہ تیرا جھولنا　　حیدری شانات کا نظارہ تیرا جھولنا

اصغرِ معصوم تیرا جھولنا

اَشقیا تجھ کو ستائے روئے تیرا جھولنا　　بے زُباں کُچھ کہہ نہ پائے روئے تیرا جھولنا

پیاس میں تُو تِلمِلائے روئے تیرا جھولنا　　تُو جو اِک آنسو بہائے روئے تیرا جھولنا

اصغرِ معصوم تیرا جھولنا

راس نہ آیا تُجھے بے شیر تیرا جھولنا　　بن گیا اُجڑی ہوئی تقدیر تیرا جھولنا

کربلاء میں ظلم کی تصویر تیرا جھولنا　　ڈھونڈتی ہے مادر و ہمشیر تیرا جھولنا

اصغرِ معصوم تیرا جھولنا

اصغرِ معصوم تیرا چھوٹ چلا جھولنا　　تیر لگا قتل ہوا ختم ہوا جھولنا

بن گئی خاکِ زمینِ کرب و بلاء جھولنا　　خُلد میں اب جھولنا وہ فاطمہ کا جھولنا

روتا ہے تجھ کو اے میرے تشنہ دہن جھولنا ڈھونڈتا رہتا ہے تیرا ننّھا بدن جھولنا

شِہ نے بنایا ہے تیرا گور و کفن جھولنا تُو جو نہیں کِس کو جھلائے گی بہن جھولنا

اصغرِ معصوم تیرا جھولنا

ہائے رے بانو کو تیرا یاد آئے جھولنا کیسے سکینہ وہ تیرا بھول جائے جھولنا

بِن تیرے اُجڑا ہوا ہر پل رُلائے جھولنا ہر گھڑی سیدانیوں کا دل دُکھائے جھولنا

اصغرِ معصوم تیرا جھولنا

روئیگی دنیا ہمیشہ ننّھے سے مظلوم کو کربلا کے جھولنے والے شہِ معصوم کو

خالی ہوا تجھ سے جو گہوارہِ محروم کو اُجڑی ہوئی گود کو وہ مادرِ مغموم کو

اصغرِ معصوم تیرا جھولنا

اُجڑے ہوئے جھولنے کا صدقہ مِلے یا حسین ماں سِوا اِس غم کے کوئی غم نہ مِلے یا حسین

جیتے جی اَولاد کا نہ صدمہ مِلے یا حسین سوکھی ہوئی ڈال کو بھی غُنچہ مِلے یا حسین

اصغرِ معصوم تیرا جھولنا

عرض میری صاحِبِ تطہیر لے لو یا حسین ذاکرہ کا پُرسہءِ بے شیر لے لو یا حسین

پیش کِیا نوحہءِ دِلگیر لے لو یا حسین خون میں ڈوبی ہوئی تحریر لے لو یا حسین

اصغرِ معصوم تیرا جھولنا

ای وائے اصغر لاڈلیا

ای وائے اصغر لاڈلیا ای وائے اصغر لاڈلیا
بانو کے بدرِ منیر وائے اصغر لاڈلیا

مانگا اصغر میں نے پانی دیتے نہیں یہ ظلم کے بانی
کونسی ہے تقصیر وائے اصغر لاڈلیا

سوکھی زباں تم اُن کو دِکھادو پیاسا ہوں میں اُن کو بتادو
نکلی زباں بے شیر وائے اصغر لاڈلیا

حرملہ سے بولا ظالم خیمے میں اصغر جائے نہ سالم
بنا نِشانے تیر وائے اصغر لاڈلیا

تم سے کہوں میں اُس نے کِیا کیا ناوک کو چلو سے ملایا
پھینکا نِشانے تیر وائے اصغر لاڈلیا

مادر کھڑی ہے خیمے کے در پر آئیگا میرا ننھا سا اصغر
پی کر اَبھی وہ نیر وائے اصغر لاڈلیا

اُجڑ گیا ہے جھولا تیرا رباب ہر سو اب ہے اندھیرا
کیسے کہے شبیر وائے اصغر لاڈلیا

سکینہ بن میں دیتی صدا ہے بھائی تو لینے نیر گیا ہے
کیوں کر ہوئی تاخیر وائے اصغر لاڈلیا

ننھے سے ہنسلیوں والے کے صدقے   گودی اے رب تو ہماری بھر دے
در پہ ہے تیرے فقیر وائے اصغر لاڈلیا

برہان دیں محزون ہے غم میں ننھے مجاہد کے ماتم میں
کہتے ہیں طفلِ صغیر وائے اصغر لاڈلیا

تشنہ دہن حسین غریب الوطن حسین

تشنہ دہن حسین غریب الوطن حسین
غربت میں تین روز رہے بے کفن حسین

بے شیر کو گلے سے لگایا مگر نہ روئے
تلوار سے مزار بنایا مگر نہ روئے
لاشہ جواں کا رن سے اُٹھایا مگر نہ روئے
یہ صبر تھا کہ گھر کو لٹایا مگر نہ روئے
دشتِ ستم میں لٹ گیا سارا چمن حسین

ننھا سا چاند کھو گیا پانی کے واسطے
چہرے کو خوں میں دھو گیا پانی کے واسطے
عالم سیاہ ہو گیا پانی کے واسطے
بچہ لحد میں سو گیا پانی کے واسطے
خاکِ شفا میں مِل گئی سب انجمن حسین

چھوڑا فرس کو خاک کے بستر کے سامنے
شاکر رہے خدا پہ مقدر کے سامنے
سوکھے گلے کو رکھ دِیا خنجر کے سامنے
غربت میں ذبح ہو گیا خواہر کے سامنے
ہے دشتِ کربلا میں چراغِ وطن حسین

خوں دل کا ہو چکا ہے زمانہ بدل نہ جائے
اصغرِ لہو کو دودھ کے بدلے نگل نہ جائے
مولی یہ غم تھا موت سے بچہ دَھل نہ جائے
ناوک کے ساتھ ساتھ کہیں دم نکل نہ جائے
مِٹتا ہے دشت کیں میں نبی کا چمن حسین

مظلومیت کی فتح دِکھاتے رہے حسین
خوش ہو کے آنسوؤں کو بہاتے رہے حسین
مرضیء حق کو دل سے لگاتے رہے حسین
اصغرِ کی قبر رن میں بناتے رہے حسین
خاکِ شفا میں مِل گئی سب انجمن حسین

اکبر کو دے دِیا علی اصغر کو دے دِیا
راہِ خدا میں اپنے بھرے گھر کو دے دیا
گردن کا خون شمر کے خنجر کو دے دیا
مر کر نِشان فتح بہتر کو دے دِیا
دشتِ ستم میں لٹ گیا سارا چمن حسین

جھولا تیرا جھولائیگی اصغر ماں ساری رات

جھولا تیرا جھولائیگی اصغر ماں ساری رات
اور اشک ہی بہائیگی اصغر ماں ساری رات

ننھے گلے پہ کل تجھے مارینگے اِک تیر
غم دل سے یہ لگائیگی اصغرماں ساری رات

نیند آئے تجھکو چین سے بستر میں خاک کے
آغوش میں سلائیگی اصغر ماں ساری رات

آئیگی خوشبو جب تیری مادر کی گود سے
سانسوں میں یہ سمائیگی اصغرماں ساری رات

آلِ رسول کو بہت یاد آئیگی تیری
دل کو مگر منائیگی اصغر ماں ساری رات

مرجھائیگا یہ دھوپ میں غنچہ بتول کا
چادر تجھے اُڑھائیگی اصغر ماں ساری رات

تیرے طفیل گود نہ خالی رہے کوئی
رب کو دعا سنائیگی اصغر ماں ساری رات

غم کی جمالی ذکر سن برہان الدیں سے یہ
کس طرح سے بِتائگی اصغر ماں ساری رات

جھولو معصوم تشنہ دہن جھولنا

جھولو معصوم تشنہ دہن جھولنا
کربلا میں جھولیئے بہن جھولنا

بہن کو ننھا سا بھائی جو یاد آتا تھا
لپٹ کے جھولے سے یوں کرتی تھی تڑپ کے بکا
کہاں گیا میرا معصوم ھنسلیوں والا
چھپا ہے کونسی بدلی میں جا کے چاند میرا
او خدا او خدا وہ کہاں چل دیا
اب جھلائیگی کسکو بہن جھولنا

کہاں چلے گئے تم ہم کو چھوڑ کر اصغر
نہیں ہو تم تو ہے سونا تمام گھر اصغر
تمہارے رنج و الم کا ہے یہ اثر اصغر
کلیجہ چاک ہے صد پارہ ہے جگر اصغر
دل کا یہ حال ہے غم سے پامال ہے
خالی ہے اے گلبدن جھولنا

حسین آئے جو خیمے میں سر جھکائے ہوئے
پسر کا ننھا سا لاشہ گلے لگائے ہوئے
عبا کا دامنِ آلودہ خوں اڑھائے ہوئے
نگاہ کھوئی ہوئی اشک ڈبڈبائے ہوئے
صرف یہ کہہ سکے اے میرے لاڈلے
اب بنے گا تمہارا کفن جھولنا

ہوئی وداع جو خیمے سے لاش اصغر کی
کھچ آئی دیدۂ پر نم میں جان مادر کی
دِکھائے کس کو تڑپ اپنے قلبِ مضطر کی
یہ کہہ رہی تھی زباں ماتا کے تیور کی
میرے دل کے قرار جثۂ شیر خوار
قبر میں جا کے اے گلبدن جھولنا

وفورِ غم سے تڑپتی تھی زینب و کلثوم
پچھاڑے کھاتی تھی خیمے میں بانوئے مغموم
زباں پہ بس یہ سخن تھا اے قادرِ قیّوم
اندھیری قبر میں گھبرائیگا میرا معصوم
جا کے حورِ جناں دے اُسے لوریاں
اور جھولے میرا خستہ تن جھولنا

ستم ستم مجھے اہلِ جفا نے لٹ لیا
بلائیں ٹوٹ پڑی کربلا نے لٹ لیا
اُجاڑی گود کو میری قضا نے لٹ لیا
میرے شگوفہ کو برقِ فنا نے لٹ لیا
میرے نورِ نظر میرے لختِ جگر
لُٹ گیا تیرا اے جانِ من جھولنا

پسر کی لاش پہ راشد یہ کہتے تھے شبیر
سُپرد روح نبی و علی یہ طفلِ صغیر
ہمارے آنے میں بھی اب نہیں ہے کچھ تاخیر
سنبھالے اُن کو حسین اور فاطمہ دلگیر
جلد آتے ہیں ہم سر کٹاتے ہیں ہم
تا جھلائے اِسے پنجتن جھولنا

ننھے معصوم کی شہادت ہیں

ننھے معصوم کی شہادت ہیں　　حرملا کا تیر بھی قیامت ہیں

وہ ستم کے خود ستم بھی روتے ہیں　　جھولے والے شہید ہوتے ہیں
ظالموں پر خدا کی لعنت ہیں　　ننھے معصوم کی شہادت ہیں

اِک کلی حسین کے گلستاں کی　　جیسے یاسین جانِ قرآں کی
ماں کی یہ آخری امانت ہیں　　ننھے معصوم کی شہادت ہیں

پیاس کہتی ہیں اُٹھو علی اصغر　　موت کہتی ہیں چلو علی اصغر
کشمکش میں باپ کی محبت ہیں　　ننھے معصوم کی شہادت ہیں

صبح عاشور اذاں وہ اکبر کی　　اور شام کو ھنسی وہ اصغر کی
جنگِ کربلاء کی یہ حقیقت ہیں　　ننھے معصوم کی شہادت ہیں

پانی کا تو حرملا بہانا تھا		بولا حلق تیر خود نِشانا تھا
مسکراہٹ میں بھی شجاعت ہیں		ننھے معصوم کی شہادت ہیں

ماں کی گود میں یہ کیوں اُداسی ہے		کیا نظر حرملا کی پیاسی ہے
اب کلی کی بھی چمن سے رخصت ہے		ننھے معصوم کی شہادت ہیں

خوں میں تر بتر ہیں لال تو کیا ہے		سارا گھر ہیں پائمال تو کیا ہے
دینِ اِسلام تو سلامت ہے		ننھے معصوم کی شہادت ہیں

ایسی بھی حَسِین موت ہوتی ہے		دفن کر کے ذوالفقار روتی ہیں
کربلاء میں سب سے پہلی تربت ہے		ننھے معصوم کی شہادت ہیں

مولانا رقیہ ع م

سلام

اُٹھی اک صدا قید خانے میں بابا

اُٹھی اک صدا قید خانے میں بابا — نہ اب دیر کرنا تم آنے میں بابا

میں ڈرتی ہوں بس رات دن ظالموں سے — تم ہی آ کے پوچھو یہ اِن ظالموں سے
ملا کیا مجھے یوں ستانے میں بابا — اُٹھی اک صدا قید خانے میں بابا

کہ اب لاڈلی رات کیسے گذارے — جو سوتی تھی سینے پہ بابا تمہارے
وہ سینہ کہاں اب سلانے میں باب — اُٹھی اک صدا قید خانے میں بابا

تمہیں میرے بابا بھلاؤں تو کیسے ؟ — میں جیتے جی اب تمکو پاؤں تو کیسے ؟
نہ بہلا کسی دل بہانے میں بابا — اُٹھی اک صدا قید خانے میں بابا

کٹا سر جو دیکھا تو دی یہ دہائی — تمہاری یہ حالت ہے کِس نے بنائی؟
ہیں دن کتنے اور غم اُٹھانے میں بابا — اُٹھی اک صدا قید خانے میں بابا

تمہارا یہ سر کِس نے تن سے اُتارا؟ — لعینوں نے کیوں بے خطا تمکو مارا ؟
اٹھا کیوں نہ محشر زمانے میں بابا — اُٹھی اک صدا قید خانے میں بابا

اے بابا مجھے دیکھو آنکھیں تو کھولو
کہ دن گذرا آنسوں بہانے میں بابا
رقیۃ یہ کہتی ہے کچھ منہ سے بولو
اُٹھی اک صدا قید خانے میں بابا

یہ چہرے پہ بوسے میں ہر آن دونگی
نہ دونگی تمہیں دور جانے میں بابا
لپٹ کے اِسی سر سے میں جان دونگی
اُٹھی اک صدا قید خانے میں بابا

میں اِس قید خانے میں ہرگز نہ آتی
تم ہوتے جو زندہ گھرانے میں بابا
نہ دِرّے لعینوں کے اِس طرح کھاتی
اُٹھی اک صدا قید خانے میں بابا

یہ کہتے ہوئے مر گئی یوں رُقیۃ
کرے دیر جاں کو لٹانے میں بابا
فدا سب ہوئے تم پہ، پھر کیوں رُقیۃ
اُٹھی اک صدا قید خانے میں بابا

حامی اُٹھا پھر تو زنداں میں محشر
یہ خود سوئی تمکو جگانے میں بابا
کہا بیبیوں نے یہ رو رو کے دختر
اُٹھی اک صدا قید خانے میں بابا

قید خانے میں یہ احوال رقیہؑ ہوگا

قید خانے میں یہ احوالِ رقیہؑ ہوگا
چشم پر آب میں بابا کا ہی چہرہ ہوگا

سِسکیاں لے کے کسی کونے میں روتی ہوگی
اور لبوں پہ میرے بابا میرے بابا ہوگا

کہہ رہی ہوگی کہ بابا میرے کیسے ہونگے ؟
دل میرا کہتا ہے کہ حال نہ اچھا ہوگا

میرے مظلوم پدر سے مجھے مِلوا دو کوئی
ہاں ! کسی نے تو میرے بابا کو دیکھا ہوگا

سن کے نالہ یہ کہا ہوگا شقی نے لاؤ
خوں بھرا شاہ کا سر طشت میں رکھا ہوگا

لے کے سر آئے جو خُدّام حبس خانے میں
سر کے اطراف میں اک نور چمکتا ہوگا

ننھے ہاتھوں میں وہ سر لے کے یہ کہتی ہوگی
یوں گلا کس نے میرے بابا کا کاٹا ہوگا

اور آہستہ سے پھر گود میں سر کو رکھ کے
خوں بھری زلفوں کو چہرے سے ہٹایا ہوگا

سوکھے ہونٹوں سے وہ لب بابا کے چومے ہونگے
خوں میں تر بالوں کو ہاتھوں سے سنوارا ہوگا

بولی ہوگی کہ ذرا آنکھیں تو کھولو بابا
ورنہ دم میرا ابھی حلق میں رُکتا ہوگا

کہہ کے یہ سانس رُکا ہوگا رقیہؑ بی بی
اور محشر کا سماں قید میں برپا ہوگا

آقا برہان دیں جب بھی یہ بیاں کرتے ہیں
کون ہوگا اے حسامی جو نہ روتا ہوگا

جب آیا ہوگا سرِ شاہ طشت کے اندر
لپٹ کے اُس سے رقیہؑ نے دم دیا ہوگا

صعوبتیں یہ ہوئی راہ اور زنداں میں
حسامی اور خدا جانے کیا ہوا ہوگا

نوحہ

یوں رقیّہ کے لب پر فُغاں ہے   میرے بابا حسین کہاں ہے
قید خانے میں نوحہ کُناں ہے   میرے بابا حسین کہاں ہے

قید میں نیند آئیگی کیسے   خاک پر ہائے سوؤنگی کیسے
کتنا پُر ہول سارا مکاں ہے   میرے بابا حسین کہاں ہے

تین سال کی ہوں ننھی بچی   غم میں بابا کے کیسے جیؤنگی
باپ بِن اب نہ مجھکو اماں ہے   میرے بابا حسین کہاں ہے

دیکھا سپنے میں جب باباجاں کو   رورو کہتی تھی اپنی پھوپی کو
میرے بابا تو آئے یہاں ہے   میرے بابا حسین کہاں ہے

رورو برپا کِیا اُسنے محشر   بھیجا ظالم نے تب شاہ کا سر
دیکھ کر سر وہ گِریا کُناں ہے   میرے بابا حسین کہاں ہے

کسنے سر کاٹا اے بابا تیرا   کسنے حشر کِیا ایسا تیرا
سر یہاں ہے تو جسم کہاں ہے   میرے بابا حسین کہاں ہے

دیکھو بابا سکینہ بہن کو — ہم پہ ٹوٹے جو رنج و محن کو
کون بے کس کا اب پاسباں ہے — میرے بابا حسین کہاں ہے

سر میں رکھتی تھی سینے پہ جِس کے — سر کٹا دیکھتی ہوں میں اُسکا
کتنا بدلا ہوا یہ جہاں ہے — میرے بابا حسین کہاں ہے

شہ کے سر پر گِری غش وہ کھا کر — دیکھتی ہے یہ کیا زینبِ مضطر
وہ لُٹا گئی بابا پہ جاں ہے — میرے بابا حسین کہاں ہے

جاں لُٹا گئی بابا پہ دُختر — شام میں حشر برپا ہے گھر گھر
غم و حزن کا چھایا سماں ہے — میرے بابا حسین کہاں ہے

دُکھ بھری داستانِ رقیہ — جب سُناتے ہیں برہانِ دیں شاہ
غم سے اشکوں کا دریا رواں ہے — میرے بابا حسین کہاں ہے

شہ کی دختر رقیہ کے صدقے — میرے آقا تُو ثناگر کی سُن لے
ہر طلب دِل کی تجھ پر عِیاں ہے — میرے بابا حسین کہاں ہے

ماتمی نوحہ

پیارے بابا تم لوٹ آؤ

پیارے بابا تم لوٹ آؤ
آ کے تمہارے پیاری رقیہ کو ساتھ لیکر جاؤ

شام کے قید میں ہر سوں اندھیرا
کوئی نہیں آسرا یہاں میرا
آؤ مجھے تم گود میں لیکر آنکھوں میں اپنی بساؤ

پیار سے گال پہ ہاتھ پھراتے
ہاتھوں سے اپنے مجھکو کِھلاتے
بھول گئے کیا بیٹی کو اپنی آؤ مجھے سمجھاؤ

تین برس کی ہے آپ کی بیٹی
کم سِن میں دیکھی اُجڑی یہ کھیتی
چھوٹی کلی یہ مرجھا گئی ہے آکے اُسے اب کِھلاؤ

سن کے یہ نالاں رونے لگے سب
بانو پریشاں بے چین زینب
کہتی ہے مولی شبیر آکر بیٹی کو اپنی مناؤ

خواب میں بیٹی کے ہو گئے دیدار
مولی کے ، چونک اُٹھی ہو کے بیدار
کہنے لگی بس جیسے بھی ہو اب بابا کو میرے بلاؤ

تھا شور سب بیبیوں میں یہ سن کر
دل کو سنبھالے تو مادر بھی کیوں کر
بولا یزید حسین کا سر لو اور بچیّ کو دِکھاؤ

آیا سرِ پاک بچیّ نے دیکھا
اور ہونٹ اپنا وہ چاند پہ رکھا
کہنے لگی اب نہیں جانے دونگی ساتھ مجھے لے جاؤ

تھا عشق بابا کا بچیّ کے دل میں
چھوٹی سی جاں نکلی ایک ہی پل میں
اے رونے والوں یہ چھوٹی کلی کے آنسو پہ آنسو بہاؤ

عجب شہ محمد کو عشقِ حسینی
عجب کیا ہے وہ خود ہیں خلقِ حسینی
اے مصطفی تم بھی مولی کے آگے ماتم کی صف کو بِچھاؤ

کرتی تھی زنداں میں فغاں پیاری رقیہؑ

کرتی تھی زنداں میں فغاں پیاری رقیہؑ
بابا حسینا ہائے حسینا ہائے حسینا
بیٹی کی فریاد سے اِک حشر تھا برپا
بابا حسینا ہائے حسینا ہائے حسینا

ننھی سی میری جان پہ زنداں کے الم ہے پہ در پہ ستم ہے
ڈر جاتی ہوں رہ رہ کے غضب ظلم کا بَن ہے وہ رنج و محن ہے
لینے تو خبر آئیے اب جلد خدارا

بے چین رقیہؑ کو ذرا چہرہ بتا دو دو بول سنا دو
نیند آتی ہے بابا مجھے سینے پہ لٹا دو شفقت سے سلا دو
اللہ رکھے باپ کا ہر طفل پہ سایہ

جب دیکھتی ہے خواب میں وہ اپنے پدر کو زہراء کے پسر کو
کہتی ہے ہر اِک سے میرے بابا یہاں آئے مجھکو نظر آئے
اے پیاری پھپھی جان بتاؤ گئے کس جا

زندان میں سر پیٹ کے وہ شور مچایا محشر سا اُٹھایا
بیٹی کے یہ نالوں سے تھا ظلم کو نہ چارہ سر باپ کا بھیجا
سر دیکھتے بابا کا بہت تڑپی وہ دُکھیا

سر باپ کا گودی میں لیئے کہتی تھی دُکھیا کیا ہو گیا بابا
اے بابا ستمگاروں نے کیوں سر تیرا کاٹا کیوں گھر تیرا لوٹا
کیا وقت مقدّر نے بُرا مجھکو دِکھایا

اے بابا اُٹھو دیکھو سکینہ کی تو حالت پیاسی ہے بہ شدّت
مارے ہے لعیں نے میری بہنا کو طمانچے گوہر بھی ہے چھینے
کس طرح جئیگی تیری فرقت میں سکینہ

غش کھاکے گری باپ کے سر پہ جو رقیہؑ کرتے ہوئے گریاں
لاچار کو زینب نے بہت غش سے جگایا بیٹی کو ہلایا
کیا دیکھتی ہے جان فداء کر گئی دُکھیا

محشر سا بپا ہو گیا سب اہلِ حرم میں ڈوبے سبھی غم میں
ماتم کی صفیں بچھ گئی تب شام میں گھر گھر پر درد تھا منظر
ہر اِک کو رُلاتا رہا یہ بینِ رُقیہؑ

مغموم رُقیہ کے یہ نالوں کے وسیلے   جو چاہے تو لے لے
کیا فکر جو منجدار میں نیا تیری ڈولے   ہے اُنکے حوالے
وہ پار لگا دینگے اے شاکر تیری نیا

مولانا سکینہ ؑ م

سلام

ایک بار اور مجھے گود میں لے لو بابا

ایک بار اور مجھے گود میں لے لو بابا
پھر کہاں آپکی آغوش کہاں پہ دُکھایا

ہوکے رُخصت جو چلے گھر سے شہ کرب و بلا
واحسینا کا ہوا شور حرم میں برپا
سنکے یہ دوڑی سکینہ کے ٹھہر جاؤو زرا

چچا عباس گئے لوٹ کے پھر نہ آئے
میرے دو چاند سے بھائی بھی نہ گھر کو آئے
دو گھڑی میں ہی میرا دولہا گیا ہے مارا

شہ نے بچّی کو جو بے حال پریشاں دیکھا
روکے یہ پوچھا کے کیا حال ہے اے ماہ لقا
جوڑ کر ننھے سے ہاتھو کو سکینہ نے کہا

جسکی دھارس تھی وہی نہر پہ جاکر سوئے
کربلا آ کے میرے چاند سا بھائی کھوئے
کسکو میں یاد کروں کسکو بلاؤں میں بھلا

آپکے بعد میرا کون ہے چاہنے والا
اِس قدر پیار سے کیوں آپنے مجھکو پالا
آپکے بعد بھلا زندہ رہونگی بابا

ن

یہ تو سوچو کہ بھلا کیسے جیونگی تنہا

اپنے سینے پہ بھلا کون سلائیگا مجھے
جو میں رُٹھونگی تو پھر کون منائیگا مجھے
جوڑ کے ننھے سے ہاتھوں کو سکینہ نے کہا

اب نہ پیاسی ہو نہ پانی کی ضرورت ہے مجھے
کوئی حاجت نہیں بس ایک یہ حسرت ہے مجھے
دیکھ لوں آج میں جی بھر کے تمہارا چہرہ

کیا خبر ہے کوئی بات بھی اب ہو کے نہ ہو
کون جانے کے ملاقات بھی اب ہو کے نہ ہو
دل دھڑکتا ہے میرا بہرِ نبی بہرِ خدا
ن

جیتے جی آپ سے اب مِل نہ سکونگی بابا

سوچتی ہو کے طمانچے مجھے مارے نہ کوئی
گشوارِ میرے کانو سے اُتارے نہ کوئی
وِہم آتے ہے میرے دل میں نہ جانے کیا کیا

میں تو سمجھی تھی کی یوں ہی مجھے بہلاتے ہو
تھا نہ معلوم کے مرنے کے لیئے جاتے ہو
تم ھمیشہ کے لیئے ہوتے ہو اب مجھسے جدا

جس گھڑی شمر ستمگار ستائیگا مجھے
میری فریاد پہ کون آکے بچائیگا مجھے
نہ تو بھائی علی اکبر ہے نہ عباس چچا

اپنی آغوش میں للہ اُوٹھالو مجھکو
آخری بار کلیجے سے لگالو مجھکو
جیتے جی آؤ نا آؤ میرے پیارے بابا

بابا سینے سے سکینہ کو لگاتے جاؤ
اب کہاں ہوگی ملاقات بتاتے جاؤ
تمکو اکبر کی قسم غنچہ دہاں کا صدقہ

مولی برہان دیں سے غم کی بیانی سن کر
جو سکینہ پہ ہوئی اُنکی زبانی سن کر
یا حسینا کی صداؤں پہ کروں جان فداء

آؤ شبیر سکینہ کے گوہر چھنتے ہیں

آؤ شبیر سکینہ کے گوہر چھنتے ہیں
اور گالوں پہ طمانچے بھی اُسے لگتے ہیں

خاک پر بیٹھی ہیں شہزادیاں سب سہمی ہوئی
کہاں جائے کہ خیام شہِ دیں جلتے ہیں

بولی زینب کہ رِدا چھنتے ہیں اہلِ جفا
اور دِرّے بھی میری پشت پہ اب لگتے ہیں

دیر ہوتی ہے چلو کہتے ہے یوں عابد سے
مار کر نیزہ اُٹھاتے ہے وہ جب گرتے ہیں

اِس طرح باندھ کے راہوں میں چلاتے ہیں لعیں
ساتھ میں رسّی کے بچّوں کے گلے کھنچتے ہیں

آنکھوں میں ہیں تیرا مقتل نہیں بھولی بھائی
سر سناں پر تیرا ظالم لیئے اب چلتے ہیں

نہر پر پہنچی تو ہونگی یہ میری آہ و بکا
کیا علمدار کے بازوں بھی وہیں ہلتے ہیں

بولی زنداں میں رقیہؑ میرے بابا ہو کہاں
اب تو آ جاؤ بہت یاد تمہیں کرتے ہیں

حشر اُٹھ جاتا ہے ماتم کا جو برہانِ ہدی
شہ کی غربت کا جمالی وہ بیاں کرتے ہیں

اے ظالموں نہ ستم ڈھاؤ میں سکینہ ہوں
خدا را مجھ پہ ترس کھاؤ میں سکینہ ہوں

کوئی یتیم پہ اِس طرح ظلم ڈھاتا نہیں
نبي کي آل کو ایسے کوئي رُلاتا نہیں
ذرا یہ شمر کو سمجھاؤ میں سکینہ ہوں

مجھے حسین کے سینے پہ نیند آئیگي
لپٹ کے بابا سے بیٹي یہ چین پائیگي
کہاں ہے بابا کو لے آؤ میں سکینہ ہوں

مجھے مناتے تھے جب میں اُداس ہوتي تھي
وہ میرے ناز اُٹھاتے تھے جب میں روتي تھي
مجھے اب اور نہ رُلاؤ میں سکینہ ہوں

لپٹ کے گھوڑے کے پیروں سے میں بہت روئي
میں کہتي رِہ گئي بابا کو روک لو کوئي
چلے گئے ہیں وہ بُلواؤ میں سکینہ ہوں

میں جِس کے سینے پہ سوتي وہ آج خاک پہ ہے
کفن بھي اُنکے نہ پامال جِسم پہ ہے
خدا کے خوف سے گھبراؤ میں سکینہ ہوں

اَنی پہ نیزے کی بابا کا سر چڑھاؤ نہیں
کہاں پہ جائینگے خیموں کو تُم جلاؤ نہیں

مجھے تُم اور نہ تڑپاؤ میں سکینہ ہوں

چھینے گوہر میرے کانوں سے خون بہتا ہے
طمانچے مارو سکینہ کو کوئی کہتا ہے

طمانچے مجھ پہ نہ برساؤ میں سکینہ ہوں

نہ چھینو زینبِ دِلگیر کی رِداء لوگو
نہ مارو دِرّے ہیں بیمارِ کربلاء لوگو

رسن گلے میں نہ بندھواؤ میں سکینہ ہوں

نہر سے اب نہ چچا پانی لے کے آئینگے
تو تشنہ کام ہی کیا سُوئے شام جائنگے

ذرا سا پانی تو پِلواؤ میں سکینہ ہوں

حُسامی ہونٹوں پہ بابا کا لے کے نام گئی
یہ رنج و غم یئے دِل میں سکینہ شام گئی

کوئی تو بابا سے مِلواؤ میں سکینہ ہوں

بین تھے سکینہ کے شام ہونے والی ہے

بین تھے سکینہ کے شام ہونے والی ہے
کب تک آؤ گے بابا شام ہونے والی ہے

خشک ہے زباں میری تین دن سے پیاسی ہوں
کون پانی لائیگا شام ہونے والی ہے

نیند کیسے آئیگی سوؤں کس کے سینے پر
جلد آئیے بابا شام ہونے والی ہے

شام کے تصوّر میں کانپتی ہوں رہ رہ کر
گھوٹ رہا ہے دم میرا شام ہونے والی ہے

عصر کے اُجالے میں گھر لُٹا کے بیٹھی ہوں
پھر نہ لُٹ لے اعدا شام ہونے والی ہے

دیر سے تمہارا ہی انتظار ہے سبکو
گھر میں حشر ہے برپا شام ہونے والی ہے

بھائی بھی چچا بھی ہے کیا تمہارے ساتھ اب تک
کوئی بھی نہیں آیا شام ہونے والی ہے

آؤ مصطفی آؤ ، آؤ مرتضی آؤ
آؤ فاطمہ زہرا شام ہونے والی ہے

تمہاری یاد میں کیسے بھولاؤنگی بابا

تمہاری یاد میں کیسے بھولاؤنگی بابا
میں ساری عمر یوں آنسوں بہاؤنگی بابا

تمہارے بِن میں اکیلی کہیں گئی بھی نہیں
وطن بھی لوٹ کے ہرگز نہ جاؤنگی بابا

وہ سینہ جس سے لپٹ کے میں سویا کرتی تھی
بِنا وہ سینے کے اب سو نہ پاؤنگی بابا

دِکھاؤنگی میں طماچوں کے یہ نشاں تمکو
تمہارے پاس میں جس دن بھی آؤنگی

میرے چاچا کو نہر سے بُلا کے لاؤ ذرا
میں پیاس اشک سے اپنی بجھاؤنگی بابا

میں ایک دن میں بنی بیوہ مر گیا دولہا
جو دل کا حال ہے کس کو سناؤنگی بابا

دیئے جو عید میں تم نے گوہر وہ چھن لیئے
یہ زخم کانو کے کس کو دِکھاؤنگی بابا

ملیگا پانی تو اصغر کی یاد آئیگی
میں اُسکی پیاس کو کیسے بجھاؤنگی بابا

پلٹ پلٹ کے حسامی سکینہ کہتی رہی
گلے نہ جانے تمہیں کب لگاؤنگی

رو رو کہتی تھی بالی سکینہ

رو رو کہتی تھی بالی سکینہ ظالموں میرے گوہر نہ چھینو
میں ہوں بنتِ امامِ مدینہ ظالموں میرے گوہر نہ چھینو

بے پدر کو نہ اتنا ستاؤ خوں نہ کانوں سے اتنا بہاؤ
دُکھ زدی کے نہ دل کو دُکھاؤ ظالموں میرے گوہر نہ چھینو

باز اب آؤ جور و جفا سے حشر میں کہہ کے میں مصطفی سے
بخشواؤنگی تم کو خدا سے ظالموں میرے گوہر نہ چھینو

سینہء شاہ پہ میں پلی ہوں شہر بانو کی میں لاڈلی ہوں
دل جلی دل جلی دل جلی ہوں ظالموں میرے گوہر نہ چھینو

میں یتیمِ شہِ کربلا ہوں　　اور معصوم ہوں بے خطا ہوں
سیّدہ سیّدہ سیّدہ ہوں　　ظالموں میرے گوہر نہ چھینو

ختم مجروح کر غم کی تقدیر　　اب نہیں دل کو یارائے تحریر
پھر نہ کہہ منہ سے کہ بنت شبیر　　ظالموں میرے گوہر نہ چھینو

سکینه شبّیر نا چھے دختر سلام ير پر

سکینه شبّیر نا چھے دختر سلام ير پر
رچاوے شادي چھے اهني سرور
سلام ير پر ، سلام ير پر

کرے چھے دولها سي گُفتگو ير
پکارا دشمن چھے باقي کوئي
سدهارا دولها چھے هاتھ چھوڑي

عجب خوشي ما چھے نیك خوں ير
ستم نا لوگو نو ظلم جوئي
سلام ير پر ، سلام ير پر

سکینه پوچھے کِوارے مِلسو
رزا دئي شه ير چاك کیدا
سدهارا دولها چھے رن ما لڑوا

کهیو سلام ا چھے مارو چھیلو
چھے اهنا پوشاك کفن نا جیوا
سلام ير پر ، سلام ير پر

کهے چھے دشمن آ دولها آیا   علي نا دلبر حسن نا جایا
دولها نے مارو دولها نے مارو   حسین نا داماد نے پَچھاڑو
تھیو تبر تیر نو چھے مارو   سلام یہ پر ، سلام یہ پر

پدهارا عبّاس لیوا پاني   نتھي ابو الفضل نو کوئي ثاني
گِرا چھے بازو کٹاوي رن ما   کري نداء آؤ مولیٰ لیوا
تھئي کمر خم چھے شه ني تر جا   سلام یہ پر ، سلام یہ پر

عجب چھے برهان دیں نا احسان   بتول نا باوا یہ ج چھے ماں
کرے چھے مشکل کشائي مولیٰ   همارا جانو سي چھے یہ اَولیٰ
رهے سلامت همارا آقا   سلام یہ پر ، سلام یہ پر

سلام

قیدي ہوں میں بابا جان
اب شہزادي کہاں

نہ اپنا وہ گھر ہے نہ اپنا مدینہ
وہ نہ ہي چچا کي تمہارا وہ سینہ
بولو خدارا تم ہو کہاں میں کہاں

جس دن سے تُم سے جُدا ہو گئي ہوں
دیکھو تو بابا میں کیا ہو گئي ہوں
اُجڑا مکاں ہے رہتي ہوں اب میں جہاں

کہتي تھي نہ دیکھو نہ جاؤ بابا
ترس کھاؤ مجھ پر ترس کھاؤ بابا
تم کیا گئے ہو مجھ پر گِرا آسماں

جیسے ہي نیزے پہ تم آئے بابا
میں نے طمانچے بہت کھائے بابا
رخسار پر ہے ابھي تک ستم کے نِشاں

مانگا کنیزي میں بابا کِسي نے
پھینکا میري سمت صدقہ کِسي نے
پیدل چلي ہوں کانٹوں کے میں درمیاں

ملنے کو ہم سے چلے آؤ بابا
اِک بار چہرہ دِکھا جاؤ بابا
اے پیارے بابا پھر ہم کہاں تم کہاں

کہتی ہے سکینہ میرے بابا کو بلاؤ

کہتی ہے سکینہ میرے بابا کو بلاؤ
گالوں پہ طمانچوں کے نشاں اُن کو بتاؤ

کانوں میں میرے درد بہت ہوتا ہے امّاں
خوف آتا ہے ڈر لگتا ہے تاریک ہے زنداں
سینے پہ مجھے اپنے سلاتے تھے وہ ہر آں
زخموں سے لہو بہتا ہے بابا کو بتاؤ

بے جرم و خطا ظالموں نے دِرّے لگائے
اسباب بھی سب لٹ لیئے خیمے جلائے
اور قافلوں کو اونٹ پر سر ننگے پھرائے
کملایا ہوا دھوپ میں چہرہ تو بتاؤ

گردن میں میرے طوق ہے ہاتھوں میں رسن ہے
سوجا ہوا دِرّوں سے میرا سارا بدن ہے
راتوں کو میں سوئی نہیں آنکھوں میں جلن ہے
سونے کے لیئے خاک کا بستر تو بناؤ

جب گھوڑے کے پیروں پے میں روئی تھی لپٹ کر
اُس وقت الگ تم نے کیا تھا مجھے آ کر
کیا حلق پہ بابا کے میرے چل گیا خنجر
روتا ہوا کیوں آیا تھا گھوڑا تو بتاؤ

آئینگے میرے بابا تو روؤنگی لپٹ کر
بتلاؤنگی کانوں سے میرے چھن گئے گوہر
جاں اپنی کرونگی میں فدا اُنکے قدم پر
پیاسی ہوں کہونگی مجھے پانی تو پلاؤ

لائے نہ چچا پانی اور پائی ہے شہادت
سب اہلِ حرم کو میں کہونگی میری حالت
چادر چھنی دِرّے لگے کیا کیا پڑی آفت
یہ عرض کرونگی نہ مجھے چھوڑ کے جاؤ

اصغر کا بتاؤنگی میں خالی ہے یہ جھولا
پانی کے بِنا ننھے سے بچّے کا تڑپنا
یاد آتا ہے ننھا مجھے وہ ہنسلیوں والا
بھیاّ میرا کِس جا ہے پتا اُسکا بتاؤ

بچّی پہ ستم ایسا ہوا پالنے والے
اشک آنکھوں سے رُکتے نہیں تھمتے نہیں نالے
نازوں کی پلی بچّی کو ماں کیسے سنبھالے
ضِد بچّی کی ماں سے یہ ہے بابا کو بلاؤ

کہتی ہے سکینہ رو کر آ جاؤ میرے بابا

کہتی ہے سکینہ رو کر آ جاؤ میرے بابا
روتی ہے تمہاری دختر آ جاؤ میرے بابا

خیمے تو ہمارے جل کر سب خاک ہوئے دیکھو
اب لوٹ نہ لے زر زیور آ جاؤ میرے بابا

جن گالوں پہ بوسہ دیتے اور پیار کیا کرتے
لگتے ہیں طمانچے اُن پر آ جاؤ میرے بابا

تحفے میں دیئے تھے تم نے جو عید کے دن مجھکو
کانوں سے چھنے وہ گوہر آ جاؤ میرے بابا

سینے پہ تمہارے اکثر سوتی تھی لپٹ کر جو
سوئے گی کہاں وہ دختر آ جاؤ میرے بابا

مارا گیا میرا دولہا اب کس کو پکاروں میں
دلہن نہ رہی میں دن بھر آ جاؤ میرے بابا

عمّو تو کٹا کے شانے دریا سے نہیں لوٹے
پانی کا گئے تھے کہہ کر آ جاؤ میرے بابا

پہچانوں تمہیں میں کیسے مقتل میں کہاں ڈھونڈوں
سب لاش ہے رن میں بے سر آجاؤ میرے بابا

عابد کو پہنا کر بیڑی زنجیر سے باندھا ہے
بیمار کا چھنا بستر آ جاؤ میرے بابا

زینب کو لگائے درّے رسی میں گلا باندھا
اور چھن لی سر سے چادر آ جاؤ میرے بابا

برہان ہدی روتے ہیں یوں غم میں سکینہ کے
اٹھتا ہے حسامی محشر آ جاؤ میرے بابا

کیا قیامت گذر گئی بابا

کیا قیامت گذر گئی بابا　　　میری دنیا اُجڑ گئی بابا

غم ہیں چاروں طرف سکینہ کے　　　جانے خوشیاں کدھر گئی بابا

جب مجھے گال پر طمانچے لگے　　　میں ستمگر سے ڈر گئی بابا

میرے گوہر بھی چھینے کانوں سے　　　جب گوہر پر نظر گئی بابا

لاش عباس کی تڑپتی تھی　　　جب نظر نہر پر گئی بابا

آگ خیموں میں جب ہمارے لگی　　　تب میں سوئے نہر گئی بابا

آپ کے سینے پہ میں سوتی تھی　　　اب وہ شام و سحر گئی بابا

آپ کا ناز اُٹھانا یاد آیا   میں جو یوں در بہ در گئی بابا

روتے روتے ہی شام تک زینب   اونٹ پر ننگے سر گئی بابا

گود میں سر لیئے رقیہ بھی   قید خانے میں مر گئی بابا

ہوں بہادُر کی بیٹی ، روتی نہیں   بس یوں ہی آنکھ بھر گئی بابا

اے حامی سکینہ بابا کو   یاد کرتی جدھر گئی بابا

مجھکو بابا صدا دو اگر ہو سکے

مجھکو بابا صدا دو اگر ہو سکے — تم جہاں ہو بُلا لو اگر ہو سکے
تشنگی سے زباں میں ہیں چھالے پڑے — تھوڑا پانی پلا دو اگر ہو سکے
میری قسمت میں بابا جو پانی نہیں — میرے گوہر دِلا دو اگر ہو سکے
عمو دریا سے واپس کیوں آئے نہیں — مجھکو اتنا بتا دو اگر ہو سکے
تشنگی کا کوئی اُن سے شکوی نہیں — بھیج دو اب چچا کو اگر ہو سکے
سونا گھر ہو گیا دل بھی لگتا نہیں — میرے اکبر کو لا دو اگر ہو سکے
بخش دو جو خطا ہو سکینہ ہوں میں — لو گلے سے لگا دو اگر ہو سکے
جل رہی ہے زمیں اب تو آغوش میں — آؤ آؤ اُٹھا لو اگر ہو سکے

تم نہ آئے تو خود میں چلی آؤنگی   کچھ پتا ہی بتا دو اگر ہو سکے

اتنا کہہ دوں ترستی ہوں دیدار کو   آکے صورت دِکھادو اگر ہو سکے

کس جگہ دفن بھائی ہے اصغر میرا   وہ جگہ ہی بتادو اگر ہو سکے

بنتِ شہ کی یہ مشتاق فریاد تھی   پوچھ لو غم زدہ کو اگر ہو سکے

یہ کہتے تھے شہ والا سکینہ ہم نہیں ہونگے

یہ کہتے تھے شہ والا سکینہ ہم نہیں ہونگے
ستائینگے تمہیں اعدا سکینہ ہم نہیں ہونگے

اٹھو سینے سے لگ جاؤکہ ہم مرنے کو جاتے ہیں
ابھی ایک حشر سا ہوگا سکینہ ہم نہیں ہونگے

طمانچے مار کر گوہر تمہارے چھینے جائینگے
جب ایسا وقت آئیگا سکینہ ہم نہیں ہونگے

بھرا دربار ہوگا اور تمہارا امتحاں لینگے
یزیدِ بے حیاء ہوگا سکینہ ہم نہیں ہونگے

اگر نانا کی اُمّت سے تمہیں صدمہ کوئی پہنچے
تو تم بس صبر ہی کرنا سکینہ ہم نہیں ہونگے

یہ کہہ کر چل دیئے مشتاق بس رن کو شہ والا
پھریگا دربدر کنبہ سکینہ ہم نہیں ہونگے

ماتمی نوحے

کہتی تھی سکینہ مضطر اے شمر نہ لینا گوہر

کہتی تھی سکینہ مضطر اے شمر نہ لینا گوہر
شبیر کی ہوں میں دختر اے شمر نہ لینا گوہر

اک ہاتھ میں بوٹھا خنجر اک ہاتھ میں بابا کا سر
آیا ہے تُو ظالم لیکر اے شمر نہ لینا گوہر

بابا میرے زندہ ہوتے لا دیتے گوہر سو ایسے
جب رن میں ہے بابا بے سر اے شمر نہ لینا گوہر

گوہر یہ میرے بابا کے ہے عید کے دن کا تحفہ
کر رحم تو اتنا مجھ پر اے شمر نہ لینا گوہر

کانوں سے لہو بہتا ہے اب درد بہت ہوتا ہے
دُکھیا پہ ستم یوں نہ کر اے شمر نہ لینا گوہر

مارے ہیں طمانچے تُونے ہر ظلم کیئے ہیں تُونے
کہتی ہوں مظالم سہ کر اے شمر نہ لینا گوہر

سایہ نہ رہا بابا کا منھ اپنا چھپاؤں کِس جا
جب چھین لی تُونے چادر اے شمر نہ لینا گوہر

بن اپنو کے کیسے جینا تقدیر نے ہائے چھینا
بھائی میرے اکبر و اصغر اے شمر نہ لینا گوہر

عباس چچا نہ آئے سوئے ہیں ہاتھ کٹائے
سوکھی میری مشکی بھر کر اے شمر نہ لینا گوہر
مارا گیا میرا دُلہا تازہ ہے ابھی تک سہرا
فرقت کا غضب ہے منظر اے شمر نہ لینا گوہر
ہے سارے سہارے بے سر کِس کو دوں صدائیں مضطر
اُجڑا ہے میرا گھر کا گھر اے شمر نہ لینا گوہر
ماں اور پھوپی بے چادر کِس کِس کو سنبھالے آکر
اِک بھائی بچا ہے لاغر اے شمر نہ لینا گوہر
داعی کے دعا کے گوہر لینا ہو تو شاکر غم کر
پڑھ بینِ سکینہ مضطر اے شمر نہ لینا گوہر

مولاتنا زینب ع م

سلام

آنے کو تو وطن میں اب آرہی ہے زینب

آنے کو تو وطن میں اب آرہی ہے زینب
اہلِ وطن سے لیکن شرما رہی ہے زینب

کیا آن بان کل تھی نکلی تھی جب وطن سے
اٹھارہ چاند لے کر تاروں کی انجمن سے
خوش رنگ پھول چن کر اسلام کے چمن سے
بلبل چلی ہے گویا گلزار پنجتن سے
آنے کو تو وطن میں اب آرہی ہے زینب
اہلِ وطن سے لیکن شرما رہی ہے زینب

بانو کی وہ عماری وہ اُسکے ساتھ جھولا
جھولے میں چاند جیسا اک ننھا مُنّا بچہ
جیسے صدف میں موتی جیسے چمن میں غنچہ
بانو کے دل کا ٹکڑا شبیر کا کلیجہ
آنے کو تو وطن میں اب آرہی ہے زینب
اہلِ وطن سے لیکن شرما رہی ہے زینب

جانے کی شان وہ تھی آنے کی یہ ادا ہے
پہچاننا ہے مشکل چہرہ اُتر گیا ہے
پردیس میں سبھی کچھ دُکھیا کا لُٹ چکا ہے
زینب نہیں ہے گویا تاریخِ کربلا ہے
آنے کو تو وطن میں اب آرہی ہے زینب
اہلِ وطن سے لیکن شرما رہی ہے زینب

اِک دو پہر میں سارا گلشن لُٹا چکی ہے
مِٹّی میں چاند تارے اپنے چھپا چکی ہے
ٹکڑے دل و جگر ہے وہ زخم کھا چکی ہے
اسلام کو بچا کر خود کو مٹا چکی ہے
آنے کو تو وطن میں اب آ رہی ہے زینب
اہلِ وطن سے لیکن شرما رہی ہے زینب

قاسم کو رو چکی ہے اکبر کو رو چکی ہے
عباس جیسے میرِ لشکر کو رو چکی ہے
ننھے شہیدِ عظم اصغر کو رو چکی ہے
بس انتہا تو یہ ہے سرور کو رو چکی ہے
آنے کو تو وطن میں اب آ رہی ہے زینب
اہلِ وطن سے لیکن شرما رہی ہے زینب

یہ سوچتی ہے دُکھیا پوچھینگے لوگ مجھسے
یثریب کے چاند تونے زینب کہاں چھپائے
ہمراہ جانے والے ہمراہ کیوں نہ آئے
کتنوکو لے گئی تھی آئے ہے ساتھ کتنے
آنے کو تو وطن میں اب آرہی ہے زینب
اہلِ وطن سے لیکن شرما رہی ہے زینب

کانٹوں پہ چل چکی ہے پھولوں میں پلنے والی
اسلام کی خطیبہ یوں دیکھنے میں قیدی
بنیاد تک ہلا دی جس نے یزیدیت کی
زنداں کہاں کہاں یہ جنت کی شاہزادی
آنے کو تو وطن میں اب آرہی ہے زینب
اہلِ وطن سے لیکن شرما رہی ہے زینب

کس کس کو میں دِکھاؤں سوغات کربلا کی
دِرّوں سے پشت زخمی اور نیلگوں کلائی
سجاد ناتواں کی مسند اُدھر جلائی
زہرا کے لاڈلے کی پوشاک خوں میں ڈوبی
آنے کو تو وطن میں اب آرہی ہے زینب
اہلِ وطن سے لیکن شرما رہی ہے زینب

بات آئیگی پردے کی تو یاد آئیگی زینب

بات آئیگی پردے کی تو یاد آئیگی زینب
تاریخ غم و درد کی دُہرائیگی زینب

اُٹھتی جو نہیں لاشِ جواں دیجیئے آواز
پالا ہے تو لاشہ بھی اُٹھا لائیگی زینب

کِس کِس کو سنبھالیگی کیسے دیگی تسلیّ
جلتے ہوئے خیموں سے کیسے لائیگی زینب

سر ننگے جسے دیکھ کے سورج بھی نہ نکلے
اب سر کھلے بلوے میں وہی جائیگی زینب

مچلیگی جو سونے کے لیئے رات کو بچیؔ
کیا دیکے تسلیؔ اُسے بہلائیگی زینب

چادر ہی کا دے دیتی کفن چھن لی وہ بھی
اب بھائی کو کس طرح سے کفنائیگی زینب

پُرسے کو سبھی آئینگے اور پوچھینگے احوال
کِس کِس کو نشاں دِرّوں کے دِکھالائیگی زینب

بولی بہن میں بھائی تک آلوں تو ذبح کر

بولی بہن میں بھائی تک آلوں تو ذبح کر
اے شمر پانی شہ کو پِلا لوں تو ذبح کر

تکلیف دے رہی ہو نہ زخموں میں ریگِ گرم
چادر زمیں پہ آکے بِچھا لوں تو ذبح کر

بھائی مِلینگے اب نہ زمانے میں تاب حشر
اپنی مصیبتوں کو سُنا لوں تو ذبح کر

زانو کے نیچے گنجِ علومِ اِلہ ہے
قرآن کو زمیں سے اُٹھا لوں تو ذبح کر

شہ کو بہن کے سامنے کرتا ہے کیوں شہید
بالو میں آنسوؤں کو بہا لوں تو ذبح کر

سیّد ہوا شہید تو ہوگی بہن تباہ
مقتل کی خاک سر پہ اُوڑھا لوں تو ذبح کر

قسمت چھوڑا رہی ہے میرے بھائی سے مجھے
سینے سے بے وطن کو لگا لوں تو ذبح کر

روک اتنی دیر بھرِ خدا حلق پر چھری
زانو پہ سر زمیں سے اُٹھا لوں تو ذبح کر

گوہر نہ مانا شمر نے کہتی رہی بہن
بھائی کو میں گلے سے لگا لوں تو ذبح کر

بولی زینب کے نہیں ناز اُٹھانے والا

بولی زینب کے نہیں ناز اُٹھانے والا
پیاس معصوم سکینہ کی بجھانے والا

تم بھی اب خاک پہ سو جاؤ سکینہ بی بی
سو گیا خاک پہ سینے پہ سلانے والا

دیکھ کر شمر کو معصوم سکینہ نے کہا
پاس آتا ہے پھوپی دیکھو رُلانے والا

کہا زینب نے سکینہ سے نہ ڈرنا بی بی
مارنے والے سے برتر ہے بچانے والا

کتنا بے رحم تھا بی بی وہ ستمگر سوچو
طوق بیمار کی گردن میں پہنانے والا

ظلم سے جس نے یہ چاہا کہ مٹادے حق کو
مٹ گیا خود ہی زمانے سے مٹانے والا

زیرِ خنجر جو رہی طاعتِ خالق میں جبیں
ذکرِ حق کرتا تھا اُمّت کو بچانے والا

قید خانے میں یہ کہتی تھی سکینہ روکر
کوئی آتا بھی نہیں شمع جلانے والا

اب نہ بابا نہ چاچا ہے نہ علی اکبر ہے
جزاجل کون ہے زنداں سے چھڑانے والا

روتے ہیں اہلِ حرم دیکھ کے منظر یہ **فرید**
ایک بیمار ہے بس قبر بنانے والا

بولی زینب سلام لو بھائی

بولی زینب سلام لو بھائی
جا رہی ہوں وطن اُٹھوں بھائی

پھر کہاں آپ پھر کہاں زینب
مجھکو اُٹھکر گلے مِلو بھائی

غمزدہ ہوں میں دل بھر آیا ہے
کچھ تو آخر جواب دو بھائی

کوئی تو ہو مجاوری کے لیئے
پاس اپنے مجھے رکھو بھائی

واسطہ ہے تمہیں سکینہ کا
اب نہ مجھکو جدا کرو بھائی

چھوڑ کے کربلا میں تم سب کو
کیا وطن جاؤں میں کہو بھائی

سوگوار اب وطن کو جاتے ہیں
سب کو رُخصت کرو اُٹھو بھائی

بے رِدا کر دیا ہے ظالم نے
کیسے زینب سوار ہو بھائی

نہیں عباس و قاسم و اکبر
کیسے زینب سوار ہو بھائی

عابدیں بے قرار ہے زینب
چین کیا آئے جب نہ ہو بھائی

پردیس سے دُکھیا آئی ہے وطن دیکھو

پردیس سے دُکھیا آئی ہے دیکھو
چہرے پہ اُداسي ہے روتے ہیں نین دیکھو

شہزادي ہوں یثرب کي پہچانو مجھے لوگو
میں ہوں اُمِّ کُلثوم اے اہلِ وطن دیکھو

دُکھیاري ہوں میں دُکھیا، دُکھ اتنے سہے میں نے
کربل میں لُٹا میرا گُلزار و چمن دیکھو

اے میرے وطن والوں، ہدیہ میں تمھیں کیا دو
سوغات یہ کربل کي یہ درد و حزن دیکھو

ہمراہ گئے تھے ل جو ساتھ مدینہ سے
آئی ہوں میں سب کھوکر وہ نورِ نین دیکھو

اے نانا نبي اُٹھ کر تربت سے دِلاسہ دیں
مغموم ہے یہ کلثوم اے شاہ زمن دیکھو

اے بابا علي تمکو روداد سُناؤں کیا
اصحاب رہے رن میں بے غسل و کفن دیکھو

نظروں سے میري گُذري لاش عون و محمد کي
قربان ہوئے قاسم اے بھائي حسن دیکھو

شادي کے ہي دن دلہا مقتل میں گئے مارے
اِک دن بني بیوہ ننھي سي دلہن دیکھو

عباس کے بازو گر ساحل پہ نہیں کٹتے
تو ایسے نہیں رہتے ہم تشنہ دہن دیکھو

ہائے وہ ضعیفي میں کاندھے پہ جواں لاشہ
اے لوگو تصور میں وہ منظرِ رن دیکھو

مادر کي دُہائي ہے اصغر کو کوئي لادے
گہوارہ ہوا خالي اور سرخ گگن دیکھو

پیاساہي گیا ہائے دنیا سے میرا بھائي
اور جلتا رہا رن میں شبیر کا تن دیکھو

بھائي جو اگر ہوتے دِرّے نہ ہم یوں کھاتے
ہوتي نہ کلائي میں ہم سب کے رسن دیکھو

زہراء یہ تیري بیٹي جو آج کھلے سر ہے
ہوتي وہ عماري پہ کل جلوہ فگن دیکھو

بچّي نے کہا بابا ! کب لَوٹ کے آؤگے ؟
چھینے میرے ظالم نے کانوں سے رتن دیکھو

سر پر نہ رہي چادر دربارِ یزیدي میں
دِرّوں سے ہوا زخمي زینب کا بدن دیکھو

تا شام چلے پیدل بیمار ، اسیر غم
تھي پاؤں میں بیڑي اور ہاتھوں میں رسن دیکھو

کلثوم مدینہ میں نہ چین مِلا تمکو
تُم شام گئیِ واپس چھوڑا ہے وطن دیکھو
بھائیکی تو گردن پر ظالم کا چلا خنجر
دشمن کي کُلھاڑي سے مرتي ہے بہن دیکھو
کلثوم کا یہ غم ہے کلثوم کا ماتم ہے
جوزینب الصغري ہے زینب کي بہن دیکھو
برہانِ ہدی جب بھي کلثوم پہ روتے ہیں
تو بہتے ہے داعي کي آنکھوں سے رتن دیکھو
قدموں میں، میں مولی کے نوحہ یہ پڑھوں اِک دِن
کہتے ہیں حُسآمي کے رورو کے سخن دیکھو

جاؤ مقتل کو بھیا سدھارو یہ بھی صدمہ اُٹھائیگی زینب

جاؤ مقتل کو بھیاّ سدھارو یہ بھی صدمہ اُٹھائیگی زینب
دیکھتے جاؤ مڑھکر بہن کو پھر کہاں تمکو پائیگی زینب

بھیا رنج و الم سے بچالو ، قبر میں اپنی مجھکو چھپالو
چھوڑ کے مجھکو جنگل میں تنہا اب مدینہ بسائیگی زینب

باپ کا جب نہ پائیگی سینہ ضد کریگی جو بالی سکینہ
میرے ماں جائے اتنا بتا دو اُسکو کیسے منائیگی زینب

کیسے جائیگی دُکھیا وطن کو یہ بتاؤ تو بھیا بہن کو
ملنے آئیگی جس وقت صغرا کیسے یہ منہ دِکھائیگی زینب

سامنے جب بھی آئیگا پانی آنسوؤں کی بہیگی روانی
بازو عباس غازی کے کٹنے کِس طرح بھول پائیگی زینب

کوئی حسرت نہ نکلی ہماری رہ گئی دل ہی دل میں ہماری
جلد آ جاؤ میداں سے اکبر تمکو دولہا بنائیگی زینب

عام ہو جائے تیری شہادت، خونِ ناحق کی ہو جائے شہرت
رِسماں بازؤں میں بندھا کے، شام کوفہ بھی جائیگی زینب

میرے سینے میں دل ہے دھڑکتا، خوں ہے احمد کے لختِ جگر کا
شام کوفے میں پڑھ پڑھ کے خطبہ شانِ حیدر دِکھائیگی زینب

اے نیاز اہل بیتِ پیمبر کربلا میں ہوئے ایسے بے گھر
کوئی مونس رہا اور نہ یاور اب سکوں کیسے پائیگی زینب

دیکھے مدینہ سارا زینب کے آنسوؤں میں

دیکھے مدینہ سارا زینب کے آنسوؤں میں
منظر ہے کربلا کا زینب کے آنسوؤں میں

کِس شان سے گئی تھی کِس حال میں ہے آئی
بکھرا ہوا ہے کنبہ زینب کے آنسوؤں میں

لا تقبلینا کہہ کر دُکھیا جو رو پڑی ہے
لرزی ہے قبرِ نانا زینب کے آنسوؤں میں

پیاسی رہی سکینہ شانے کٹے جری کے
ہے شرم سار دریا زینب کے آنسوؤں میں

اصغر نہ آئے رن سے　　خیمے میں ہے اُداسی
سونا پڑا ہے جھولا　　زینب کے آنسوؤں میں

بعدِ حسین کیسے　　چھینی گئی ردائیں
جلتا ہوا ہے خیمہ　　زینب کے آنسوؤں میں

بالوں سے سر چھپائے　　بازار سے گذرنا
محشر کا ہے نظارہ　　زینب کے آنسوؤں میں

سن لے برہان دیں سے　　کرب و بلا کا مقتل
جو آپ نے ہے دیکھا　　زینب کے آنسوؤں میں

حُبِّ برہان دیں سے　　عابد ثمر ملا ہے
شبیر کی دعا کا　　زینب کے آنسوؤں میں

راہ اِیمان کي اُمّت کو دِکھاؤ زينب

راہ اِيمان کي اُمّت کو دِکھاؤ زينب
دن اندھيرا ہے کوئي شمع جلاؤ زينب

نہر پر شير کو نيند آگئي ساحل ہے اُداس
دوش پر بھائي کے پرچم کو اُٹھاؤ زينب

ٹوٹے تيروں کے مُصلّے پہ ہے زخمي قرآن
لاش بھائي کي کليجے سے لگاؤ زينب

موت کے سائے ميں ہے عون و محمد کا شباب
زندگي بھر کي کمائي نہ لُٹاؤ زينب

زلفيں بکھري ہيں کہ قرآن کے پارے ہيں اُداس
موت کي نيند ميں اکبر ہے جگاؤ زينب

داغ اکبر کا ہے بے چين ہے مقتل ميں حسين
نوجواں لاش ہے مِل جُل کے اُٹھاؤ زينب

اب نہ قاسم ہے نہ عباس نہ اکبر کا شباب
بھائی کو شمر کے خنجر سے بچاؤ زینب

خاکِ مقتل پہ ہے معبود کے سجدے میں حسین
فرش تیروں کا ہے چادر کو بچھاؤ زینب

چھپتا سورج ہے، زباں خُشک ہے پیاسا ہے حسین
تُم تڑپ جاؤگی مقتل میں نہ آؤ زینب

ذہنِ علم میں سما جائے علي کي آواز
پھر کوئی خطبہ زمانے کو سُناؤ زینب

حال زنداں کا سُنے گي تو تڑپ جائیگي
نیل بازو کے نہ صغریٰ کو دِکھاؤ زینب

تُم جو کہہ دو گي تو حُکمِ اِلٰہي ہو گا
فضؔل کو روضۂ شبیر دِکھاؤ زینب

روکے کہتی تھی زینب یہ رن میں ہائے زہرا کے پیارے حسینا

روکے کہتی تھی زینب یہ رن میں ہائے زہرا کے پیارے حسینا
سر کٹائے پڑا ہے تو رن میں ہائے زہرا کے پیارے حسینا

تیرے لاشے کو کیوں کر اُٹھاؤں سر پہ چادر نہیں جو بچھاؤں
خاکِ صحرا بھری ہے بدن میں ہائے زہرا کے پیارے حسینا

رونے دیتے نہیں غم زدوں کو مارتے ہیں لعیں ہم سبھوں کو
پیٹیں کیوں کر بندھی ہیں رسن میں ہائے زہرا کے پیارے حسینا

خون جاری رگوں سے ہوا ہے گویا دریا لہو کا بہا ہے
زخم کاری لگے ہیں بدن میں ہائے زہرا کے پیارے حسینا

ہم کو اُمّت نے کیسا ستایا پیشِ حاکم کھلے سر بلایا
اور علی کو رُلایا کفن میں ہائے زہرا کے پیارے حسینا

کیا قیامت کی ہے ہے گھڑی ہے پیشِ حاکم سکینہ کھڑی ہے
سر تمہارا دھرا ہے لگن میں ہائے زہرا کے پیارے حسینا

اے انیس اب اُڑھا خاک روکر چھپ گئی ہائے وہ لاشِ سرور
چاند زہرا کا آیا گہن میں ہائے زہرا کے پیارے حسینا

روکے زینب نے کہا رہ گئے سرور تنہا

روکے زینب نے کہا رہ گئے سرور تنہا
لاکھ ہیں دشمنِ دیں اور ہے اِک سر تنہا

نہ تو مقنع ہے نہ چادر نہ عماری بھیا
سر کھلے بلوے میں آئی تیری خواہر تنہا

آؤ عباس بٹھا دو مجھے تم ناقے پر
سرِ بازار کھڑی ہے تیری خواہر تنہا

تم تو عباس ترائی میں پڑے سوتے ہو
ظلم کے بیچ میں ہیں آلِ پیمبر تنہا

آؤ سینے میں چھپالوں مجھے ڈر لگتا ہے
کیسے رہ پاؤگے تم دشت میں اصغر تنہا

دل میں ارماں تھا کہ تمکو میں بناؤں دولہا
یوں جوانی میں گئے چھوڑ کے اکبر تنہا

لوگ پوچھینگے اگر کیا اُنہیں بتلاؤنگی
دل تو پھٹ جائیگا جب جاؤنگی میں گھر تنہا

بخشوا دیجیئے مولی سب عزاداروں کو
یوں نہ جائیگا احسن سرِ محشر تنہا

زینب یہ بولی حشر کا منظر نظر میں ہے

زینب یہ بولی حشر کا منظر نظر میں ہے
بھائی کا حلق شمر کا خنجر نظر میں ہے

عاشور کو رسول کی تصویر مِٹ گئی
لیکن وہی جوانیء اکبر نظر میں ہے

رن میں ستم کا تیر چلا قبر بن چکی
اب تک وہ زخمِ گردن اصغر نظر میں ہے

جلتی ہوئی زمین پہ روتے ہوئے حرم
شعلے تھے جس میں آگ کے وہ گھر نظر میں ہے

مثلِ علی وہ نہر پہ حملہ دِلیر کا
اب تک وہی جلالتِ حیدر نظر میں ہے

کانو میں ہے تلاوتِ قرآن کی صدا
نیزے پہ آج بھی سرِ سرور نظر میں ہے

جس میں کبھی چراغ جلایا نہیں گیا
ہے ہے وہ قیدِ شام کا منظر نظر میں ہے

دیکھو نشاں رسن کے ہیں بازوں میں آج بھی
جو چھن چکی تھی سر سے وہ چادر نظر میں ہے

مجھ کو حسین خلد میں بلوائینگے ضرور
حُرِّ جری کا صدر مقدّر نظر میں ہے

زینب یہ کہہ کے رو پڑی پوچھو نہ کیا ہوا

زینب یہ کہہ کے رو پڑی پوچھو نہ کیا ہوا
نانا میں لیکے آئی ہوں گلشن لُٹا ہوا

نظرِ حسین میں نے کیئے اپنے دونوں لال
دیکھا ہے میں نے دونوں کا سینہ چھیدا ہوا

ننھے گلے سے خون کی یہ دھار ہائے ہائے
بولے تڑپ کے شاہ کہ وعدہ وفاء ہوا

سہرے کے گل بھی سرخ ہے چہرے کا رنگ بھی
آنکھیں ہے بند سینے میں نیزہ لگا ہوا

تصویرِ مصطفی کی یہ تصویر دیکھیئے
ہے خون میں لباسِ اُروسی رنگا ہوا

شاہ کہتے تھے اے میری خواہر

شاہ کہتے تھے اے میری خواہر　　میرے لاشہ پہ رونے نہ آنا
دیکھ کر میرے مقتل کا منظر　　میرے لاشہ پہ رونے نہ آنا

چاک دامن نہ کرنا حزن میں　　سر کو کھولے میرے بعد رن میں
میری ماں جائی زینبِ مضطر　　میرے لاشہ پہ رونے نہ آنا

دیکھا بابا و ماں کو گذرتے　　تمنے دیکھا ہے شبر کو مرتے
لو بِچھڑتا ہے یہ بھی برادر　　میرے لاشہ پہ رونے نہ آنا

تم کو دیکھ کے تڑپیگی مادر　　غم زداہ ہونگے نانا و حیدر
کانپ اُٹھیگا میرا جسمِ بے سر　　میرے لاشہ پہ رونے نہ آنا

لو سلام آخری یہ ہمارا   اب نہ آئینگے واپس دوبارا
تھام لو تم رِکاب میری آ کر   میرے لاشہ پہ رونے نہ آنا

صابرہ فاطمہ کی اے بیٹی   تجھکو سہنا ہے زنداں کی سختی
سہہ لیا تونے داغِ بہتر   میرے لاشہ پہ رونے نہ آنا

شانِ عباس کے تو ہِلا کر   بین کرنا نہ میداں میں آ کر
قتل گاہ میں اُٹھیگا محشر   میرے لاشہ پہ رونے نہ آنا

دَرِ خیمے سے دیکھوگی بہنا   حلق بھائی پہ خنجر کا پھرنا
جب جدا سر کرے شمرِ ابتر   میرے لاشہ پہ رونے نہ آنا

آہ پھٹ جائیگا میرا سینہ   کھائیگی جب طمانچے سکینہ
تم ہی بننا نگہبانِ دُختر   میرے لاشہ پہ رونے نہ آنا

شرم رکھنا لئے گھر کی میرے میرا عابد حوالے ہے تیرے
ناتواں ہے وہ بیمار مضطر میرے لاشہ پہ رونے نہ آنا

مفضل

سن لو مولی محمد سے شاکر حشر برپا کرے یہ سنا کر
آخری وہ وَصیتِ سرور میرے لاشہ پہ رونے نہ آنا

شبیر کا سر ہے نیزے پر زینب کا سہارا کوئی نہیں

شبیر کا سر ہے نیزے پر زینب کا سہارا کوئي نہیں
خیمے کي اُداسي کہتي ہے اب پُوچھنے والا کوئي نہیں

سوتے ہیں بہتّر مقتل میں اور ماں ہے اندھیرے زِنداں میں
بے شیر کي ننّھي تربة پر اب رونے والا کوئي نہیں

بِکھرائے ہوئے گِسو رُخ پر شبیر سے کہتي ہے زینب
کُوفے کے بھرے بازاروں میں اے بھائي ہمارا کوئي نہیں

یہ کہہ کر دِہکتي ریتي پر عباس گِرے ساحِل کے قریب
کیا آؤں سکینہ خیمے میں اب پاني کا قطرہ کوئي نہیں

میّت کو اُٹھا کر چلتے ہیں کُچھ دیر میں پھِر تھم جاتے ہیں
اکبر کي جواني ختم ہوئي شبیر کا یارا کوئي نہیں

گودي کے پلے ہیں مقتل میں شبیر ہے اور تنہائي ہے
قرآن اکیلا ہے رن میں قرآن کا پارہ کوئي نہیں

آواز سُنائی دیتی ہے شبیر کے سُوکھے ہونٹوں سے
مقتل ہے چھُری ہے قاتل ہے اے موت ہمارا کوئی نہیں

یہ رنگ بدلتی دنیا ہے کیا کِسکو سہارا دیگا کوئی
اے فضلؔ بس اِک مولی کے سِوا سچ پُوچھو تو اپنا کوئی نہیں

شبیر کی مظلومی زینب سے کوئی پوچھے

شبیر کی مظلومی زینب سے کوئی پوچھے
پردیس میں جو گذری زینب سے کوئی پوچھے

زہراء کے گلستاں پر جب بادِ خزاں چھائی
اک دن میں بھرے گھر پر کربل میں قضاء آئی
آفات جو ہے ٹوٹی زینب سے کوئی پوچھے

جب پیاس کے مارے سب معصوم بلکتے تھے
شبیر کی آنکھوں سے تب آنسو برستے تھے
بے تابی وہ بچّوں کی زینب سے کوئی پوچھے

ہر موڑ پہ بھائی پہ قربان ہوئی بڑھکے
شبیر رہیں باقی اور بچّوں کے دیئے صدقے
خدمت کی لگن ایسی زینب سے کوئی پوچھے

شبیر کا بازو تھا جب بازو کٹے اُسکے
کیا حال تھا سرور کا عباس سے جب بچھڑے
کس طرح کمر ٹوٹی زینب سے کوئی پوچھے

شبیر کو جب اپنے بیٹے کی صدا آئی
کاندھے پہ اٹھاتا تھا ، جب لاش پسر بھائی
اکبر کو لگی برچھی زینب سے کوئی پوچھے

خود اپنے ہی ہاتھوں سے جب قبر بناتے تھے
اصغر کو گلے سے پھر کیا مولی لگاتے تھے
جب خالی ہوئی گودی زینب سے کوئی پوچھے

جو شمر نے ماری تھی ٹھوکر کی وہ شدّت کو
پھیرا تھا گلے پر جو خنجر کی وہ ضربت کو
شہ پر جو بلا آئی زینب سے کوئی پوچھے

ہر داغ اُٹھا لیتی یہ داغ نہ سہہ پائی
جب سامنے آنکھوں کے ہے ذبح ہوا بھائی
کیا دل پہ قیامت تھی زینب سے کوئی پوچھے

بے پردہ جو اونٹوں پر بازاروں میں جاتی تھی
جب اپنے ہی بالوں سے وہ چہرہ چھپاتی تھی
قسمت کی یہ مجبوری زینب سے کوئی پوچھے

زینب نے جو دیکھا وہ پُر درد بیاں کر کے
برہانِ ہدی سرور کہتے ہیں جمالی یہ
یہ ذکر شہِ دیں کی زینب سے کوئی پوچھے

شبیر کو روئی ہے مظلوم بہن برسوں

شبیر کو روئی ہے مظلوم بہن برسوں
یاد آیا ہے زینب کو بھائی کا کفن برسوں

مرنے کے لیئے رن میں جاتے ہو علی اکبر
تڑپائیگی مادر کو طیغوں کی شِکن برسوں

ماں باپ کا دل زخمی اصغر کا گلا زخمی
اس چاند کو روئی ہے سورج کی کرن برسوں

اے کرب و بلا تونے کیا آگ لگائی ہے
دریا نے اُجاڑا ہے زہراء کا چمن برسوں

وہ دھوپ وہ بیماری کانٹوں پہ لہو جاری
اُتری نہیں عابد کے پیروں کی تھکن برسوں

جب آئی وطن زینب ڈر جاتی تھی خوابوں میں
محسوس ہوئی ہوگی شانوں میں رسن برسوں

دُر چھین لیئے تو نے اے شمرِ لعیں لیکن
تھی بالی سکینہ کے کانوں میں چبھن برسوں

بے گور و کفن رن میں احمد کا نواسا تھا
تڑپیگا اِسی غم میں اب چرخِ کہن برسوں

شبیر نے کہا زینب ہمت نہ ہارنا زینب

پرایا دیس ہے مظلوم کا نہیں کوئی
عجیب وقت ہے مجبوروں کا نہیں کوئی
شریر ایسا بھی معصوم کا نہیں کوئی
سوی خدا کے مختوم کا نہیں کوئی ہمّت نہ ہارنا زینب

ابھی تو شام کا زندان دیکھنا ہے تمہیں
بھرا یہ لاشوں سے میدان دیکھنا ہے تمہیں
سِتم جو باقی ہے ہر آن دیکھنا ہے تمہیں
تمہارے بھائی کو بے جان دیکھنا ہے تمہیں ہمّت نہ ہارنا زینب

عصر کي آئے گھڑي تو بہن نہ گھبرانا
اکيلا ہوگا اخي تو بہن نہ گھبرانا
جو لات مارے شقي تو بہن نہ گھبرانا
شمر چلائے چھري تو بہن نہ گھبرانا ہمّت نہ ہارنا زينب

سنو جو ماں کي صدا تو وہي گھڑي ہوگي
دعاء کے واسطے گردن ميري جھکي ہوگي
لعيں کي بوٹھي چھري مجھ پہ چل رہي ہوگي
جدائي تن سے ميرے سر کي ہورہي ہوگي ہمّت نہ ہارنا زينب

ہمارے بعد تمہیں رَسّیوں سے بادھینگے
ہمارے بعد رِداء سر سے بھي اُتارینگے
ہمارے   بعد تمہیں در بدر پھرائینگے
ہمارا سر بھي سِناں پر تمہیں دکھائینگے ہمّت نہ ہارنا زینب

مدینہ جاکے نبی سے سلام کہہ دینا
بجاکے سجدہ میرا یہ پیام کہہ دینا
نواسا کرگیا نانا کا کام کہہ دینا
شہید ہوگیا میں تشنہ کام کہہ دینا   ہمّت نہ ہارنا زینب

نگہباں آج برہان الہدیٰ ہے دعوۃ کے

جمالي انسے ہي دينِ خدا کو ہمت ہے

حسيني غم سے سدا اِنکے دِل میں رِقّت ہے

سدا زباں پہ بيانِ اِمامِ اُمّت ہے ہمّت نہ ہارنا زینب

قرباں گہِ حق میں بھائی کا یوں ہاتھ بٹایا زینب نے

قرباں گہِ حق میں بھائی کا یوں ہاتھ بٹایا زینب نے راہِ حق
آغاز بنایا سرور نے انجام بنایا زینب نے

دو لال اگر تھے بھائی کے اُمّت پہ فدا ہونے کے لیئے
مرنے کے لیئے دو بچوّں کو اپنے بھی سجایا زینب نے

واں اکبر و اصغر کام آئے یاں عون و محمد کام آئے
جو صبر دِکھایا سرور نے وہ صبر دِکھایا زینب نے

تا عصر اکھتر لاشوں تک تھے غم میں برابر بھائی بہن
واللہ مگر بھائی کا بھی اِک داغ اُٹھایا زینب نے

سرور نے نبی کے لفظوں میں پیغامِ صداقت پہنچایا
دنیا کو علی کے لہجے میں قرآن سنایا زینب نے

یہ ثانیء زہرا تھی اِنکو پردے کی حفاظت لازم تھی
چادر نہ رہی تو چہرے کو بالوں سے چِھپایا زینب نے

جتنی بھی مصائب بڑھتی گئی اُتنی ہی عبادت بڑھتی گئی
ہربار زباں پر شکر رہا پر شکوی نہ لایا زینب نے

بھائی نے کٹا کر سر اپنا ، چادر کو لُٹا کر خواہر نے
اسلام بچایا سرور نے ایمان بچایا زینب نے

بد کوششِ اعدا کی جو تھی بجھ جائے چراغِ دینِ خدا
وہ نور بجھے گا کیسے جسے خطبہِ سے بچایا زینب نے

کربلا آکے بولی یہ زینب

کربلا آکے بولی یہ زینب میرے ماں جائے میں تم پہ واری
قید خانہ سے چھٹ کر میں آئی خاک اُڑاتی ہوئی غم کی ماری

بیکسوں کے لیئے آسرا تھے سارے عالم کے مشکل کشا تھے
تم تو فرزندِ مشکل کشا تھے تھی مصیبت میں خواہر تمہاری

لٹ رہے تھے حرم تم نہ آئے ہو رہے تھے ستم تم نہ آئے
قید ہوتے تھے ہم تم نہ آئے کیا ہوئی وہ محبت تمہاری

جل گئے اب تو خیمے ہمارے اب کہاں جائیں سب غم کے مارے
دیکھو روتے ہیں بچّے تمہارے بیکسوں کی سنو آہ و زاری

سر کھلے سب اسیر ستم تھے — بالوں سے منہ چھپائے حرم تھے
ایک چادر کے محتاج ہم تھے — ہو گئی زندگی ہم پہ بھاری

راہ میں بھیا کانٹے بچھائے — اُس پہ زین العبا کو چلائے
رُک گئے جب تو دُرّے لگائے — اِس سبب سے ہوئے زخم کاری

سر شہیدوں کے تن سے اُتارے — جکڑے بازوں رسن میں ہمارے
دِرّے ہم کو لعینوں نے مارے — دیکھو عابد پہ ہے زخم کاری

نوحہ

کِس طرح اپنے لُٹے گھر کو بہن لے جائے
پاس دُکھیا کے رہا کیا جو وطن لے جائے

شرم کے مارے نہیں ہوتي ہے داخل زینب
اپنے گھر کتنے الم ، سوز و جلن لے جائے

نہ ہے شبیر نہ عباس نہ اکبر ، اصغر
کیا مدینہ کي طرف اُجڑا چمن لے جائے

سر پر چادر نہیں مجبور ہے کتنی زینب
اپنے بھائی کے لیئے کیسے کفن لے جائے

بعد شبیر کے آتا نہیں زینب کو قرار
یہ جہاں جائے وہاں رنج و محن لے جائے

دُخترِ عُقدہ کُشاء مولیٰ علي ہے زینب
باندھ کر ہائے عدو اُسکو رسن لے جائے

پا بزنجیر ہے اور طوقِ گِراں گردن میں
ایک بیمار بھلا کتنا وزن لے جائے
پُشت سجّاد کي دِرّوں سے ہے زخمي کتني
اور پھر راہ کے کانٹوں کي چُبھن لے جائے
ابھي بیاہي گئي اور پل میں تباہي آئي
اپنے دولہے کا الم بیوہ دولہن لے جائے
چلو شبیر پہ رونے کو جہاں پر تشریف
سیف دیں مولی ہدایت کے گگن لے جائے
باقي تا حشر رہے عالی قدر سیف ہدی
نزدِ رب اِک یہي مقبول سخن لے جائے
ہم بھي شاؔکر کبھي چومینگے ضریحِ شبیر
ساتھ میں اپنے جو داعي زمن لے جائے

کہا رو رو کے زینب نے اِلٰہی صبح کیا ہوگا

کہا رو رو کے زینب نے اِلٰہی صبح کیا ہوگا
چلیگا کس پہ خنجر کسکا سر تن سے جدا ہوگا

محمد نے کلیجے پر سلا کے جس کو پالا تھا
تنِ بے سر کل اُسکا خاک اور خوں میں بھرا ہوگا

حسین ابنِ علی کے گھر میں کل شادی رچی ہوگی
دلہن روئیگی دولہا رن میں ریتی پر پڑا ہوگا

لبِ دریا پہ جاکر بھی نہ ایک قطرہ پیئیے پانی
بھلا عباس سا کوئی برادر با وفا ہوگا

مجاہد ننھے ننھے کل فدا ہونگے شہ دیں پر
پسر زینب کا بھی، کوئی حسن کا دلربا ہوگا

چڑھیگا کل تو سر کٹ کے ارے نوکِ سناں اوپر
تنِ اطہر شہ دیں کا تو ریتی پر پڑا ہوگا

پلٹ کر دیکھیگی ہر ایک قدم پر لاش بھائی کی
سلامی کیا کہوں کیا حالِ بنتِ مرتضیٰ ہوگا

بھلا کیا ذکر آلام و مصائب کا کروں اِس دم
بس اتنا مختصر کہہ دوں کے کل محشر بپا ہوگا

بقا ہو طول یارب مولیٰ برہانُ الہدیٰ شہ کی
ہر ایک مؤمن کے دل کا بس یہی ایک مدعا ہوگا

کہا زینب نے سرور سے کہ بانو غل مچاتی ہے

کہا زینب نے سرور سے کہ بانو غل مچاتی ہے
کہاں ہے نو جواں اکبر اُسے بانو بلاتی ہے

اے بھائی کِس جگہ تم چھوڑ کر آئے ہو اکبر کو
اکیلا کِس جگہ سویا ہے کیسی نیند آتی ہے

تیری مادر کو ارماں ہے تجھے دولہا بنانے کا
اٹھو بیٹا تمہیں زینب پھوپی سہرا بندھاتی ہے

چلو خیمے میں اے بیٹا کہ اب مسند بچھائی ہے
نئے کپڑے پہنا کر ماں تجھے دولہا بناتی ہے

رکھا ہے ہاتھ کیوں سینے پہ کیسا درد ہے بیٹا
کہ جس کو دیکھ کر بابا کی بھی جاں لب پہ آتی ہے

اے بیٹا کیا جوانی میں تمہیں مرنا پسند آیا
جواں ہوتے ہیں لاکھو ں منتیں جب مانی جاتی ہے

اے بیٹا کیا اِسی دن کے لیئے پالا تھا مادر نے
یہ کیا منظر مجھے میری بری قسمت دِکھاتی ہے

اے اکبر اب نہ لکھ آگے جوانی کی قسم تجھ کو
فلک بھی کانپ اُٹھتا ہے زمیں بھی تھرتھراتی ہے

کیا عجب طَورِ زماں دیکھ رہی ہے زینب

کیا عجب طَورِ زماں دیکھ رہی ہے زینب
بھائی کا سر بہ سناں دیکھ رہی ہے زینب

العطش کہتے ہوئے روتے ہوئے بچّوں کی
پیاس سے خشک زُباں دیکھ رہی ہے زینب

ہونگے ارماں تو کئیں عون و محمد کے لیئے
اُنکے سینے میں سِناں دیکھ رہی ہے زینب

نہر سے آیا ابھی تھامے کمر بھائی کے
دوش پر لاشِ جواں دیکھ رہی ہے زینب

خوں میں تر بھائی کی آنکھوں سے سلامِ آخر
بے کسوں نوحہ کُناں دیکھ رہی ہے زینب

بارہا ماں سے سُنا بوسہ گہِ احمد ہے
خنجرِ شمر وہاں دیکھ رہی ہے زینب

عترتِ نبی جانِ مرتضی خواہرِ حسین بنتِ فاطمہ

عترتِ نبی جانِ مرتضی خواہرِ حسین بنتِ فاطمہ
کیا بتائیں کے زینب کی کیا شان ہے
قافلہ ء حسینی کی یہ آن ہے

گذرے نانا نبی صبر کرتی رہی
ماں کی میت اُٹھی صبر کرتی رہی
دیکھا زخمِ علی صبر کرتی رہی
اور حسن سے چھٹی صبر کرتی رہی
آج دَرپیش کربل کا میدان ہے

قتلِ عباس کی دھوم بھولی نہیں
زخمِ اکبر وہ مظلوم بھولی نہیں
ننھے اصغر کا حلقوم بھولی نہیں
اپنے بچّے وہ معصوم بھولی نہیں
چہرہ اُترا ہوا دل پریشان ہے

جتنا دُکھ دے سکے ظالموں نے دِیا
چھلنی چھلنی دلِ سیدہ ہو گیا
سامنے اُسکے بھائی کو ذبح کیا
سجدے میں شمر نے سر جدا کر دیا
آج دنیا ہوئی اُسکی ویران ہے

پوچھو زینب سے جب ماں کی کھیتی لُٹی
پوچھو زینب سے جب کربلا سے چلی
پوچھو زینب سے جب سر سے چادر چھنی
پوچھو زینب سے جب رسیوں میں بندھی
دیکھا جس نے جفاؤں کا طوفان ہے

عرض کرتی تھی اے مالکِ ذو المنن
سب گوارہ ہے لیکن نہ ہوگا سہن
کیسے چھوڑوں حسین کو میں بے کفن
بے ردا ہوں میں بھائی میرا خستہ تن
جلتی ریتی پہ بے گور سلطان ہے

جانے شبیر رتبہء بنت علی

یا برہان الهدی اُنکا داعی ولی

اور سیف الهدی انکا داعی ولی

کر جمالی جو سب سے دعا ہے بھلی

اُنکی عمر ہو صحت سے پھولی پھلی

جن کے دم سے عزا کا گلستان ہے

کیسے شبیر تیرے بعد جئے گی زینب

کیسے شبیر تیرے بعد جئے گی زینب
ہر ستم سہ لیا یہ غم نہ سہے گی زینب

زندہ جسکے لییئے زینب تھی وہ بھائی نہ رہا
جان سے پیارا وہ زہرا کی کمائی نہ رہا
خاک اڑاتی ہوئی فریاد کرے گی زینب

بھائی باقی رہیں زینب نے جتن کیا نہ کیئے
اپنے دو لال بھی از راہِ خدا نذر کیئے
بس میں جو بھی ہے وہ قربان کریگی زینب

زخمِ اکبر کا تھا دل سوز مگر وہ بھی سہا
قبرِ اصغر نے جگر چیر دِیا ضبط کیا
بھائی کے صدمے سے جیتے جی مریگی زینب

ڈوبتی سانسوں میں بھائی کا سلامِ آخر
ہائے مظلوم کا وہ سجدہ وہ ضربِ خنجر
اشکِ خوں روتے ہوئے آہ بھریگی زینب

اِک طرف سر تیرا نیزے پہ لعیں لے کے چلے
اک طرف رسی پہ باندھے گئے بچوں کے گلے
یوں لُٹا قافلہ لے کر وہ چلے گی زینب

بے بسی ایسی کے بالوں سے چھپایا چہرہ
بے کسی ایسی کے ہاتھوں پہ رسن کا پہرہ
نام لے لے کے تیرا بین کریگی زینب

حال شبیر کی فرقت میں جو زینب کا ہوا
ہیں جمالی شہ محمد بھی اِسی غم میں سدا
غم سے فرماتے ہیں جو بین کرے گی زینب

ہوا ذبح بھائی کہاں جائے زینب

ہوا ذبح بھائی کہاں جائے زینب
لُٹی سب کمائی کہاں جائے زینب

جو آئی مدینے تو بولی حزینہ
مدینۃ جدِّنا لا تقبلینا
یہ دنیا پہ ہے دھول مشکل ہے جینا
یہ کیوں موت آئی ، کہاں جائے زینب

کروں کس زُباں سے میں وہ غم بیانی
کہ سولہ پہر شہ نے پایا نہ پانی
نہ کچھ قدر اعدا نے سرور کی جانی
جفا اُس پہ ڈھائی ، کہاں جائے زینب

جو بھائی تھا مشکل میں سب کا سہارا
دُلارا نبی کا تھا زہرا کا پیارا
اُسے مل کے لاکھوں نے جنگل میں مارا
نہیں ساتھ بھائی ، کہاں جائے زینب

وہ تیروں کی بارش وہ زخموں کی کثرت
اِن آنکھوں نے دیکھی لعیں کی اذِیّت
وہ شمر کی ٹھوکر وہ رگڑوں کی شدّت
چھری جب چلائی ، کہاں جائے زینب

تھے جنگل میں زہرا کی گودی کے پالے
دہکتی زمیں پر تھے اللہ والے
تھے بے سر وہ لاشے تھے جسموں میں بھالے
ہے تڑپی خدائی ،کہاں جائے زینب

وہ عابد کے قدموں میں بیڑی کا لگنا
سکینہ کے کانوں سے گوہر کا کِھچنا
طمانچوں کا لگنا ، رِداؤں کا چھننا
بندھی جب کلائی ، کہاں جائے زینب

سکینہ کا ڈر ڈر کے دل کا دھڑکنا
رقیہؑ کا پانی کی خاطر مچلنا
وہ معصوم بچّوں کا آہوں کا بھرنا
گھٹا غم کی چھائی ، کہاں جائے زینب

بیاں غم کا برھان دیں جب سنائے
مصیبت پہ زینب کی روئے رُلائے
اے ہاشم یہ منظر کو دل میں سمائے
دے تو بھی دُہائی ،کہاں جائے زینب

وہ کربلاء کے حسین والے

وطن سے پردیس جارہے ہیں وہ کربلاء کے حسین والے
نبی کے دیں کو بچارہے ہیں وہ کربلاء کے حسین والے

ہے قافلے میں جوان اکبر ہیں اِن میں شامل حسن کے دلبر
ہے ساتھ جھولے میں ننھا اصغر چلے ہیں زینب کے دونوں گوہر
عَلم علمدار لا رہے ہیں وہ کربلاء کے حسین والے

حسین بولے یہ کیا جگہ ہے یہ میرا گھوڑا کہاں رُکا ہے
یہ ماریہ ہے یا نینوا ہے کہا کسي نے یہ کربلاء ہے
یہ سُن کے خیمے لگا رہے ہیں وہ کربلاء کے حسین والے

نبی کے اصحاب کے برابر حسین کے دوست اور برادر
ہے کوئی حمزہ تو کوئی جعفر یہ روزِ عاشور سر کٹا کر
چراغ خون سے جلا رہے ہیں وہ کربلاء کے حسین والے

زُہیر بن قین مر گئے ہیں　　مناف و رحماں بچھڑ گئے ہیں
کہ جاں فِدا خون کر گئے ہیں　　پدر گئے ہیں پِسر گئے ہیں
یہ سُونا جنگل سجا رہے ہیں　　وہ کربلاء کے حسین والے

حبیب اب جنگ لڑنے آئے　　پُرانے ساتھي بچھڑنے آئے
رہِ خدا میں یہ مرنے آئے　　یہ دوستي پُوري کرنے آئے
یا حق پرستي نِبھا رہے ہیں　　وہ کربلاء کے حسین والے

کہا یہ حُر نے مجھے رزاء دو　　جو پیاس دِل میں ہے وہ بجھا دو
کہ دین و دنیا کا حُر بنادو　　اے مولی جنّت مجھے دِکھادو
نصیب اپنا جگا رہے ہیں　　وہ کربلاء کے حسین والے

کہیں پہ شانے گِرے ہیں کٹ کر　　کہیں پہ تڑپا جوان اکبر
کہیں بني ننھي قبرِ اصغر　　کٹا کے سر مر گئے بہتّر
ہم اِن پہ آنسو بہا رہے ہیں　　وہ کربلاء کے حسین والے

حسین تنہا کہاں پہ جائے نہیں ہے کوئی کِسے بُلائے
ہر اِک کا لاشہ اُٹھا کے لائے یہ تھک چُکے ہیں تو کون آئے
لُٹایا گھر ، سر کٹا رہے ہیں وہ کربلاء کے حسین والے

حسین ہیں سجدہءِ خدا میں لبوں کو جُنبش ہے بس دعاء میں
زمیں پہ ماتم بُکاء سماں میں کہ سر کٹا شہ کا کربلاء میں
وہ خاک پہ تھرتھرا رہے ہیں وہ کربلاء کے حسین والے

چڑھایا نیزے پہ شاہ کا سر جلا رہے ہیں حسین کا گھر
چِھینی ہے زینب کے سر سے چادر چھینے سکینہ کے دیکھو گوہر
یہ صبر پھر بھی دِکھا رہے ہیں وہ کربلاء کے حسین والے

حسینی داعی رہے سلامت رہے یہ خوش حال تا قیامت
یہی دعاء بن گئی عبادۃ مِلے ہمیں اِن کی بس شفاعت
یہ کہہ کے سب ہاتھ اُٹھا رہے ہیں وہ کربلاء کے حسین والے

حسین کے تھے رفیق جیسے　　برہانِ دیں کے ہے ساتھي ایسے
حُدود دیکھو ہیں کیسے کیسے　　جلال اور شان میں ہیں ویسے
سِتارے یہ جگمگا رہے ہیں　　وہ کربلاء کے حسین والے

حسین کے ساتھ ہم بھي ہوتے　　تو کربلاء میں یہ جان کھوتے
حُسامؔي کاش اُس زمین پہ سوتے　　تو کیوں نہ مر جائیں روتے روتے
چلو ہمیں بھي بُلا رہے ہیں　　وہ کربلاء کے حسین والے

وطن والوں سے زینب آج پہچانی نہیں جاتی

وطن والوں سے زینب آج پہچانی نہیں جاتی
مصیبت اتنی جھیلی رُخ سے ویرانی نہیں جاتی

مدینے لُٹ کے آئی ہوں میرے بھیا کو کھو آئی
میں اٹھارہ بنی ہاشم کو کربل بن میں رو آئی
میرے عون و محمد اکبر و اصغر کو رو آئی

اے نانا جان عباس و علی اکبر گئے مارے
وہ کمسن چھ مہینے کے علی اصغر گئے مارے
میرے دلبر گئے مارے میرے سرور گئے مارے

گئی تھی جب مدینے سے وہ اہلِ اقربا لیکر
بیٹھاتے تھے مجھے محمل میں عباس و علی اکبر
میں واپس آئی ہوں میرے جوانوں پیر سے چھٹ کر

ہوئی ہے اہلِ بیتِ پاک کی بے حرمتی نانا
لُٹی چادر جلا خیمہ ہوئی بے پردگی نانا
گوہر چھینے سکینہ بھی سِسک کر رو گئی نانا

بڑی شدّت سے عابد کو گلے میں طوق ڈالا تھا
پہنا کے بیڑیاں کانٹوں کے اوپر بھی چلایا تھا
بناکر سارباں دَر دَر پھیرایا تھا ستایا تھا

سناں کی نوک پر سر میرے بھیا کا چڑھایا تھا
اے نانا جاں رسن سے بازؤو کو میرے باندھا تھا
حرم کو کرکے قیدی اونٹ کے اوپر بِٹھایا تھا

میرا گھر ہو گیا برباد اور دیکھا کیا میں نے
میرے بھیا کا سر کٹتا رہا دیکھا کیا میں نے
جواں بیٹے کا لاشہ بھی اُوٹھا دیکھا کیا میں نے

میں دُکھیا ہوں میں دُکھیا ہوں اے نانا جاں دِلاسا دو
تیرے تربت سے دستِ پاک میری پیٹھ پر رکھ دو
میرے بھیا حسین ابنِ علی کا مجھکو پرسہ دو

یہ پکاری زینبِ خستہ تن

یہ پکاری زینبِ خستہ تن میرا لُٹ گیا ہے بھرا چمن

یہ نہ پوچھو کیا کیا گزر گیا وہ ستم جو ہم پہ اُتر گیا
میرا بھائی مجھ سے بچھڑ گیا یہ پکاری زینبِ خستہ تن

تھا گہن وہ ماہ بتول پر تھا وہ ظلم سبطِ رسول پر
ہے وہ داغ قلبِ ملول پر یہ پکاری زینبِ خستہ تن

میں بھلاؤں کیسے وہ تشنگی وہ نبی کی آل کی بے بسی
وہ علی کے لال کی بے کسی یہ پکاری زینبِ خستہ تن

دو پسر بھی میں نے فدا کیئے — کہ حسین آقا میرے جیئے
یہ صبر کے گھونٹ بھی پی لیئے — یہ پکاری زینبِ خستہ تن

یہ اسیری اور یہ سختیاں — یہ سہیں رسول کی بیٹیاں
کہاں قیدِ شام رسن کہاں — یہ پکاری زینبِ خستہ تن

میرے نوجوان بچھڑ گئے — میرے بے زباں بھی جو رن گئے
وہ بھی تیر کھا کے گزر گئے — یہ پکاری زینبِ خستہ تن

وہ نظارہ میری نظر میں ہے — میں نے دیکھا رن میں جو آنکھ سے
دلِ فاطمہ تھا چھری تلے — یہ پکاری زینبِ خستہ تن

بے ردا میں اونٹ پہ جب چلی
بے کفن حسین کی لاش تھی
میں کفن بھی اُسکو نہ دے سکی
یہ پکاری زینبِ خستہ تن

کیوں جگر نہ میرا نکل پڑے
جو سکینہ پوچھتی ہے مجھے
میرے بابا جان کدھر گئے
یہ پکاری زینبِ خستہ تن

دوپہر میں یوں نہ لُٹے کوئی
میری طرح دُکھ نہ سہے کوئی
یوں ہی جیتے جی نہ مرے کوئی
یہ پکاری زینبِ خستہ تن

اے جمالی مولی برہان دیں
ہیں غمِ حسین میں جو حزیں
تا ابد رہیں یہ مہ مبیں
یہ پکاری زینبِ خستہ تن

مراثی

مرثیہ

پہنچو حرم مدینۃ ما کربل نے شام سي
داخل تھیا بشیر رزا لئي امام سي
داخل تھیا حرم ما بصد احترام سي
بولا خبر کروں چھوں شہ تشنہ کام سي

١

ٹھیرو ھوؤ چھے قافلہ باھر اے مؤمنیں
سالارِ قافلہ چھے علي زین العابدیں

آ نا گھاني وات سني سروے صف بصف
نکلي گھرو سي آیا نبي نا حرم طرف
چھائي ھوئي اداسي انے دل اوپر اسف
بولا کہاں چھے آقا سلیلِ شہِ نجف

٢

آیا بشیر ساتھے لئي خیمہ گاہ ما
حاضر تھیا چھے مؤمنو جائے پناہ ما

دیکھے چھے سوں کہ چھوٹا نے موٹا چھے سوگوار
اھلِ حرم حزین چھے روئے چھے زار زار
ظلم و ستم نا مارا چھے مظلوم اشکبار
آقائے دو جہان نا چہرا اوپر غبار

٣

عالم نے جبر چھڑاوے گرفتارِ حال چھے
دنیا نی آ مثل رھي رفتار و چال چھے

دیکھي آ حال زار نے ماتم تھیو بپا
سب مردو زَن نے بچاؤ دیکھینے تلملا
کیدو اشارو سب نے شہنشاہ کربلا ٤
فرمان شه سني نے وه خاموش تھئي گیا

صعصعة نے زید بیُوے اٹھا احترام سي
دئي سات پھیرا عرض گذاري امام سي

منگاوي ایك کرسي تھیا جلوه گر امام
ایك هاتھ ما رومال هتو رنگ لاله فام
حمدِ خدا سي کیدا شروع آ پ ینہ کلام ٥
تہ بعد اهلِ بیت نا اوپر پڑھو سلام

کیدو خطاب اهلِ مدینه نے شاهدیں
روتا هوا اسیر ستم زین العابدیں

اهلِ مدینه کرب و بلا ما پڑي بلا
اهلِ ستم ینہ بند کرو پاني برملا
مانندِ ماهي پیاس ما بچاؤ تلملا ٦
اك سوکھي مشك لئي نے علمدار چھے چلا

سوءِ فرات آوي بھرو پاني مشك ما
تھي آرزو کہ آوے تري حالِ خُشك ما

مشكي اٹھاوي نكلا علمدار تھئي سوار
دشمن يہ بيوے هاتھ نا اوپر كري نے وار
كيدا قلم تو گھوڑا سي گرتا كري پكار
كيدو اداء غلامي نو حق نے تھئي نثار

٧

آقائے دوجهان پرامو غلام نے
تھئي آنكھ بند آخري ديكھي امام ني

اهل مدينة مارا هتا بھائي نوجواں
رن ني رزا لئي نے چلا سوئے دشمناں
حملاؤ حيدرية بتاوي تھيا رواں
باواجي صاحب پياس سي سوكھي چھے آ زباں

٨

آخر ما برچھي كھائي گرا چھے زمين پر
مانندِ صقراء آيا چھے وه نازنين پر

اصحاب شه نا كربلا نا رن ما كھپي گيا
زينب پھوپھي نا بيوے خزاده تھيا فدا
آقا حسن نا نور نظر كيدو حق اداء
جلدي سي دوڑا رن ما شهادة خريدوا

٩

روتا رهيا سكينة جدائي ني حال پر
مارا طمانچه شمر يہ آوي نے گال پر

اهل مدینه تمنے کہوں کئي زبان سي
ایك طفل نازنین تھا کم سن زمان سي
١٠ پیاسا تھیا تو پاني نا لایا گمان سي
مارو چھے تیر بچه نے دشمن کمان سي

بے هاتھ پر وہ بچه ني گردن دھلي گئي
چھیلي کمائي خاك نا اندر ملي گئي

آیا حرم ما سب نے وداع واسطے حسین
تھي حشر ني گھري انے ماتم نو شور وشین
١١ شدة سي تھو بخار نے دل نے هتو نہ چین
پاسے بٹھاوي بولا کہ اے مارا نور عین

مارا پچھي امام چھو امة نا اے علي
پہنچاؤجو سلام مدینة ما جئي علي

آخر تھئي حرم سي وداع شاہِ کربلا
گھوڑا اوپر سوار تھئي رن طرف چلا
١٢ چوگرد سب لعینو قتل پر هتا تلا
وحي نا گھر پر اتري عجب طور ني بلا

اتري گیا وہ عرش نا تارا زمین پر
بیٹھا تھا تکیه دئي نے کھجوري نا زِین پر

شمر لعين سينۂ اقدس اوپر چڑھي
مظلومِ كربلا نا گلا پر هتي چھوري
١٣ ماتھو نے لاش بيوے ما كيدي جدا گري
رويا تھا آسمان ، زميں ما تھي تھرتھري

خيمة جلايا آگ سي لوٹو نبي نو گھر
تر بعد آ حرم نے پھرايا چھے دربدر

لوٹايو قافله نے لئي نے ميں آيو چھوں
اونٹو نے ساربان تھئي نے ميں آيو چھوں
١٤ در مجلسِ يزيد جئي نے ميں آيو چھوں
هرِ قسم ني بلاؤ سَهي نے ميں آيو چھوں

سو منھ بتاوے اهلِ مدينه آ ناتواں
شهزاديو نا سر سي رِدا چھيني ظلماں

ماتم نو اك مچي گيو كهرام ياحسين
اے فاطمة نا لخت جگر نورِ عين حسين
١٥ مشكل كشاءِ علي نا جگر جان ياحسين
سونو تھيو مدينه تمارا سي ياحسين

بس بيكسو نو قافله داخل حرم تھيو
سب مردوزن ما ماتم رنج و الم هتو

داعي حسين نا چهے مفضل شِه سيفِ دين
ذكرِ حسين ما چهے هميشه يہ دل حزين
چهے پنجتن نا نورہ ني تصوير باليقين
كر طول عمر شه ني تو اے ربُ العالمين

١٦

يہ شه ني بارگاه ما رب نو سلام چهے
عزي يہ شه نا درنو ايك ادنى غلام چهے

مرثیہ

جب شمر نے بُجھا دِیا شمع بتول کو
یعنی کِیا شہید شہِ دِل ملول کو
باقی رکھا نہ گُلشنِ احمد کے پھول کو
پامال آہ کر دِیا باغِ رسول کو

صدمے سے رنگ گُلشنِ عَالم بدل گیا
خنجر اَلَم کا قلبِ عِنادِل پہ چل گیا

اب اِس طرح ہے راویئے جاں سوز نے لِکھا
ابنِ علی کے سینے پہ جب شمر تھا چڑھا
بے رحم کی وہ تیغ وہ شبیر کا گلا
پانی بھی وقت ذبح نہ ایک بُوند بھی دِیا

تکلیف ذبح کی جو اُٹھائی امام نے
اُس وقت ذُوالجناحِ پیمبر تھا سامنے

یہ حال دیکھتے ہي وہ رَہوار با وفاء
خیمے کي سمت خاک اُڑاتا ہوا چلا
اِس حال سے مگر تھا روانہ وہ بادیا
اُنکھوں میں اشک لب پہ فُغاں سر جُھکا ہوا

زِیں سارا خوں سے لال تھا ٹکڑے لگام تھي
تیروں سے اُسکي پُشت بھي زخمي تمام تھي

اِس طرح جب کہ پہنچا وہ نزدیک خیمہ گاہ
گھوڑے نے ہَنہنا کے بھري ایک سرد آہ
سُن کر صدا فرس کي اُٹھے اہلِ بیتِ شاہ
بولي سکینہ آئے شہنشاہِ دیں پناہ

شاید ظفر ہوئي شہِ عالي مقام کي
آئي ہے رزم گاہ سے سواري امام کي

یہ کِہ کے آئی خیمے کے درپر وہ نوحہ گر
اہلِ حرم بھی ساتھ تھے پیچھے جُھکائے سر
دیکھا جو ذُوالجناح کو خالی لہو میں تر
چِلاّئی ننھے ہاتھوں سے سر اَپنا پیٹ کر

خالی فرس ہی آیا ہے شاہِ ہُدی نہیں!!
یا مجھکو اِس دم آنکھوں سے کچھ سُوجھتا نہیں

یہ کِہ کے پھر لِپٹ گئی گھوڑے سے ایک بار
منھ پر لگایا خون شہنشاہ نامدار
چِلاّئی منھ کو بال پہ رکھ کر وہ دِل فِگار
بابا کہاں ہے اے میرے بابا کہ راہوار

تُو لے گیا تھا فاطمہ کے گُلعذار کو
چھوڑ آیا کِس جگہ شہِ عالی وقار کو

گھوڑے بتا مجھے میرے بابا کِدھر گئے
جانِ رسول سیّدِ والا کِدھر گئے
ہے ہے وہ شاہ یثرِب و بطحاء کِدھر گئے
جنگل میں مجھکو چھوڑکے تنہا کِدھر گئے

گھوڑے بتا نبی کے نواسے کو کیا کِیا
گھوڑے بتا وہ بُھوکے پیاسے کو کیا کِیا

زینب بھی گِرد گھوڑے کے پھر کر بحالِ زار
کہنے لگی کہ اے میرے بھائی کے راہوار
شبیر کیا ہوے مجھے بتلا تیرے نِثار
کیا دُشمنو نے چھوڑا اُنہیں اے وفاء شِعار

گھوڑے کہاں وہ فاطمہ کا نُورِ عین ہے
جلدی بتا کہاں میرا بھائی حسین ہے

گھوڑے وہ دوجہاں کا مددگار ہے کہاں
ہم بیکسوں کا مونِس و غم خوار ہے کہاں
گھوڑے وہ جان حیدرِ کرّار ہے کہاں
زہراء کا آفتابِ پُر اَنوار ہے کہاں

غش میں ہے یا کہ ہوش میں احمد کا پیارا ہے
زندہ ابھی ہے یا کہ جہاں سے سِدھارا ہے

جِس دم سُنے یہ زینبِ ناشاد کے کلام
حکمِ خُدا سے تب ہوا گویا وہ خوشخرام
ہے ہے قیامت آگئی اے خواہرِ امام
بے جرم رن میں قتل ہوے شاہِ تشنہ کام

شمشیرِ شمر حلق پہ حضرت کے چل گئی
ہے ہے نہ میری جان بدن سے نِکل گئی

زینب میں کیا کہوں جو ہوے شاہ پر ستم
رکھے شقي نے سینہءِ شبیر پر قدم
دستِ نجِس سے تھام کے ریشِ شہِ اُمَم
خنجر سے بوسہ گاہِ نبي کو کِیا قلم

یہ ظُلم شاہِ دیں پہ ہُوا میرے سامنے
سر بھي ہوا بدن سے جُدا میرے سامنے

سُننا تھا یہ کہ غش میں ہوئي بنتِ مرتضیٰ
بانو نے سر کو پیٹ کے رہوار سے کہا
گھوڑے شہید ظلم ہوے جب شہِ ہُدی
اُس دم کِسي نے پاني دِیا یا نہیں دِیا

سیراب ہو کے باغِ جِناں شہ رواں ہوے
یا ذبح تین روز کے تشنہ دہاں ہوے

گھوڑے نے سر پہ خاک اُڑا کر یہ دی صدا
اے بانوئے حسین کہوں کیا وہ ماجرا
حضرت نے وقتِ ذبح جو پانی طلب کِیا
بے رحم نے جواب بھی اُسکا نہ کُچھ دِیا

قاتِل نے حلقِ خُشک سے خنجر مِلا دِیا
پیاسے کو آبِ تیغ شقی نے پِلا دِیا

سُنکر یہ حال بیبیوں میں محشر بپا ہوا
چِلّائے سب کہ قتل شہِ کربلاء ہوا
ناگاہ ایک اور بڑا حادثہ ہوا
خیمے پہ حملہءِ سپہءِ اَشقیاء ہوا

غُل تھا کہ لُوٹو خانہءِ شاہِ اَنام کو
پھر آگ سے جلادو خیامِ امام کو

زینب رِضاء و صبر کے پیکر کا نام ہے

زینب رِضاء و صبر کے پیکر کا نام ہے
زینب ثبات و عزم کے جوہر کا نام ہے
زینب عمل کي راہ میں رہبر کا نام ہے
زینب فضیلتوں کے سمندر کا نام ہے

زینب ابوتُراب کي دُختر کا نام ہے
زینب حسن حسین کي خواہر کا نام ہے

زینب شعور و فکر کي منزل کا نام ہے
زینب علي کي جذبہءِ کامل کا نام ہے
زینب فناءِ قوتِ باطل کا نام ہے
زینب حسیني بحر کے ساحل کا نام ہے

زینب وفاء و صبر کي بستي کا نام ہے
زینب جنابِ نوح کي کشتي کا نام ہے

زینب جہادِ نفس کي طاقت کا نام ہے
زینب بہارِ باغِ شہادت کا نام ہے
زینب ستم سے آخري حجت کا نام ہے
زینب اخي کے ساتھ محبت کا نام ہے

زینب شریکِ کارِ رِسالت مآب ہے
زینب فضیلتوں کي مُکمَّل کِتاب ہے

زینب علي کے رؤب و جلالت کا آئینہ
اِیمان کا ، حیاکا ، شرافت کا آئینہ
حُسنِ عمل کا حُسنِ طریقت کا آئینہ
زہراء کي پاک طینت وعصمت کا آئینہ

سیرت بتا رہي ہے شہِ مشرقین ہے
زینب کہیي حسن تو کہیي پر حسین ہے

زینب جو بنتِ عقدۃ کُشاء، بنتِ بُوتُراب
زینب جو ماں کي عصمت و تطہیر کا جواب
زینب بني جو چہرۂِ اسلام کي نقاب
زینب ہے جو نِگاہِ امامت کا اِنتخاب

ٹوٹے ہوئے دِلوں کي کبھي آس بن گیٔ
پہنچي دِیارِشام تو عباس بن گیٔ

زینب تو بس حسین کے لشکر کا تاج ہے
زینب یزیدي ظلم کا بہتر عِلاج ہے
زینب تیرا مِزاج انوکھا مِزاج ہے
زینب تیرا جواب نہ کل تھا نہ آج ہے

تھي گوہرِ بتول گوہرِ ساز ہو گیٔ
ماں کا چلن تو باپ کي آواز ہو گیٔ

مقتل سے سنو زینبِ دکھیا کی صدا بے جرم و خطا بھائی میرا مارا گیا

کل مدینے سے میں نکلی تھی بھرا گھر لیکر

ہائے زہرا کے بھرے گھر کو لگی کسکی نظر

آئیگی ایسی تباہی یوں نہ تھی مجھکو خبر

کہ میں اٹھارہ جنازوں سے بھرا دیکھونگی گھر

اَیسا وِیران اِلٰہی نہ کسی کا ہو چمن

سر ہو نیزے پہ بِرادر کا ، ہو سر ننگے بہن

تجھکو افسوس کفن دے نہ سکی بھائی میں

ایک چادر بھی اُڑھانے تجھے نہ لائی میں

سر کھلے لاش پہ تیری جو چلی آئی میں

کتنی مجبور تھی بھائی تیری ماں جائی میں

لاش سے تیری لپٹ کر میں فُغاں کرتی رہی

کبھی اَکبر ، کبھی عباس کا دَم بھرتی رہی

سارے انصار برادر کے گئے جب مارے
میں نے دو لال میرے عون و محمد وارے
اور عبداللہ و قاسم بھی حسن کے پیارے
صدقے سب شمس امامت پہ ہوئے مہ پارے
لاش اُن سب کی اُٹھاتے رہے مولیٰ دن بھر
تن تنہا نے سہے زخم بہتر۷۲ دل پر

بھائی عباس علمدار تھا بازو شہ کا
تھا جری شیر خُدا کا وہ غضنفر بیٹا
چیر کر فوجِ عدو قبضہ ترائی پہ کیا
نہر سے مشک بھری شان سے لَوٹا سقا
کہکے یوں ایڑ دیا چل میرے رہوار شتاب
تشنہ لب پیاری سکینہ کو پہنچ جائے آب

جب علمدار پہ بوچھار ہوئی تیروں کی
دونوں شانے جو کٹے ، منھ میں سنبھالی مشکی
ہائے ایک تیر ستم نے کیا منھ کو چھلنی
اور سقّا کا لہو بہہ گیا بن کر پانی
کہیں بازو ہے پڑے تو ہے کہیں مشک و علم
دیکھکر حال یہ سرور کی کمر ہوگئی خم

دولہا اکبر کو بنانے کا نہ ارماں نکلا
سینہ پہ کھاکے سِناں خاک پہ تڑپا بیٹا
کسطرح باپ ضعیفی میں سہے یہ صدمہ
پہنچے صفرا کی مثل رن میں یہ کہکر مولیٰ
اے میرے لختِ جگر، اے میری پیری کی عصیٰ
تجھکو دم توڑتے کسطرح سے دیکھے بابا

آہ مولاؑ نے سُناں کھینچ تو لی سینے سے
چھایا آنکھوں میں اندھیرا تھا لہو بہتے تھے
لاش پہ مولی کھڑے رہ کے جگر گوشے کے
دلِ مغموم سے فریاد یہی کرتے رہے
نوجواں لال کے لاشے کو اُٹھانا ہے کٹھن
یا اِلٰہی نہ دکھانا تو کسی باپ کو یہ دن

شدت پیاس سے اصغر کا تڑپنا دیکھا
لا کے بے شیر کو جھولے سے یوں دکھیا نے کہا
تلملانا تو ذرا دیکھو اے بھائی اِسکا
ننھے معصوم پہ آئیگی کسی کو تو دَیا
لیکے جاؤ اِسے میداں میں پلانے پانی
اَب تو بے آب نہ رہ پائیگا ننھا جانی

شہ نے فرمایا بہن لاؤ میرے دلبر کو
پر یہ معلوم تھا کیا ہو گا، دل سرور کو
چھیدیگا تیر ستم حلقِ علی اصغر کو
کیسے سمجھاؤنگا بانو کے دل مضطر کو
ننھی سی قبر میرے لال کی اَب کھودونگا
اُسکو تربت میں سُلا کر پہ بہت رؤنگا

دلِ زینب سے کوئی پوچھے وداع کا عالم
کہا مولی نے سلام آخری تُم پر اے حرم
اُمِّ کلثوم ، سکینہ و رقیہ باہم
کہتی تھی بیبیاں بے آس ہوئے آج تو ہم
چھوڑ کے جاتے ہو اے مولی بیاباں میں کہاں
ہم یتیموں کی خبر لیگا بھلا کون یہاں

شہ مظلوم کو گھوڑے پہ کرے کون سوار
نہ ہے عباس نہ اکبر نہ تو ہے اب انصار
شہ نے فرمایا اے مغمومہ بہن دل افگار
تھامنے آؤ ذرا تم ہی رکابِ رہوار
آخری شہ نے نظر ڈالی بہن زینب پر
کہہ دیا نظروں میں سب کچھ جو نہ آیا لب پر

درِ خیمہ سے بہن دیکھ رہی تھی مقتل
وہاں مجروح تھے مولیٰ ، یہاں زینب بیکل
کئیں نیزوں کئیں تلواروں کے لگتے رہے پھل
دوشِ احمد کا ہے اَسوار نہ جانا یہ محل
ایک ظالم نے جو پیشانی پہ پتھر مارا
رُخِ پُرنور سے بہنے لگا خوں کا دھارا

آیا ملعون ستمگر لئے بوٹھا خنجر
آکے مولیٰ کے قریں زور سے ماری ٹھوکر
خاک پہ لیٹے ہوئے کرتے تھے زینب پہ نظر
دُور سے کہنے لگے ہاتھ ہلاکر سرور

ذبح ہوتا ہے بہن اب یہ برادر تیرا
اب تو تیرے ہی حوالے ہے لُٹا گھر میرا

عصر کا وقت تھا بلکہ تھی قیامت کی گھڑی
دم بخود دیکھنے افواج ملائک تھی کھڑی
سینۂ پاک پہ سرور کے تھا بیٹھا ناری
حلقِ مولی پہ کئیں بار چھری بھی رگڑی

شہ نے فرمایا یہ ہے بوسہ گہ نانا نبی
شمر اُٹھ جا کہ مجھے سجدہ بجانا ہے ابھی

گرم ریتی پہ جھکی زخمی جبیں سجدے میں
چاروں ارکان فغاں کرنے لگے کعبے میں
بحرِ بخشش کی روانی تھی ہر ایک جملے میں
محوِ شبیر ہوئے ایسی دُعا کرنے میں

کام جس وقت ہوا اپنی شفاعت کا تمام
کٹ گیا بُوٹھی چھری سے سرِ مظلوم امام

بھائی اب بعد تیرے ہم پہ ستم پر ہے ستم
سر برہنہ سرِ بازار ہوئے اِہلِ حرم
ذرا دیکھو تو سہی دخترِ بےکس کا الم
کان زخمی ہے، ہے گالوں پہ طمانچوں کے زخم

پُوچھنے والا یہاں کوئی اسیروں کا نہیں
ایک سجاد ہے باقی وہ ہے بیمار حزیں

حشر ماتم کا بپا کرتے تھے برہان ہدی
بین زینب کا بیاں کرتے تھے مولیٰ ایسا
کیسے بھولینگے وہ داعئ حسینی کی ادا
یا حسینا کی لب پاک سے ہر ایک ندا
شہ مفضل میں وہی دیکھلو تصویرِ عیاں
وہی لہجہ ، وہی جذبہ ، وہی انداز بیاں

بین زینب کا سُنانے رہے باقی مولیٰ
سیف دیں مولیٰ میں ہم دیکھیں حسینی جلوہ
عرض **شاکرؔ** یہ کریں انکے تئیں اہل عزا
بینِ زینب کے وسیلے سے سُنو شاہِ ہدی
کربلا آپ کے ہمراہ پہنچ جائیں ہم
خیمہ گاہ آپ دِکھاؤ ہمیں اپنے باہم

ماتمی نوحہ

اُجڑے چمن کو لے کر کربل سے جائے زینب

کِس کو سنبھالے زینب کِس کو منائے زینب
اُجڑے چمن کو لے کر کربل سے جائے زینب

زینب نے اپنے چھوٹے بچوں کو مرتے دیکھا
زینب نے فاطمہ کا گلشن اُجڑتے دیکھا
یہ زخم اپنے دل کے کِس کو سنائے زینب

بوٹھی چھری سے بھائی جب ذبح ہو رہا تھا
زینب کھڑی تھی در پہ دل غم سے رو رہا تھا
شبیر تیرے غم میں آنسو بہائے زینب

خیموں کو جب جلایا جب رسیوں سے باندھا
بے بس بہن کو بھائی عباس یاد آیا
اے پاسباں حرم کے تم کو بلائے زینب

بولی حسین آقا مجبور ہوں بہت میں
چادر جو ہوتی سر پہ دیتی کفن تجھے میں
یہ داغ دل پہ لے کے کربل سے جائے زینب

بازار میں یوں جانا بانو سے پوچھ جانا
زینب یہ بولی یا رب کیسا ہے یہ زمانہ
جاتی ہے بس شرم سے سر کو جھکائے زینب

قبر نبی پہ آئی بولی سلام نانا
آئی ہوں میں اکیلی بچھڑا میرا گھرانہ
گذری جو کربلا میں غم سے سنائے زینب

زینب کے در پہ جا کے چومے ضریح یارب
ہو ساتھ اے جمالی سیف الہدی کے یارب
اب جلد ہمکو اپنے در پہ بلائے زینب

آلام و مصائب میں گرفتار ہے زینب

آلام و مصائب میں گرفتار ہے زینب
بے مقنع و چادر سرِ بازار ہے زینب

لٹو نہ رداء ثانیءِ زہراء کی لعینو
یہ وارِثہء خمسۃِ اطہار ہے زینب

مظلومۃ کے بازو کوئی رسّی سے نہ باندھو
ہمشیرہءِ عباسِ علمدار ہے زینب

دفنا نہ سکی ایک بہن بھائی کا لاشہ
افسوس یہی ہے بڑی لاچار ہے زینب

ایسی نہ بہن نہ کوئی بیٹی ہے نہ مادر
ہر طور فداء ہونے کو تیار ہے زینب

جِس نے کہ سہی پنجتنِ پاک کی فرقت
اللہ رے کیا صبر کا کِردار ہے زینب

جس ماں کو لعیں ثانی نے مارے ہے طمانچے
اُس ماں کے چلن کا ہی تو اظہار ہے زینب

برہانِ ہدی کے لب و لہجے سے سنو بین
وہ حشر بپا غم کا وہ تذکار ہے زینب

دنیا کا کوئی غم نہیں شاکر ہمیں جب کہ
شبیر کے غم خوار کی غم خوار ہے زینب

اہل حرم میں رونے کی دھوم واویلا

اہل حرم میں رونے کی دھوم واویلا — ہائے مارا گیا سید مظلوم واویلا
جلتا ہے گھر جلتی ہے قناتیں — روتے ہیں سب بچّے معصوم واویلا
ہائے مارا گیا سید مظلوم واویلا

دیش مدینہ کا ہے چھوڑا — زہرا بھیو غمناک
بیری ستاوے بن ما بلاوے — بیوہ اُڑائیں خاک
سر سے ردائیں لیتے ہیں – واویلا — طعنے ستمگر دیتے ہیں – واویلا
کوئی نہیں ہے سر پر وارث — کسکو پکارے یہ مظلوم واویلا
ہائے مارا گیا سید مظلوم واویلا

جاں کو سلاوے چھاتی اوپر زہرا کا دلدار
واں کو لِٹاوے دھرتی بھیتر مارے شمر ہر بار
بالیاں چھینی بچّی کی – واویلا اُس پر ایذا اور بھی دی – واویلا
کان پھٹے ہیں خون ہے بہتا تڑپت ہیں بچّے معصوم – واویلا
ہائے مارا گیا سید مظلوم واویلا

ایک چدریہ دیت نہ کوئی شرم بھری شرمائے
چپکے چپکے رووت رووت ہاتھ کڑی بندھوائے
سہتی ہے کلثوم آہ محن – واویلا بازوئے زینب اور رسن – واویلا
بیٹیاں زہرا اور علی کی آج یہ کیسا ہے مقسوم - واویلا
ہائے مارا گیا سید مظلوم واویلا

سوئے زمیں پر سارے براتی شادی نہ آئی راس
دُلہن کہتی عبداللہ کی توڑی ہماری آس
قید ہوئی اِک شب کی دُلہن – واویلا کُھل گیا کنگنا باندھی رسن – واویلا
روتی ہے زینب خاک اُڑا کر پیٹتی ہے سر اُمِّ کلثوم – واویلا
ہائے مارا گیا سید مظلوم واویلا

کوئی نہ پوچھے کوئی نہ آوے کوئی نہ دیوے داد
جسکے من میں جیسا آوے ظلم کرے جلّاد
سب کو بٹھایا اونٹوں پر – واویلا دی نہ کسی کو اِک چادر – واویلا
شام کو سرور آہ چلے ہیں لے کے حرم کو لشکرِ شوم – واویلا
ہائے مارا گیا سید مظلوم واویلا

کربل بن ما لوٹ مچی ہے بندری کرے فریاد
سوئے سب پردیس مسافر دیش بھیو برباد
بچّوں کو کوئی روتا ہے – واویلا رن میں کوئی جاں کھوتا ہے – واویلا
کہتی ہے بانو اصغر جانی چھیدا تیرا نازُک حلقوم – واویلا
ہائے مارا گیا سید مظلوم واویلا

اور دُکھاوے دُکھتے دل کو ترس نہ کوئی کھائے
دُکھ ما ستاوے قیدی بناوے لاکھ دُکھی چلاّئے
طوق پہنایا عابد کو – واویلا کہتے ہیں اُسکو چین نہ دو – واویلا
تن میں ہے تپ اور بیڑیاں بھاری کیسی بلا میں ہے مظلوم – واویلا
ہائے مارا گیا سید مظلوم واویلا

آئی ہے سر کھلے زینب بازارے شام میں

روئی ہے خون کے اُنسوں مجمع عام میں

عرشِ نبی کہ چاند اور تارے کدھر گئے
کربوبلاء کی خاک پر سارے بِکھر گئے
آئی ہے یوں قیامت بس ایک صبح شام میں

سرور نے دیکھا بھائی کے بازو ہوئے قلم
عباس کی جُدائی سے شہ کی کمر ہیں خم
طاقت نہیں اُٹھانے کی شہ تشنہ کا میں

آنسوں گرے حسین کے زینب کے گال پر
روئے حسین پہلے ہی زینب کے حال پر
جو ظُلم اُس پہ گُذرینگے کوفہ و شام میں

کیسے سُناؤں آہ کہ رخصت کی وہ گھڑی
ملکر گلے سے بھائی کہ زینب جو روپڑی

نہ جانے کیا کہا شہ نے آخر سلام میں

ہے تشنہ لب حسین پرندو میں اِضطراب
کیسے بُجھائے پیاس کو مولیٰ کی ہم شباب

مقبول ہیں وہ خدمت عالی مقام کی

اِک گھوڑا خون شاہ سے بالو کو رنگ دے
دُشمن کے گھوڑے لاشہءِ سرور کو رونڈ دے

دیکھا یہ ظُلم زینب نے دسوی کی شام کو

گُذری جو قید ہو کے وہ مقتل سے غمزدہ
دیکھا ہے لاشہ بھائی کا بے سر پڑا ہوا

اور آگ ہے لگی ہوئی شہ کے خیام میں

جسکو بجھا نہ پائی زمانے کی ظُلمتیں
وہ نُور جلوہ گر رہا عابد کی شان میں

قیدی وہی یزید کہ دربارِ شام میں
کہنے سے یا حسین تکلّف نہیں ذرا

برہانِ دین مولیٰ کو سب سے پسندیدہ
جنّت کی اک مٹھاس ہے سرور کہ نام میں

عآبد برہانِ دین کا دیکھا یہ مُعجزہ
مُردہ دلوں کو بخش دے ماتم سے ہے جِلا

بخشا ہے وہ اَثر رب نے شہ کہ کلام میں

بھائی بھائی کہتے ہوئے زینب خیمے سے نکلی

بھائی بھائی کہتے ہوئے زینب خیمے سے نکلی
میدان سے جب زینب نے دلدل کی آواز سنی

اَمرِ خدا سے دلدل نے خون سے شاہِ والا کے
رنگ لیا ہے بالوں کو خیموں میں آیا ہے رن سے
غم سے صدائیں دینے لگا شاہ کا وہ ہم درد

خوش تھی بہن کے بھائی میرا آیا سلامت مقتل سے
دیکھا کے گھوڑا تنہا ہے خون میں تر ہے سرور کے
آیا خیال جو بھائی کا تھام کے دل کو بیٹھ گئی

گھوڑے سے پوچھا کچھ تو بتا کیوں تو اکیلا آیا ہے
خون لگا کے بالوں میں کیسی خبر تو لایا ہے
حال بتا کچھ پیاسے کا روکے یہ گھوڑے سے بولی

جلتی زمیں پہ ہوگا کہیں بھوکا پیاسا مقتل میں
کوئی نہ پاس بھی ہوگا وہاں مجھ کو تو لے جا مقتل میں
آج کے دن تو صبح سے ہے بھائی میرا مشکل میں بڑی

جلوہ نما پھر ٹیکری پہ ہوکے یہ زینب نے دیکھا
شمر نے چڑھ کے سینے پہ حلق پہ خنجر کو رگڑ
سجدہ بجایا بھائی نے شمر نے پھیری بوٹھی چھری

عون و محمد قتل ہوئے زینب نے شکوہ نہ کیا
اشک بھری آنکھوں سے مگر بھائی کا کٹتے سر دیکھا
ہائے حسینا کہتی رہی مارا گیا زینب کا اخی

سر سے ردا جب چھنتی بھائی بہت یاد آتا تھا
اور نظر کے سامنے ہی جلتی زمیں پہ لاشہ تھا
کیا کیا اے زینب داغ ملے تجھ سا کوئی ہوگا نہ دُکھی

کرتے ہیں جب مقتل کا بیاں شاہ برہان دین سرور
تب اے جمالی آنکھوں میں بھرتا ہے وہ غم کا منظر
اہلِ حرم کو دلدل نے خبر سنائی جب غم کی

بھرا یہ گھر میں لائی تھی یہ گھر تو سب اُجڑ گیا

بھرا یہ گھر میں لائی تھی یہ گھر تو سب اُجڑ گیا
بتا اے دشتِ نینوا یہ شامیوں نے کیا کیا
حسین کی خطا تھی کیا کہ قتل کر کے دم لیا

یہ صورتیں آسماں اب آئیگی نظر کہاں
کہ دینِ حق کا کارواں وطن سے دور لُٹ گیا

اے نانا جان آیئے اور اشکِ خوں بہایئے
یہ شان دیکھ جایئے لہو لہو ہے کربلا

یہی تھا شیرِ فاطمہ یہی تھا خون مرتضی
جو درمیانِ کربلا مثالِ آب بہہ گیا

کہو اے میرے خستہ تن کہاں پڑے ہو بے کفن
یہ خاک جھاڑ دے بہن بلائیں رُخ کی لے ذرا

اُٹھو میرے بہادروں حسین کے فدائیوں
جواب دو اے لاڈلو کے دے رہی ہے ماں صدا

نظر یہ کسکی کھا گئی اِسے بھی موت آ گئی
سحر ہوئی جو بیاہ کی لہو میں بھر گیا قبا

یہ بنتِ بو تراب ہے جو آج بے نقاب ہے
یہ کیسا اِنقلاب ہے مجاہدانِ کربلا

نبی کا باغ اُجڑ گیا ہر ایک گل بکھر گیا
فرات خوں میں بھر گیا ہوئی ستم کی انتہا

ہوئے وطن سے بے وطن لٹا وہ گھر بسا یہ بن
اُجڑ گئی یہ انجمن یہ ایک دن میں کیا ہوا

مدد کو آؤ بابا جاں ہے چار سوں ڈھواں ڈھواں
لرز رہا ہے آسماں حسین ذبح ہو گیا

بتاؤ یا شہ زمن جو پھر کے آ گئی وطن
تمہیں نہ پائیگی بہن تو ہوگا دل کا حال کیا

یہی وہ میرا بھائی ہے حسین کا فدائی ہے
اُسے بھی نیند آئی ہے بہن کو جس پہ ناز تھا

کڑی ہے دھوپ میری جاں نہ سوؤ زیرِ آسماں
چبھی ہے دل میں برچھیاں لہو تمام بہہ گیا

بیانِ جعفرِ حزیں جدا ہے سب سے آفریں
لرز لرز اُٹھیں زمیں یہ سن کے نوحہ ء بکا

اے حر تمہاری لاش تو سپرد خاک ہو چکی
مگر حسین ہے ابھی برہنہ تن پڑا ہوا

بیکسوں کا قافلہ جا رہا ہے شام کو

کرب و بلا السلام شاہ سے کہنا پیام
بھائی میرے تشنہ کام کرتی ہے زینب سلام

بیکسوں کا قافلہ جا رہا ہے شام کو

نینوا رکھانا خیال قبر نہ ہو پائیمال
دفن ہے بانو کا لال ہے یہی تجھسے سؤال

بیکسوں کا قافلہ جا رہا ہے شام کو

اکبر گلگوں قبا سینے پہ نیزہ لگا
جامِ شہادت پیا پیاس بجھی مہ لقا

بیکسوں کا قافلہ جا رہا ہے شام کو

عون و محمد بھی آؤ ماں کو ذرا دیکھ جاؤ
ماموں کو اپنے بلاؤ ناقوں پہ سب کو بٹھاؤ

بیکسوں کا قافلہ جا رہا ہے شام کو

خاک سے دولہا اُٹھو آ کے دولہن سے ملو
آؤ سکینہ چلو بھائی سے اپنے کہو

بیکسوں کا قافلہ جا رہا ہے شام کو

گلشن زہرا مِٹا آئی یہ کیسی گھٹا
بھائی بہن سے چھٹا شاہ کا کنبہ لٹا

بیکسوں کا قافلہ جا رہا ہے شام کو

بھائی جو تم ہو خفا کچھ نہ کفن کو مِلا
کیا کرے زینب بھلا سر پہ نہیں ہے ردا
بیکسوں کا قافلہ جا رہا ہے شام کو
تھے یہی زینب کے بین ہائے شہ مشرقین
تم تو سدھارے حسین دل کو نہیں میرے چین
بیکسوں کا قافلہ جا رہا ہے شام کو

پکاری زینبِ مضطر میرے حسین آؤ

پکاری زینبِ مضطر میرے حسین آؤ
کہاں ہو میرے برادر میرے حسین آؤ

نہ دوپہر میں کہیں آئی ہے قضاء ایسی
نہ آئی شام کوئی شام کربلا جیسی
لٹا نہ ایسا بھرا گھر میرے حسین آؤ

بکھر گئے سرِ میداں قرآن کے پارِے
بہن کے سامنے بھائی جو تم گئے مارے
اب آئے صبر تو کیوں کر میرے حسین آؤ

میں جانتی ہوں کٹھن ہے سفر میرا بھائی
وہ شام کوفہ کی گلیاں ہے رہ گذر بھائی
نہ ہوگا مقنع نہ چادر میرے حسین آؤ

پرائے دیس میں زینب تو ہو گئی تنہا
نہ سر پہ بھائی کا سایا نہ ساتھ بچوں کا
کہاں گئے میرے دلبر میرے حسین آؤ

یہیں امید کے خیمے میں پانی پہنچا دوں
بچا لوں مشک اگر بازوں دونوں کٹوا دوں
نہ دیکھا ایسا دِلاور میرے حسین آؤ

جوان بیٹا پکارے ضعیف بابا کو
لگی ہے سینے میں برچھی اے بابا جاں آؤ
ہے دم کا مہماں یہ اکبر میرے حسین آؤ

اُٹھا کے ہاتھوں پہ شبیر نے دِکھایا ہے
طلب پہ آب کے بدلے میں تیر کھایا ہے
نہ آیا لوٹ کے اصغر میرے حسین آؤ

گلے پہ خنجر خوں خوار چلتے دیکھا ہے
تڑپتے خاک پہ بھائی کو اپنے دیکھا ہے
پکارا عرش بھی رو کر میرے حسین آؤ

حسین تجھسے نہ مانگے تو کس کے دَر جائے
شفائے کُلّی برہان الہدیٰ کو مِل جائے
غلام آئے ہیں دَر پر میرے حسین آؤ

گذرتا ہے غمِ شبیر میں ہی ہر اِک دن
ہو غم کی رات یا کوئی خوشی کا آئے دن
ہے سیفِ دین کے لب پر میرے حسین آؤ

نہیں ہے کوئی دعاء اور اِس دعاء کے بعد
شہ سیفِ دین رہے شاد اور سدا آباد
ہمیشہ شہ کی مدد پر میرے حسین آؤ

غمِ حسین میں عابد کوئی دعاء مانگی
نظر میں صورتیں سیفُ الہدی اُبھر آئی
تو آیا فوراً یہ لب پر میرے حسین آؤ

ماتمي نوحہ

جا رہا ہے کربلاء سے کارواں زینب چلو
ہمسفر عابد کي بن کے ساریاں زینب چلو

آخري پڑھ لو سلام اب بے کفن کي لاش پر
الوداع بھائي سے کہہ دو ہو کہاں زینب چلو

دیکھنے عباس کو تم نہر پر نا جانہیں
لاش اِک بِن بازوؤں کے ہے وہاں زینب چلو

سو چکے عون و محمد کربلاء کي گود میں
لاش قاسم کي بھي رن میں ہے یہاں زینب چلو

اب نہیں آئینگے اکبر نہ اُنہیں آواز دو
سو چُکے سینے پہ کھا کے وہ سِناں زینب چلو

ننھي تربت سے لِپٹ کے کہہ رہي ہے یہ رباب
قبرِ اصغر پہ رُکیگي اُسکي ماں زینب چلو

ہیں شہیدوں کے بھي لاشیں لاشہءِ شہ کے قریب
رن میں تنہا تو نہیں ہے بھائي جاں زینب چلو

گھر لُٹا خیمہ جلا اور سر کھُلے قیدي بني
ہیں ابھي آگے بہت سے امتحاں زینب چلو

ہاں تمہاري ماں کو پردے میں تھا دفنایا گیا
بے رداء دیکھیگا تُم کو یہ جہاں زینب چلو

شام کا دربار ہوگا اور یزیدِ بےحیا
باندھ کے لائینگے تمکو رسّیاں زینب چلو

دو سکینہ کو دِلاسہ وہ طمانچے کھا چکي
کانوں سے چھنتے ہیں اُسکے بالیاں زینب چلو

کر دِیا عابد کو زخمي طوق اور زنجیر نے
اور پہناتے ہیں لاکر بیڑیاں زینب چلو

تا ابد برہانِ دیں ہو ، ساتھ ہو عالي قدر
ہو سدا یہ مؤمنیں کے درمیاں زینب چلو

در پہ اپنے تُم حسآمي کو بُلانا جلد اب
کر رہا ہے اِلتجاء یہ نوحہ خواں زینب چلو

خواہرِ شہا زینب دخترِ علی زینب

خواہرِ شہا زینب دخترِ علی زینب
غم زدہ حزیں زینب اور دل جلی زینب

کربلا کے جنگل میں ساتھ شہ کے آئی ہے
عون اور محمد کو اپنے ساتھ لائی ہے
بھیا کی ہر اِک خدمت آپ نے بجائی ہے
کربلا میں زہرا کی اک جھلک دِکھائی ہے
خواہرِ شہا زینب دخترِ علی زینب
غم زدہ حزیں زینب اور دل جلی زینب

مکھڑا چاند سا جسکا اور کمال میں تھے عَلَم
راہِ حق میں جس نے ہیں سینکڑوں اُٹھائے غم
ہمّتِ شہ مرداں سے تھا بازوؤں میں دم
جس نے لاش پے اپنے بھائی کا کیا ماتم
خواہرِ شہا زینب دخترِ علی زینب
غم زدہ حزیں زینب اور دل جلی زینب

دوڑتی ہوئی آئی لاش شہ سے جا لپٹی
کھولے اپنے بالوں کو شاہ سے وہ کہنے لگی
خون میں رنگے زلفیں آئی ہے بہن یا اخی
لُٹ گئی ردا بھیاّ آپ کی یہ خواہر کی
خواہرِ شہا زینب دخترِ علی زینب
غم زدہ حزیں زینب اور دل جلی زینب

بھول کیا گئے ہو آپ اپنی پیاری دختر کو
چھین لے گئے اعدا آن اُنکے گوہر کو
شمر نے طمانچے مار چھینی اُنکی چادر کو
روتی ہے بلکتی ہے یاد کر وہ اصغر کو
خواہرِ شہا زینب دخترِ علی زینب
غم زدہ حزیں زینب اور دل جلی زینب

آ کے لو خبر بھیا زین آلِ حیدر کی
اور بےکس و قیدی ناتوان و مضطر کی
بیوؤں اور یتیموں کی عترتِ پیمبر کی
گود ہے ہوئی خالی وہ حزین مادر کی
خواہرِ شہا زینب دخترِ علی زینب
غم زدہ حزیں زینب اور دل جلی زینب

آئے ہیں بکا کرنے شہ برہان دیں مولی
اِن دنوں بنا سورت شہر مثل کرب و بلا
آپ کے تصدّق سے غم حسین کا ہے مِلا
برپا آپ سے ماتم آج ہے دَر اہلِ ولا
خواہرِ شہا زینب دخترِ علی زینب
غم زدہ حزیں زینب اور دل جلی زینب

طول ہو بقا یارب شاہِ دیں کی تا محشر
سب مسافروں کا بندھے توشہ آپ سے سرور
ہو صلوت اللہ کی خلق کے اماموں پر
مطلقیں دعاتو پر اور آپ آقا پر
خواہرِ شہا زینب دخترِ علی زینب
غم زدہ حزیں زینب اور دل جلی زینب

زِندہ تارِیخ کربلا زینب

زِندہ تارِیخ کربلا زینب — ختم تجھ پہ ہے ہر بلاء زینب

بھائی نے غم سہا اِکھتر[۷۱] کا — تونے اُسکا بھی غم سہا زینب

جو تھا رازِ شہادتِ شبیر — اس کا اظہارِ برملا زینب

اپنی آنکھوں سے شہ کے مقتل کا — کر رہی تھی مُشاہدہ زینب

تم تو مشکل کشاء کی بیٹی ہو — ٹال دو میری ہر بلاء زینب

بھائی کے سوکھے حلق کے صدقے — بخش دو مجھکو مدّعاء زینب

صبر و ہمت میں شانِ بخشش میں — ہو بہو تو ہے فاطمۃ زینب

شرم تونے رکھی لُٹے گھر کی — تھا یہ تیرا ہی حوصلہ زینب

بھائی عباس زِندہ ہوتا گر — پھر نہ لُٹتی تیری رداء زینب

تیرے نالوں سے گونج اُٹھا مقتل — جب کٹا بھائی کا گلا زینب

کیسے پہنچے گی لاشِ بھائی تک — کتنا مشکل ہے راستہ زینب

بھائی کا سر بھی رو رہا ہوگا — دیکھا جب تیرا سر کھلا زینب

داعی برہان دیں جو ہے مغموم غم رہیگا تیرا سدا زینب
غمِ دونوں جہاں میں شاکر کو کافی ہے تیرا واسطہ زینب

زینب ہے کربلا ہے اور بھائی کا لاشہ ہے

زینب ہے کربلا ہے اور بھائی کا لاشہ ہے
قیدی ہے بے ردا ہے ، اور شام کو جانا ہے

عباس تیرے آقا آئے ہیں سرہانے پر
سنبھلے نہیں جاتے ہیں یہ حال تیرا پا کر
ٹوٹی ہے کمر شہ کی دل درد سے ٹوٹا ہے

جب شاہ نے حسرت سے آواز دی اکبر کو
اے لال کہاں ہو تم کچھ حالِ پدر دیکھو
سینے پہ سناں کھا کے جب بیٹا تڑپتا ہے

اشکوں سے ہوئی ہے تر یوں لحدِ علی اصغر
یہ درد بھی ہے دل میں کیا ماں سے کہوں جاکر
خالی ہے ہوئی گودی سونا تیرا جھولا ہے

سہ دن کے پیاسے کو قطرہ نہ دِیا پانی
یہ کون ہے ظالم نے ، یہ بات بھولا ڈالی
سجدے میں شہِ دیں کا سر تن سے اُتارا ہے

آئے تھے پئے رخصت زینب سے شہ والا
گھوڑے پہ بِٹھاکر جب میدان میں بھیجا تھا
اب خوں میں بھرا بے سر اُس بھائی کا لاشہ ہے

بابا میرے بابا کی مقتل میں صدا گونجی
بِن بابا سکینہ تو اب جی نہیں پائیگی
نہ نیند ہے آنکھوں میں نہ باپ کا سینہ ہے

گذری ہیں یہ کوفے کی اور شام کی راہوں سے
منہ اپنا چھپاتی تھی سیدانیاں بالوں سے
کونین کی شہزادی کیا وقت یہ آیا ہے

سر سبطِ پیمبر کا اک طشت میں رکھا ہے
ملعون یزید اَظلم چڑھ تخت پہ بیٹھا ہے
ہونٹوں پہ چھڑی رکھ کر زینب کو دِکھاتا ہے

آہوں کی صدائیں ہیں اور شور ہے ماتم کا
اک شان کی مجلس ہے پُر سوز بیاں غم کا
ہو تخت پہ دو مولیٰ کیا خوب نظارہ ہے

منصوصِ اغر ہیں یہ اور عالی قدر ہیں یہ
برہانِ دیں سورج ہیں اور ساتھ قمر ہیں یہ
شبیر کا غم اِن سے کِس طور پہ پہنچا ہے

اے مولیٰ رہو باقی اے مولیٰ رہو باقی
عابد یہ ندا سن کر ہو جائے نظر شہ کی
اِس غم کے وسیلے سے بس اپنی تمنّا ہے

ماتمي نوحه

زينب اسير هو كے جاتي هے شام بهيّا
رو رو كے دے رهي هے تمكو سلام بهيّا

دستك هوئي هے پهر سے زهراءكے گهر پہ بهائي
چهيني رداء هماري اور لوٹ لي كمائي
اور اب جلا رهے هيں سارے خِيَام بهيّا

مجلس ميں اشقياءكي جيسے گئي تهي مادر
ويسے هے مجهكو جانا دربار ميں كُهلے سر
اور چار سمت هونگے سب خاص وعام بهيّا

مارے گئے طمانچے جيسے هماري ماں كو
بيٹي كے گال پر بهي ديكهو وهي نِشاں كو
هوئيگا اِس ستم كا كب اختتام بهيّا

جيسے كہ اُس علي كي گردن ميں كالا رسّا
ويسے هي اِس علي كوطوق ورسن ميں جكڑا
چلتا هے بَن كے قيدي ہر گام گام بهيّا

بیمار کو یہ ظالم دِرّوں سے مارتا ھے
رُک رُک کے جو کھیں پر کانٹے نکالتا ھے
کیا ظلم سہ رہا ھے دیکھو امام بھیّا

سینے پہ سونے والي سوئے کہاں سکینہ
مقتل میں ھو گیا ھے پامال وہ بھي سینہ
کیا جاگتي رھے وہ راتیں تمام بھیّا

شبّیر سے اے زینب بس اِک یہ التجاءِ ھو
برھان دیں کي صحت بس اوج پرسدا ھو
یہ شاد و سرخرو بس صبح و شام بھیّا

اور یہ بھي عرض کرنا مولیٰ رھیں سلامت
سائے میں مؤمنیں ھو خوش حال تا قیامت
کہتا ھے یہ حُسامي تیرا غلام بھیّا

*****

ماتمي نوحه

زينب بے چادر پھري بازاروں ميں
ثانيءِ زہراء گئي کُفّاروں ميں

کربل سے لُٹ کر مدينه آئي ھے
کھو کے پياروں کو حزينه آئي ھے
کوئي بھي باقي نہيں دلداروں ميں

تربت سے اُٹھ کر دِلاسا دے نانا
لائي ھے اشکوں کا زينب نذرانه
مضطرھے دُکھيا سبھي غم خواروں ميں

ديکھے تھے عون و محمد کے لاشے
قاسم سے پيارے گئے رن ميں پياسے
اور دولھا مارے گئے بوچھاڑوں ميں

احوال عباس ديکھا ساحل پر
کٹتے تھے شانے مگر غم تھا دل پر
پاني نہ پھنچا سکا ميں پياروں ميں

کھا کے پھل برچھي کا اکبر سوئے تھے
چھوٹي سي تربت میں اصغر کھوئے تھے
کیا وہ بھي تھے ظُلم کے حقداروں میں

مقتل میں پھنچا جو زھراء کا پیارا
پتھر ظالم نے کسي سر پر مارا
تنہا تھا بھائي میرا تلواروں میں

دیکھا تھا خیمے کے در سے وہ منظر
سینے پر تھا شمر چلتا تھا خنجر
محشر تھا اِک عَرشَ کے درباروں میں

سجدے میں بھائي کا سر کٹتے دیکھا
سب مال و اسباب بھي لُٹتے دیکھا
گھر دیکھے جلتے ھوئے انگاروں میں

نیزے پر بھائي کا سر جب چڑھتا تھا
روکے سورۃ کہف کي وہ پڑھتا تھا
ڈوبا تھا چھرہ لھو کي دھاروں میں

شُہداؤں کے سر تھے آگے نیزے پر
اور پیچھے اہلِ حرم قیدي بن کر
اونٹوں پر شامل تھے ہم اسواروں میں

عابد تو ایسے گِھرے آفاتوں میں
تھامے اونٹوں کي مہاریں ہاتھوں میں
چلتے تھے سجّاد پیدل خاروں میں

روتي تھي بابا سکینہ آ جاؤ
چھینے کانوں کے گوھر دِلوا جاؤ
اور دیکھو جو ھیں نِشاں رخساروں میں

بابا کو پیاري رقیّہ روئي تھي
گودي میں سر لے کے جب وہ سوئي تھي
ماتم تھا زِنداں کي تب دیواروں میں

میں تھي اور دربار تھا وہ ظالم کا
میري خاطر حکم تھا یہ حاکم کا
چھینو زینب کي رِداء لاچاروں میں

سر بھائي کا طشت میں ظالم لائے
دانتوں پر شہ کے چھڑي ماري ھائے
لرزہ تھا محراب اور میناروں میں

کِتنا ھے احسان داعي کا ھم پر
قدموں میں ھم کو بیٹھا کر خود رو کر
کرتے ھیں ماتم یہ ماتم داروں میں

ھو مولیٰ خواھش حُسامي کي پوري
کم کردو راھوں سے منزل کي دُوري
تم تو ھو داتار سب داتاروں میں

*****

زینب کی اسیری کا کیا حال کہا جائے

زینب کی اسیری کا کیا حال کہا جائے
جب سامنے آنکھوں کے گھربار لٹا جائے

تھی فکر نہ شانوں کی بس غم تھا یہ غازی کو
جب مشک سے گِر گِر کر پانی بھی بہا جائے

اِک باپ کے کاندھے پر تھی لاشِ پسر ہائے
وہ حال تھا سرور کا دل غم سے پھٹا جائے

حرمل نے کہا اصغر پانی نہیں پائیگا
یہ آب کے بدلے میں بس تیر دِیا جائے

جھولے کے قریب غم سے ماں بین یہ کرتی تھی
کوئی لا کے میرا اصغر جھولے میں سلا جائے

جس پیارے نواسے کی چوسی تھی نبی نے رال
کربل میں اُسی کا خوں ریتی پے بہا جائے

تھا شمر چڑھا شہ کے سینے پے لیئے خنجر
یہ دیکھ دو عالم میں اِک حشر اُٹھا جائے

جس کرب میں بھائی تھا اُس درد میں تھی زینب
اِک بوٹھی چھری سے جب سر شہ کا کٹا جائے

تھا حکم یہ حاکم کا زینب کی رِداء چھینو
سر شہ کا بلند نوکِ نیزے پے کیا جائے

جس نور کے خیمے میں ہیں آپ اے مولانا
ہے عرض غلام ادنی بھی اُس میں سما جائے

بن شہ کی رزا عابد ممکن ہی نہیں ہرگز
اِس طرح غمِ شہ کو لفظو میں پڑا جائے

زینب کو گماں کب تھا اِک حشر بپا ہوگا

زینب کو گماں کب تھا اِک حشر بپا ہوگا
اِک روز تہِ خنجر بھائی کا گلا ہوگا

اصغر کے لیئے رن میں جاتے ہیں شہ والا
خیمے میں تلاطم ہے کیا جانیئے یہ کیا ہوگا

تین روز کے تھے پیاسے سوکھا تھا گلا شہ کا
اے شمر تیرا خنجر کِس طرح چلا ہوگا

غربت میں خدا جانے شبیر سے پیری میں
لاشہ علی اصغر کا کِس طرح اُٹھا ہوگا

دنیا ہی نگاہوں میں تاریک ہوئی ہوگی
جب خاک میں بانو کا وہ چاند چھپا ہوگا

بازو میں رسن ہوگی ناموسِ پیمبر کے
معصوم سکینہ کا رسّی میں گلا ہوگا

خیمے میں پہنچنا جب ممکن نہ ہوا پانی
عباس دلاور کا دل ٹوٹ گیا ہوگا

تھرانے لگا ہوگا عباس کا لاشہ بھی
ہمشیر کا بازو جب رسّی میں بندھا ہوگا

جب طوق گلے میں تھا اور پاؤں میں زنجیریں
تا شام بھلا کیسے بیمار چلا ہوگا

تھرانے لگا ہوگا ہاتھوں میں قلم عشرت
یہ درد بھرا نوحہ جب تونے لکھا ہوگا

زینب کا حال کیا ھو بھائي گذر گیا ھے
شمرِ لعیں کا خنجر دل میں اُتر گیا ھے

روضے پہ مصطفیٰ کے سر کو جُھکا کے زینب
کہتي ھے نانا آئي سب کچھ لوٹا کے زینب
کرب و بلاء میں بھائي ، مجھسے بچھڑ گیا ھے

لوٹتي رِداء نہ میري عبّاس گر جو ھوتا
کِسکي مجال اُسکا جو سامنا بھي کرتا
بازو کٹا کے دریا ، پہ وہ ٹھہر گیا ھے

چھوٹي سي اِک لحد میں اصغر کو جب سُلایا
پاني نہ تھا میسّر تو اشک ھي بہایا
خیمے میں اِس الم سے ، محشر گذر گیا ھے

سائے میں تیغ کے جب سجدہ بجایا شہ نے
بوڑھي چُھري سے سر کو کٹتے ھے دیکھا مینے
اپنے لھو میں خود ھي ، شبّیر بھر گیا ھے

تطهیر کي وہ آیت کِس کے لیئے تھي نانا
ظالم نے سر سے چادر جب چھین لي تھي نانا
قرآن رو رہا تھا ، کیا ظلم ہو گیا ہے

کیسے بتاؤں نانا وہ شام کا نظارہ
مجمعِ عام تھا اور سر تھا کھولا ہمارا
کیسا زمان آلِ ، احمد سے پھر گیا ہے

زینب تیري طرح کي ہوگي بہن نہ کوئي
بھائي کي ہر وصیۃ ہر راہ پر نِبھائي
اسلام شہ سے زِندہ تجھسے نِکھر گیا ہے

غم کي تیري حقیقت کیا ہے ہمیں بتائے
برھان دیں کا احسانہ غم میں تیرے رولائے
ماتم کا جوش سبکے ، دل میں اُبھر گیا ہے

شبّیر تیرا ماتم ایمان ہے ہمارا
تیري دعاء پہ سب کچھ قربان ہے ہمارا
بگڑا نصیب عابدؔ اپنا سنور گیا ہے

شہِ والا نے فرمایا بہن زینب نہ گھبرانا

شہِ والا نے فرمایا بہن زینب نہ گھبرانا
وفا ہونے کو ہے وعدہ بہن زینب نہ گھبرانا

بہادُر کی ہو تم بیٹی نواسی ہو پیمبر کی
خبر جب قتل کی سننا بہن زینب نہ گھبرانا

قیامت کی گھڑی ہوگی عجب ہوگا وہ منظر بھی
فلک سے خون برسے گا بہن زینب نہ گھبرانا

یہی لکھا تھا قسمت میں کہ آئے موت غربت میں
ہمارا دیکھ کر لاشہ بہن زینب نہ گھبرانا

بہن ہو ایک صابر کی مصیبت کی ہو تم عادی
ہمیشہ صبر ہی کرنا بہن زینب نہ گھبرانا

تم ہی سب کی نگہباں ہو بچانا میرے عابد کو
ردائیں چھینے جب اعدا بہن زینب نہ گھبرانا

نہ قاسم ہے نہ اکبر ہے نہ عباسِ دِلاور ہے
بھروسا رب پر ہی رکھنا بہن زینب نہ گھبرانا

سکینہ رات کو اُٹھکر مجھے ڈھونڈے اگر روکر
تو سمجھاکر سلا دینا بہن زینب نہ گھبرانا

عاشور کا احوال زینب سناتی ہے

عاشور کا احوال زینب سناتی ہے
دُکھ درد کا سب حال زینب سناتی ہے

بھائی کے لاشے پر روتی ہوئی آئی
بھیا اوٹھا بھیا کہتی ہوئی آئی
خوں میں رنگے ہیں بال زینب سناتی ہے

مقتل میں سوئے ہو تم گرم ریتی پر
قرآن پڑھتا ہے نوکِ سناں پے سر
اور لاش ہے پامال زینب سناتی ہے

چادر اگر ہوتی دیتی کفن تمکو
رہنے نہین دیتی یوں بے کفن تمکو
اے فاطمہ کے لال زینب سناتی ہے

دیکھوں سکینہ ہے نرغے میں اعدا کے
روئی طمانچیں وہ معصوم کھا کھا کے
زخمی ہے اُسکے گال زینب سناتی ہے

جا کر کہاں بیٹھے خیمے جلے سارے
اب کون پانی دے سقا گئے مارے
روتے ہیں سب اطفال زینب سناتی ہے

مارے گئے دِرّے لُٹی گئی چادر
مسند جلا ڈالی چھینے گئے گوہر
لُٹا گیا سب مال زینب سناتی ہے

برہان دیں رہنا باقی سدا مولی
قائم ہے جب تک یہ ارض و سما
یہ دن مہینے سال زینب سناتی ہے

مولی کی مدحت ہو اور ہو غمِ سرور
قبرِ حسامی میں دیکھیں ملک آ کر
جب نامہ ء اعمال زینب سناتی ہے

کربلا سے اُجڑا گھر لائي زینب   نانا کے روضے پہ آئي زینب

سجدہ بجا کر بولي اے نانا   روکے حسین کو آئي ھوں نانا
آئي ھے تنہا ماں جائي زینب   نانا کے روضے پہ آئي زینب

کیسے کہوں کیا ظلم ھوا ھے   پیاسا ھمارا کنبہ لُوٹا ھے
داغ بہتّر کے لائي زینب   نانا کے روضے پہ آئي زینب

اے نانا چھوٹے بچّے تھے میرے   اُنکے بھي لاشے ھے مینے دیکھے
بھائي پہ قُربان کر آئي زینب   نانا کے روضے پہ آئي زینب

مظلوم دولہا اِک یاد آیا   شادي کر دن جو خون میں نہایا
خون میں تر سہرا لائي زینب   نانا کے روضے پہ آئي زینب

عبّاس کے دو بازو کٹے تھے   بھائي کمر کو تھامے کھڑے تھے
عبّاس کو بھي رو آئي زینب   نانا کے روضے پہ آئي زینب

ھم شکل تھا جو نانا تمھارا اُسکے جگر پر نیزہ ھے مارا
داغ جگر پہ سھ آئي زینب نانا کے روضے پہ آئي زینب

اے نانا اصغر کو بھي نہ بخشہ ننھے سے بچّے کو تیر مارا
قبر میں اُسکو چھوڑ آئي زینب نانا کے روضے پہ آئي زینب

جب چل رھا تھا بھائي پہ خنجر مینے یہ دیکھا آنکھوں سے منظر
ھائے حسینا چِلاّئي زینب نانا کے روضے پہ آئي زینب

بھائي کے اشکو کي تھي یہ برکة زینب کو دیتے ھردم جو ھِمّة
ذبح کا منظر سھ پائي زینب نانا کے روضے پہ آئي زینب

اُنٹوں پہ نانا ھمکو بیٹھایا شام کے بازارو میں پھرایا
دیکھي ھے ایسي رُسوائي زینب نانا کے روضے پہ آئي زینب

زینب کو اِک پل بھول نہ جانا آنسو نہ مصیبت پہ تم بہانا
اِک پل نہ راحت ہے پائی زینب نانا کے روضے پہ آئی زینب

عالی قدر زینب کا وسیلہ لے کے جو مانگے دل کی تمنّا
اُمید اُسکی بھر آئی زینب نانا کے روضے پہ آئی زینب

زینب کا روضہ یا رب دِکھا دے ہمراہ مولیٰ زیارۃ کرا دے
کہتے ہے ہر دم شیدائی زینب نانا کے روضے پہ آئی زینب

فرماتے ہے برہانِ دیں سرور مظلوم زینب دُکھیا تھی مُضطر
کیا کیا جمالیؔ سہہ آئی زینب نانا کے روضے پہ آئی زینب

کہا شہ نے وداع ہو کر

کہا شہ نے وداع ہو کر اے ماں جائی بہن زینب
حوالے تیرے میرا گھر اے ماں جائی بہن زینب

چلن ماں کا بھولانا نہ شکایت لب پہ لانا نہ
ہو تم تو ہو بہو مادر اے ماں جائی بہن زینب

سکینہ کو طمانچو سے لعیں بے دیں کے قہروں سے
بچانا دُخترِ حیدر اے ماں جائی بہن زینب

میرے بیمار عابد کو جو ظالم مارنا چاہے
فدا ہو جانا تو بڑھ کر اے ماں جائی بہن زینب

اخی عباس گر ہوتا رِدا تیری بچا لاتا
بچائے کون اب چادر اے ماں جائی بہن زینب

لو ہم ہوتے ہیں اب رخصت   بجا لو آخری خدمت
ذرا تھامو رِکاب آ کر   اے ماں جائی بہن زینب

میرا مقتل تو دیکھے گی   جبیں میری جھکی ہوگی
چلائیگا لعیں خنجر   اے ماں جائی بہن زینب

تو دامن چاک نہ کرنا   لہو کے اشک نہ رونا
تڑپ جائینگے پیغمبر   اے ماں جائی بہن زینب

تو جب پہنچیگی لاشے پر   رہیگا ضبط نہ خواہر
تو دیکھیگی مجھے بے سر   اے ماں جائی بہن زینب

اے شاکر اشک خوں رو لے   جہاں والے نہیں بھولے
وداع ہونے کا وہ منظر   اے ماں جائی بہن زینب

کہتی تھی رو کر زینبِ مضطر ہائے حسینا وائے حسین

کہتی تھی رو کر زینبِ مضطر ہائے حسینا وائے حسین
قتل ہوا ہیں میرا برادر ہائے حسینا وائے حسین

خاک میں ہے یثرب کے ستارے لٹ گئے میرے سارے سہارے
تنہا ہے زینب کوئی نہ یاور ہائے حسینا وائے حسین

ظلم کے کیسے کیسے نظارے نکلے اٹھارہ گھر سے جنازے
لٹ گیا میرا پورا بھرا گھر ہائے حسینا وائے حسین

دل میں تھی حسرت دولھا بناؤں ہاتھوں سے اپنے تجھکو سجاؤں
حسرتوں والے اے میرے اکبر ہائے حسینا وائے حسین

سینے پہ برچھی کھا کے گِرا ہے جلتی زمیں پر لال پڑا ہے
داغِ جواں اور باپ ہے لاغر ہائے حسینا وائے حسین

دیکھا نہ جائے مجھسے یہ منظر جاییۓ لینے آب برادر
پیاسا تڑپتا ہے میرا اصغر ہائے حسینا وائے حسین

کون علم اور مشک سنبھالے پیاسے رہے اب کِس کے حوالے
قتل ہوا عباسِ دِلاور ہائے حسینا وائے حسین

کرب و بلا میں آب کے بدلے کینے ستمگاروں کے نکلے
مارا گیا معصوم وہ دلبر ہائے حسینا وائے حسین

کون دلائے بچّی کے گوہر کون بچائے بہنا کی چادر
سوئے ہو تم تو بازوئے سرور ہائے حسینا وائے حسین

آؤ اے نانا آؤ اے بابا میری مدد کو آؤ اے زہراء
میرا برادر ہے تہِ خنجر ہائے حسینا وائے حسین

محوِ دعاء تھا جانِ پیمبر پیاسا گلا اور کُنڈ تھا خنجر
میں نے یہ دیکھا ذبح کا منظر ہائے حسینا وائے حسین

قید کی سختی اور یہ کنبہ دُکھیا میں کس کس کو دوں دِلاسا
کچھ تو خبر لو میرے برادر ہائے حسینا وائے حسین

عالی قدر غم خوارِ حسینا جب دے سدا اِک بار حسینا
آئے ہزاروں بار یہ لب پر ہائے حسینا وائے حسین

جتنی میسر ہو تجھے ساعت کر لے غمِ سرور کی عبادت
یہ ہی وظیفہ شاکر ہے بہتر ہائے حسینا وائے حسین

کیا غم ہو برادر کا پوچھے کوئی زینب سے

کیا غم ہے برادر کا پوچھے کوئی زینب سے
لٹنا وہ بھرے گھر کا پوچھے کوئی زینب سے

جھولے میں تڑپتا تھا، پانی کو ترستا تھا
کیا حال تھا اصغر کا پوچھے کوئی زینب سے

اٹھارہ جنازوں سے زہراء کا بھرا گھر تھا
غم آلِ پیمبر کا پوچھے کوئی زینب سے

جب وقتِ وادع شہ نے زینب پہ نظر کی تھی
اِک حشر وہ منظر کا پوچھے کوئی زینب سے

دو چاند سے بیٹے تھے، بھائی پہ کیئے صدقے
ایثار دو دلبر کا پوچھے کوئی زینب سے

زخمی تھی جبیں کتنی ، تپتی تھی زمیں کتنی
اور سجدہ وہ سرور کا پوچھے کوئی زینب سے

سہ روز کے پیاسے کے حلقوم پہ رُک رُک کے
چلنا یوں وہ خنجر کا پوچھے کوئی زینب سے

سجدے میں دعاءگو تھے اور تن سے شہ دیں کے
ہونا وہ جدا سر کا پوچھے کوئی زینب سے

کیوں حشر اُٹھاتا تھا شبیر کے لاشے پر
ماتم دلِ مضطر کا پوچھے کوئی زینب سے

سر طشت میں بھائی کا اور تخت پہ ظالم تھا
یہ ظلم ستمگر کا پوچھے کوئی زینب سے

داعی کی اداءِ غم ، عاشور کو کہتی ہے
کیا روز ہے محشر کا پوچھے کوئی زینب سے

شاکر یہ عزاداری میں کتنا کرم جاری
ہے مالکِ کوثر کا پوچھے کوئی زینب سے

کیسا قیامت خیز یہ منظر زینب نے دیکھا

کیسا قیامت خیز یہ منظر زینب نے دیکھا
سر بھائی کا زیر خنجر زینب نے دیکھا

عون محمد اکبر و اصغر اور بھائی عباس
مارے گئے دوپہر میں سارے کوئی نہیں ہے پاس
تنہا ہے زہرا کا دلبر زینب نے دیکھا

خیمے سے شبیر جو نکلے پڑھ کے سلام آخر
زینب نے شہ کے گھوڑے کی تھامی لگام آکر
مقتل میں جاتے ہے سرور زینب نے دیکھا

ٹِکڑی سے زینب نے نظر کی جب سوئے میداں
دیکھا بیٹھے ہیں زخموں سے چور شہ ذی شاں
مارتے ہیں سب تیر اور پتھر زینب نے دیکھا

مؤمنو اِک لمحے کو سوچو کیسی وہ ساعت تھی
پسلیاں ٹوٹ گئی مولی کی کیسی قیامت تھی
شمر نے جب تھی ماری ٹھوکر زینب نے دیکھا

شہ نے کہا اے ظالم بس اِک گھونٹ پلا پانی
ہائے مگر شبیر کی اُسنے بات نہیں مانی
خشک گلے پر پھیرا خنجر زینب نے دیکھا

روح محمد کی یثرب میں ہائے تڑپتی تھی
کند چھری کے وار سے کتنی ایذا ہوتی تھی
چومتے تھے یہ حلق پیمبر زینب نے دیکھا

شمر اُٹھا سینے سے شہ کے شہ نے کیا سجدہ
امت کی بخشش کی خاطر آخری تھا سجدہ
تن سے کیا ظالم نے جدا سر زینب نے دیکھا

زینب نے یہ ظلم بھی دیکھا دیدہ ٔ مضطر سے
کتنی تھی ظالم کو عداوت سبطِ پیمبر سے
روندتے تھے لاشے کو لشکر زینب نے دیکھا

بولی بہن اے بھیاّ میرے سر پہ نہیں چادر
لا کے کہاں سے دوں میں کفن اے ماں جائے دلبر
جسم کہیں ہیں سر ہیں کہیں پر زینب نے دیکھا

غم کا بیاں یہ سیفِ ہدی شہ جب فرماتے ہیں
عاشورا کے روز جو مولی سجدہ بجاتے ہیں
یاد آتا ہے جب وہ منظر زینب نے دیکھا

کیسے عزادار آہ سنائے کیسا ہوا آزار
کرب و بلا ہو کوفہ ہو یا شام کا ہو بازار
ہر منزل پر بس اِک محشر زینب نے دیکھا

مارا گیا بھائی رن میں زینب جائے کہاں

مارا گیا بھائی رن میں زینب جائے کہاں
گھر بار لُٹا ہے بن میں زینب جائے کہاں

اے بھائی مدینہ جاکے نانا کو میں کیا بتلاؤں
پوشاک تمہاری دوں یا دِرّوں کے نشاں دِکھلاؤں
پوچھینگے لوگ وطن میں زینب جائے کہاں

شبیر نے سر کٹوایا عباس نہر پر سوئے
ہمراہ جسے لائی تھی وہ سارے بہادر کھوئے
اِک پھول بچا ہے چمن میں زینب جائے کہاں

اصغر کا کِسی کو صدمہ اکبر کا کِسی کو غم تھا
قاسم کو کوئی روتی تھی دولہے کا کہیں ماتم تھا
کہرام تھا مرد و زن میں زینب جائے کہاں

کلثوم نے دِرّے کھائے ، بانو پہ مصیبت آئی
دشوار تھا جسکا چلنا زنجیر اُسے پہنائی
تھا طوق گراں گردن میں زینب جائے کہاں

روتی تھی سکینہ پیاسی خیموں سے دھواں اُٹھتا تھا
لاشوں سے لہو بہتا تھا، اسباب و متاع لٹتا تھا
ہوتے تھے اسیر رسن میں زینب جائے کہاں

لٹتی تھی کہیں پہ چادر ، جھولا تھا کہیں پہ خالی
جلتی تھی کہیں پہ مسند، لاشوں کی کہیں پامالی
کوئی لاش نہیں تھی کفن میں زینب جائے کہاں

امّاں کو سناؤنگی میں اِن آنکھوں نے دیکھا منظر
تھا لال تمہارا تنہا اور چلتے تھے تیغ و خنجر
لاکھوں تھے تیر بدن میں زینب جائے کہاں

پھر شمر نے ماری ٹھوکر ، قرآن کے اوپر بیٹھا
خنجر نہ چلا ظالم کا تو شہ نے بچایا سجدہ
بھائی تھا رنج و محن میں زینب جائے کہاں

دیتا تھا صدائیں اُس دم گودی میں سلاؤ امّاں
ہمت کو بڑھاؤ میری اِمداد کو آؤ امّاں
اب آخری سانس ہے تن میں زینب جائے کہاں

سجدے میں جھکی پیشانی اور آئی دعا ہونٹوں پر
سر تن سے جدا ہوتا تھا چلتا تھا لعیں کا خنجر
تھے سورج چاند گہن میں زینب جائے کہاں

گھوڑوں سے کچل کر تیرا کیا حال کیا اے بھائی
سوتے رہے تم ریتی پر اور نہ میں کفن دے پائی
جلتا رہا لاشہ رن میں زینب جائے کہاں

اے بھائی ملو گے پھر کب اِک بار گلے لگ جاؤ
جاتی ہے بہن اُٹھو نا رخصت کے لیئے تو آؤ
دیکھو آنسوں یہ نین میں زینب جائے کہاں

یہ سیفِ ہدی مولی کو تا حشر سلامت رکھنا
زینب کی دعاء سے اِنکو تا روز قیامت رکھنا
کرتے ہیں بکاء جو حزن میں زینب جائے کہاں

یہ ذکر سنا کر جب بھی شہ سیف ہدی روتے ہیں
دھرتی پہ حسامی اُس دم اَملاك جمع ہوتے ہیں
اُٹھتا ہے شور گگن میں زینب جائے کہاں

مدينة جَدّنا لاتقبلينا

مدينة جَدّنا لاتقبلينا

قبول ہمکو نہ کرنا اے مدینہ

یہ نوحہ کر رہی تھی اُمِّ کلثوم حزن حسرات لے کر آئے مظلوم

قبول ہمکو نہ کرنا اے مدینہ مدينة جَدّنا لاتقبلينا

اے نانا آپ کا پیارا نواسا ہوا ذبح وہ رن میں بھوکا پیاسا

میسر نہ تھا قطرہء آب پینا مدينة جَدّنا لاتقبلينا

خبر کر دے نبی کو کوئی جاکر لُٹا کرب و بلا میں آپ کا گھر

تھا دل میں ظالموں کے کتنا کینہ مدينة جَدّنا لاتقبلينا

اے نانا ظلم وہ عابد پہ ڈھایا گلے میں طوق لوہے کا پہنایا
تھا کیسا صبر کرنے کا قرینہ مدینة جَدّنا لاتقبلینا

اے نانا نہ رکھی حرمت ہماری ہمارے سر سے چادر بھی اُتاری
چھپائے بالوں سے منہ کو حزینہ مدینة جَدّنا لاتقبلینا

ادھر مارے گئے جب رن میں سرور اِدھر دھنس آئے سب خیموں کے اندر
میرا زیور ستم گاروں نے چھینا مدینة جَدّنا لاتقبلینا

اے نانا ننھی شہزادی کے بوندے لعیں نے کان زخمی کر کے چھینے
طمانچہ رُخ پہ کھاتی ہے سکینہ مدینة جَدّنا لاتقبلینا

ہمارا قِصّہ ئے غم سننے والو ہمارے حال پر جی بھر کے رو لو
کسی کا حال ایسا ہو کبھی نہ مدینة جَدّنا لاتقبلینا

محمد شہ کا دامن تھام کر ہی کنارے قدس کے پہنچینگے ہم بھی
ہے دعوت یہ نجاتی کا سفینہ مدينة جَدّنا لاتقبلینا

عزادار آ ، یہ مولی کی دعا لے غمِ سرور میں اِک آنسوں بہا لے
ملیگا آٹھ جنّت کا خزینہ مدينة جَدّنا لاتقبلینا

میں گھر میں نہ جاؤنگی ،میں گھر میں نہ جاؤنگی

میں گھر میں نہ جاؤنگی ،میں گھر میں نہ جاؤنگی
دہلیز پہ یہ زینب روتے ہوئے کہتی تھی

میں جاؤنگی گھر میں تو یاد آئیگا وہ منظر
زہرا کے دُلاروں سے ، آباد تھا میرا گھر
کربل کے بیاباں میں ، سب آئی ہوں میں کھوکر
اب اہلِ مدینہ کو کیا منہ میں دِکھاؤنگی

یاد آئیگا اِس گھر میں تھے عون و محمد بھی
وہ جن کی تجلی سے دنیا میری روشن تھی
تاریک لعینوں نے دنیا ہی میری کر دی
اب زندگی اُن کے بِنا میں کیسے بِتاؤنگی

یاد آئیگا اِس گھر میں حیدر کا تھا اِک ثانی
دو شانوں کو کٹوا کر، دی جان کی قربانی
دریا پہ پہنچ کر بھی قطرہ نہ پیا پانی
ایثار وہ بھائی کا میں کیسے بھلاؤنگی

یاد آئیگا اِس گھر میں اٹھارہ برس والا
بھائی نے میرے جس کو ارمانوں سے تھا پالا
اُس لال کے سینے میں ظالم کا لگا بھالا
تھی دل میں تمنّا کہ دولہا میں بناؤنگی

یاد آیا کہ خیمے میں تھا چھوٹا سا گھوارا
لیٹا ہوا تھا جس میں چھ ماہ کا اک پیارا
اُس کو بھی لعینوں نے اِک تیرِ ستم مارا
معصوم کی پیاس کبھی میں بھول نہ پاؤنگی

یاد آئیگا اِس گھر میں ، تھا ساتھ میرے بھائی
جس کے لیئے جنت سے پوشاک تھی اک آئی
میں غسل و کفن بھی تو ، اُسکو نہیں دے پائی
رودادِ الم اپنی کِس کِس کو سناؤنگی

یاد آئیگا اِس گھر سے کِس شان سے نکلی تھی
پردیس میں اعدا نے حرمت نہ میری رکھی
چادر چھِنی سر سے اور بازو میں بندھی رسّی
میں سوچ کے منظر وہ ، بس آنسوں بہاؤنگی

یاد آیا تھا زینب کو دہلیز پہ پھر کیا کیا
لہجے میں محمد کے جب عالی قدر نے کہا
مجلس میں عزادار آہ اِک حشر ہوا برپا
زینب جو یہ کہتی تھی میں گھر میں نہ جاؤنگی

واہ محمداہ واہ مصیبتاہ

واہ محمداہ واہ مصیبتاہ بنتِ فاطمۃ دَر بدَر پھرے
شہ کا سر کٹے رن میں بے خطا بنتِ فاطمۃ دَر بدَر پھرے

دیکھ کر جسے مِہر تک چھپے بے رِدا کرے اے فلک اُسے
روحِ مصطفٰی جانِ مرتضٰی بنتِ فاطمۃ دَر بدَر پھرے

دردِ غم سے منہ سب اَٹا ہوا لے کے بھائی کا سر کٹا ہوا
شہرِ شام میں ہو کے بے رِدا بنتِ فاطمۃ دَر بدَر پھرے

سر پہ شہ نہیں مجتبٰی نہیں مرتضٰی نہیں مصطفٰی نہیں
ہو کے بے نوا ہو نہ کیوں بھلا بنتِ فاطمۃ دَر بدَر پھرے

زلزلے میں ہو کیوں نہ نینوا　　کیوں نہ پھر ہلے دشتِ کربلا
ہائے فوج شام چھین لے ردا　　بنتِ فاطمہ دَر بدَر پھرے

روئے شاہ کو دشت میں نبی　　اور گلے ملے ہنس کے اُمّتی
پردے میں رہے ہند بے حیا　　بنتِ فاطمہ دَر بدَر پھرے

دَم گُھٹا ہوا دل پھٹا ہوا　　گھر لُٹا ہوا سر کُھلا ہوا
چہرے پر ملے خاکِ کربلا　　بنتِ فاطمہ دَر بدَر پھرے

مولانا شہر بانوؑ م

سلام

بانو کا جگر تھرائے نہ کیوں رہ رہ کے سنبھل نے سے پہلے

بانو کا جگر تھرائے نہ کیوں رہ رہ کے سنبھل نے سے پہلے
جاتے ہیں علی اکبر رن کو ارمان نکل نے سے پہلے

امت کی شفاعت کھیل نہیں دی جاتی ہے ایسی قربانی
بچوں کے گلے چھد جاتے ہیں ہاتھوں پہ مچل نے سے پہلے

سرور کی محبت کیا کہنا یہ سوگ مقدس دولت ہے
اشکوں سے کلیجہ پاک تو کر مرقد میں اُتر نے سے پہلے

آنسو ہیں فلک کے یہ شبنم ہر شب جو زمیں پر گرتے ہیں
شبیر پہ نوحہ ہوتا ہے ہر صبح نکل نے سے پہلے

جب ذوقِ شہادت جھولے میں مچلا تو تسلی ہو نہ سکی
ناوک کو گلے لپٹا ہی لیا ہاتھوں پہ بہل نے سے پہلے

بانو نے کہا روکر تربت پے صدا دونگی

بانو نے کہا روکر تربت پے صدا دونگی
چونکے نہ اگر اصغر نالوں سے جگا دونگی

بے شیر چلے آؤ مادر کو نہ تڑپاؤ
دریا سے ہٹا پہرا پانی میں پلا دونگی

بے رحم نے تجھکو جو اک تیر لگایا ہے
ہے زخم تیرے دل پر اشکوں سے دُھلا دونگی

کچھ ماں پہ ترس کھاؤ یوں تو نہ بگڑ جاؤ
روٹھے ہو اگر اصغر میں دودھ پلا دونگی

کیوں خاک پے سوتے ہو گودی میں چلے آؤ
لوری میں تمہیں دیکے جھولے میں سلا دونگی

جو دیر لگاؤگے مادر کو نہ پاؤگے
فرقت ہیں تیری اصغر میں جان گوا دونگی

خیمے بھی جلا ڈالے ان ظالموں نے سارے
پاس آؤگے جب بیٹا سب حال سنا دونگی

بیٹا تیرے ملنے کی اب آس نہیں کوئی
مر جاؤنگی فرقت میں هستی کو مٹا دونگی

سلام

بانو وطن میں آکے پکاري سلام لو

امّاں کہاں ہو، آئي ہے پیاري سلام لو

لے کر گئے تھے اِک علي ، لائے ہیں اِک علي

پُوچھو نہ کیسے عُمر گُذاري سلام لو

اکبر کے بیاہ کے مِلے ارمان خاک میں

جیتا نصیب اور میں ہاري سلام لو

اِک تیر کھاکے سوگئے اصغر بھي قبر میں

خالي ہوئي ہے گود ہماري سلام لو

سجدے میں سر جُدا کِیا تن سے حسین کا

کرتي رہي میں گِریہ و زاري سلام لو

دیکھا سرِ حسین کو نیزے کي نوک پر
آنکھوں سے خوں کے اشک تھے جاري سلام لو

بازارِ شام میں کبھي دربارِ عام میں
پھرتي رہي میں لاج کي ماري سلام لو

لگتا ہے قید خاں سے رِہائي قریب ہے
منزل پہ آگئي ہے سواري سلام لو

سب غم اُٹھااُٹھا کے اے ماں میں تھک گئي
اب گود میں سُلادو تمہاري سلام لو

یہ سیفِ دیں سے غم کا حُسآمي سُنا بیاں
ہو طول اِنکي عمر اے باري سلام لو

دُکھیا بانو چلاّوت ہے اصغر کا ہم سے چھڑائے لیو

دُکھیا بانو چلاّوت ہے اصغر کا ہم سے چھڑائے لیو
اے کربل ہم کا لٹ لیو جی بھر کے ہائے ستائے لیو

اے لال ہوئے کیوں مجھ سے خفا بتلاؤ تو اصغر میری خطا
یہ سچ ہے تمہیں پانی نہ مِلا مجبور مگر تھی یہ دُکھیا
کیوں بَن میں ماں کو چھوڑ گیو اور آ بَن گور بسائے لیو

بیٹا علی اکبر سن لو ذرا کچھ دھیان ہے چھوٹے بھائی کا
کم سِن ہے ابھی یہ ماہِ لقا ہے رات بھیانک اور صحرا
گر نیند سے ڈر کر چونک پڑے تم دھر کر ہاتھ بہلائے لیو سلائے

چھ ماہ کے سِن میں دودھ چھوٹا ماں چھوٹ گئی چھوٹا جھولا
گردن پہ ستم کا تیر لگا اُف چِلّو بھر پانی نہ مِلا
اِس ننھے سے سِن میں اے بیٹا تم کیا کیا رنج اُٹھائے لیو

وہ سوزِ عطش وہ پھول سی جاں وہ سوکھے لب وہ خشک زباں
وہ تیر چلا کر کے وہ کماں ھمت پہ تیری سب تھے حیراں
ھنستے ہوئے اے پیاسے اصغر تم تیر گلے پر کھائے لیو

ہے رات بھیانک نورِ نظر، اور سونا جنگل اے دلبر
چین آئیگا بِن ماں کیونکر غربت پہ تیری پھٹتا ہے جگر
تنہائی میں جب دم گھبرائے ماتا کو پاس بلائے لیو

کیا شوقِ شہادت تھا اصغر تھے دیر سے جھولے میں مضطر
حسرت کی نظر تھی سوئے پدر کھائی نہ ترس مجھ دُکھیا پر
آغوش میری ویراں کرکے جنگل کی گود بسائے لیو

دُکھیا بانو روکر بولی اصغر کا خالی جھولا ہے

دُکھیا بانو روکر بولی اصغر کا خالی جھولا ہے
اب کس کو جھلائے یہ مادر معصوم قبر میں سوتا ہے

زینب جب خیمے سے لیکر بے شیر کو لائی گودی میں
کہتی ہوئی شہ سے ماہیء بے آب مثل یہ تڑپتا ہے

گودی میں اُٹھاکر اصغر کو ہیں رن میں چلے کوثر والے
ہے کوئی جو دیوے نیر اسے بچّہ چھ ماہ کا سسکتا ہے

اے کوفے والوں کیا تم میں اولاد کسی کو ہے کہ نہیں
جنت کا ضامن تم سے اِک قطرہ پانی کا چاہتا ہے

ہاتھوں میں اُٹھاکر اصغر کو شبیر نے سب کو دِکھلایا
منظر تھا ہاتھ میں شمسِ ہدی کے حشر کا مشتری آیا ہے

حرمل نے ایک ناوک کھینچا ننھی گردن کو چھید لیا
شبیر کا دل تڑپا اس جا بس سمجھو قیامت برپا ہے

لیا خون اُبلتا چِلّو میں اور آسماں پر شہ نے پھینکا
کیا شان ہے ایک قطرہ بھی لہو نہ روئے زمیں پر گِرتا ہے

تب ہاتھ کو جوڑے اشارے سے کی عرض ہوں چھوٹا میں بھی شہید
برہانِ ہدی نے یہ نکتہ ہم اہلِ عزا کو سنایا ہے

ہے طفل میرا عظمت والا بے دفن یہ لاشہ کیوں کر ہو
یہ سونچ کے شہ نے چھوٹی لحد کو کھود یہ بچّہ سلایا ہے

اے کرب و بلا گودی میں تیری ایک چھوٹی امانت رکھتا ہوں
رکھنا تو حفاظت سے اِنکو یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے

شبیر کے داعی برہان دیں جب آہ و بکا کی مجلس میں
پڑھتے ہیں اصغر کا مقتل ایک نقشہ سامنے آتا ہے

اے مولی غلاموں کو یہ تیرے عاشور میں تو بخشوا دینا
یہ کہہ کے شہید ہر اک شہ کے قدموں میں سر کو جھکاتا ہے

ہے رب سے دعا ہو طول بقا برہان ہدی کی لاکھوں برس
بس یہ ہی بتول کے دل میں سدا ہر لمحہ ہر آں آتا ہے

رو رو کے پوچھتی ہیں بانو شہ زمن سے

رو رو کے پوچھتی ہیں بانو شہ زمن سے
کڑیل جواں کی میت کس طرح لائے رن سے

جھولا جو خالی دیکھا رو کر سکینہ بولی
امّاں ہمارے اصغراب تک نہ آئے رن سے

مہماں بلا کے رن میں سبطِ نبی کو مارا
ایسا سلوک کوئی کرتا ہے بے وطن سے

بے چین ہے سکینہ اور سانس رُک رہی ہے
ایسا گلا شقی نے باندھا ہے یوں رسن سے

دِرّے نہ مار ظالم سجاد ناتواں کو
ایک گل یہی ہے باقی گلزار پنجتن سے

افسوس شہ کی میت عریاں پڑی ہے رن میں
دونوں جہاں کا مالک محتاج ہے کفن سے

مولانا

علی زین العابدین ؒ

سلام

اعداء حرم کو مثلِ گنہ گار لے گئے

اعداء حرم کو مثلِ گنہ گار لے گئے
مجرائی بے رداء سرِ بازار لے گئے

لکھا ہے سر حسین کا روتا تھا طشت میں
سیدانیوں کو جب سرِ دربار لے گئے

مادر لپٹ کے تربتِ اصغر سے کہتی تھی
مجھکو نہ ساتھ اے میرے دِلدار لے گئے

اصغر لپٹ کے جھولے سے روتے تھے زارزار
جب ماں کی گود سے شہِ ابرار لے گئے

کھینچیں مہار اونٹ کی مقتل سے شام تک
بارِ گِراہ یوں عابدِ بیمار لے گئے

بالو سے منہ چھپائے ہوئے اشکبار تھے
مجلس میں جب حرم کو ستمگار لے گئے

جائیگا تو انیس مقرّر بہیشت میں
سن لیجیو کے حیدرِ کرّار لے گئے

جگ کے امام زین العبا ساربان ہے

جگ کے امام زین العبا ساربان ہے
جن کے لئے بنے ہوئے کون و مکان ہے

بیمار کربلا کو کرو یاد مؤمنو
صدقے سے جنکے ہمکو شفا کا گمان ہے

بابا سے لینے آئے رزا کو مریض یہ
ویران جب ہوا یہ بھرا خاندان ہے

کیسے رزا دوں تمکو کہا روکے شاہ نے
تم ہو امام تم سے ہدی کا نِشان ہے

پڑھ کر سلام آخری شہ نے کِیا وداع
آلِ عبا کے زین کی بتلائی شان ہے

کرنا بہن علی کی حمایت تم ہر گھڑی
زینب سے بولے شاہِ دین جانِ جہان ہے

جب شہ ہوے شہید عدو نے کیئے ستم
سجاد پر جو مضطر ، حزین ، نا توان ہے

طوقِ گراں گلے میں ہے بیڑی ہے پاوں میں
اور ہتھکڑی میں بندھے امام الزمان ہے

مدنف ہے ننگے پاؤں ہے کیسے چلینگے آہ
خاروں کے بیچ دیکھو یہ ناطق قرآن ہے

یہ خستہ حالی دیکھ سما کیوں نہ گِر پڑا
خورشیدِ حق گہن میں ہے اور ساربان ہے

دِرّے بھی کھاتے جاتے ہے پیدل وہ چلتے ہے
پھر بھی امامی شان میں ہے آن بان ہے

روئے بہت حسین پے چالیس سال تک
ہم فقرا غریبو کے یہ مہربان ہے

سجّاد تھے نماز میں اُنکو تھا بس سکوں
شانِ زبور اُنکی دعا کا بیان ہے

زین العبا کی شان کے مظہر برہان دیں
رہتے غمِ حسین کے یہ درمیان ہے

کر کے جمع مدینہ ء سورت میں شاہ نے
کربل کا نقشہ کھینچ سنایا بیان ہے

عام چھڑاوے اُنکو ہزاروں برس خدا
باقی تو رکھنا بس یہ صدائے زبان ہے

باندی بتول وار دے مولی پے جان تو
مولی کی ہی تو دی ہوئی یہ تیری جان ہے
صلوات مصطفی کے اوپر ، مصطفین پر
جنکے لییۓ بنائے گئے سب کِیان ہے

سلام

دِیارِ شام میں عابِد کا حال کیا ہو گا
اسیر طوق میں بیمارِ کربلاء ہو گا

طویل راستہ پیدل بُخار میں کیسے
پہِن کے بیڑیاں خاموش وہ چلا ہو گا

کہاں سے دفن کا ہو انتظام اے بابا
یہ سوچ سوچ کے سجاد رو رہا ہو گا

حسین تیر سے چھلنی ہوئے یہ یاد آیا
جو راہِ خار پہ کانٹا کوئی لگا ہو گا

وزن سے طوق کے گردن جھکی ہوئی ہو گی
یا وہ زمین پہ پیاروں کو ڈھونڈتا ہو گا

کوئی چچا کو نہر سے بُلا کے لائے ذرا
طمانچے شمر سکینہ کو مارتا ہو گا

نبیؐ کے آل کے رسی میں ہیں گلے باندھیں
بھرے بازار میں زینب کا سر کُھلا ہو گا

سِناں کي نوک پہ شبیر کا ہے سر آگے
اور اُسکے پیچھے اسیروں کا قافلہ ہو گا

سبھي کي لاش تو بے دفن و بے کفن ہي رہي
مگر کِسي کا تو خیمہ بھي جل چُکا ہو گا

سُہاگ اُجڑا کِسي کا ، کِسي کي کھیتي لُٹي
مگر کِسي کا تو جھولا اُجڑ گیا ہو گا

برہانِ دیں سلامت تمہیں خدا رکھیں
غمِ حسین کا حق تمسے ہي اداء ہو گا

غمِ جہاں سے حُسآمي نجات پائیگا
غمِ حسین جو دِل میں تیرے بسا ہو گا

سلام

شب اندھیری اور منزل دُور ہے
جانیۓ قسمت کو کیا منظور ہے

پاؤں میں زنجیر ہے گردن میں طوق
سارباں بھي کِس قدر مجبور ہے

بے رِداء اُنٹوں پہ ہے آلِ نبي
کوفیوں کا کیا یہي دستور ہے

یہ اسیري کا نیا پایا الم
دِل تو پہلے ہي غموں سے چور ہے

گرميءِ صحرا ہے یومِ حشر ہے
اور ہر اِک شب شبِ عاشور ہے

کِس طرح کرتے دفن لاشوں کو پھر
جب کفن ہے پاس نہ کافُور ہے

سر ہے نیزے پر بلند اُسکا غضب
مصطفیٰ کی آنکھ کا جو نور ہے

دِل تڑپ اُٹھے جو بچی نے کہا
اے پھوپی اب شام کتنی دُور ہے

کربلاء سے شام تک گُذری تھی جو
ذِر اُسکا درد سے بھر پُور ہے

حشر تک لعنت پڑھینگے تجھ پر سب
شمر تُو کِس بات پر مسرور ہے

کیا غمِ دَوراں ہے اپنے سامنے
دِل غمِ شبیر سے معمور ہے

کیا وہ دیکھیں شان سیفِ دین کی
بغض کے قلعے میں جو محصور ہے

پنجتن پہ رکھ عزآدار آس تُو
فضل اُنکا خلق میں مشہور ہے

عابد کے رُک رہے ہیں قدم شام آگئے

عابد کے رُک رہے ہیں قدم شام آگئے
پیروں کے کہہ رہے ہیں زخم شام آگئے

بابا کی لاش دشت میں پامال ہو گئی
بیمار کے ہے دل پہ الم شام آگئے

لاشہ تو کربلا میں تڑپتا ہے خاک پر
نیزے پہ سر ہوا ہے علم شام آگئے

ہونٹوں پہ کھف، چہرے پہ خوں کی لکیر ہے
تاریخ ہو رہی ہے رقم شام آگئے

پاؤں میں بیڑی ہاتھ میں زنجیر میں اسیر
گردن ہوئی ہے طوق سے خم شام آ گئے

تپتا ہوا بخار ہے ، چھالے ہیں پاؤں میں
کیسے امام پر ہیں ستم شام آ گئے

کرب و بلا سے اشک بہاتے ہوئے سبھی
زینب کے ساتھ اہلِ حرم شام آ گئے

رسی بندھی ہے ہاتھ میں باقر امام کے
یہ ظلم ہے خدا کی قسم شام آ گئے

بازار میں ہے بانو و کلثوم ننگے سر
آتی نہیں عدو کو شرم شام آ گئے

دربار میں یزید کے زینب کا ہے خطاب
باطل کا کھل رہا ہے بھرم شام آگئے

چھینے گوہر طمانچے سکینہ کو مار کے
تازہ ہوا بتول کا غم شام آگئے

بابا کا سر ہے ننھی رقیہ کی گود میں
نکلے گا تھوڑی دیر میں دم شام آگئے

برہان دیں نے ایسے حسامی کیا بیاں
ایسا لگا کہ جیسے کہ ہم شام آگئے

سلام

کرب و بلاء سے نکلے سجاد چلتے چلتے
اور رو رہی زینبِ ناشاد چلتے چلتے
کرب و بلاء سے نکلے سجاد چلتے چلتے

آلِ نبی کے لاشے مقتل میں بے دفن ہیں
بابا کی لاش رن میں بے گور و کفن ہے
عابد کو آ رہا ہے یہ یاد چلتے چلتے

گردن میں طوق بھاری بیمار کو پہنایا
بیڑی میں اور رسن میں قیدی اُسے بنایا
اُمّت کو جو کرینگے آزاد چلتے چلتے

ہیں ساربان پیدل کانٹوں بھری زمیں پر
کانٹا نِکلانے کو رُک جاتے جو کہیں پر
تو مارتے ہیں دِرّے جلّاد چلتے چلتے

سر سے رِداء ہمارے چھینی گئی ہے بھائی
دِرّوں سے پُشت زخمی، رسی میں ہے کلائی
زینب سُنار ہی ہے رُو داد چلتے چلتے

مقتل میں ساری لاشیں پامال ہو چکی جب
اسباب و مال لُٹا خیمے جَلا دیئے سب
بے گھر ہوئے ہیں گھر کے افراد چلتے چلتے

سجادِ ناتواں کی مسند کو بھی جلایا
نیزے کی نوک پر سر شبیر کا چڑھایا
مشکل کُشاء کرو اب اِمداد چلتے چلتے

عباس تُم کہاں ہو مجھکو طامنچے مارے
بابا نے جو دیئے تھے چھینے وہ گوشوارے
کرتی ہیں یوں سکینہ فریاد چلتے چلتے

چھوٹي سي اِک رقیہ ہیں تشنہ کام دیکھو
جکڑے ہوئے رسن میں باقر امام دیکھو
اور غمزدہ نبي کي اولاد چلتے چلتے

دربارِ شام میں جب بنتِ بتول آئي
خطبے میں ظالموں کو حیدر کي شاں دِکھائي
باطل کي یوں ہِلادي بُنیاد چلتے چلتے

برہانِ دیں شہ کي کر عمر طول یارب
عالي قدر کا کہنا کرنا قبول یارب
یہ عرض ہے حسآمي اِرشاد چلتے چلتے

کہتے تھے زینُ العابدیں تم کو ستا کے کیا ملا

کہتے تھے زینُ العابدیں تم کو ستا کے کیا ملا
مسند نبی کی کوفیوں تمکو جلا کے کیا ملا

کس کے نواسے تھے حسین کچھ بھی نہ سونچا ظالموں
تیر و تبر لگا لگا زخمی بنا کے کیا ملا

تھی پنجتن کی پانچوی یہ اِک نشانی ہائے ہائے
قبرِ نبی کا تھا چراغ اُسکو بجھا کے کیا ملا

نصرانی اور یہودی بھی ایسے ستم نہ کر سکے
سر کٹ گیا تو نیزے پر اُسکو چڑھا کے کیا ملا

کچھ دشمنی کی حد بھی ہے بابا شہید ہو گئے
لاشے پہ اُس غریب کے گھوڑے دوڑا کے کیا ملا

پشت نبی پہ بارہا چڑھتے تھے یہ وہی حسین
شمرِ لعیں تو ہی بتا خنجر چلا کے کیا ملا

معصوم کو ڈراتا ہے کیوں آنکھیں تو دِکھاتا ہے
کیوں کانو سے چھنے گوہر زخمی بنا کے کیا ملا

ذاکر حسین کیا مرے خود مر گئے یزید بد
بے وجہ بے قصور کا خون بہا کے کیا ملا

لُٹا ہوا ایک قافلہ رن سے چلا کہتا ہوا

لُٹا ہوا ایک قافلہ رن سے چلا کہتا ہوا
اے کربلا اے کربلا اے کربلا اے کربلا حافظ خدا

اکبر بھی تجھکو دے چلے اصغر بھی تجھکو دے چلے
عون و محمد کے عوض کچھ داغ دل پر لے چلے
کیا خوب یہ تحفہ دیا اے کربلا اے کربلا

آیا یہاں مہمان تھا ، اسلام کا ایمان تھا
حق کے نبی کی جان تھا ، خود بولتا قرآن تھا
پامال اُسکا تن کیا ، اے کربلا اے کربلا

سجدے میں تھے شاہِ اُمم ، سر ہو گیا اُنکا قلم
پانی کے بدلے حلق پہ ، خنجر کے رگڑوں کا ستم
یہ حشر تونے کیوں سہا ، اے کربلا اے کربلا

کیسی یہاں شادی ہوئی ، یک لخت بربادی ہوئی
اک پل کی دُلہن بھی یہاں ، دوجے ہی پل بیوہ ہوئی
مہندی کے بدلے خوں لگا ، اے کربلا اے کربلا

دولت رسول اللہ کی ، عترت علی ہے ماہ کی
بے پردگی کو دیکھ کر حسرت سے سب نے آہ کی
تھا طوق میں حق کا گلا ، اے کربلا اے کربلا

ایسی جزا تجھکو ملی ، خاکِ شفا تیری بنی
ارضِ بلا تھی تو مگر کعبے کی ہم رتبہ بنی
شبیر کی ہے یہ عطا ، اے کربلا اے کربلا

اِس حیدرِ ناچیز پر ، مولی کے نوحہ گیر پر
احسان ہے رب کا بڑا ، کرتا ہے جو شام و سحر
شبیرِ اعظم کی ثنا ، اے کربلا اے کربلا

سلام

لے کے اِک قافلہ غمزدہ سارباں چل رہا ہے
راہِ پُرخار پر بےکس و ناتواں چل رہا ہے

زنجیر اور دستِ لاغر کہاں گردن میں ڈالا ہے طوقِ گِراں
پہنائی ہیں پاؤں میں بیڑیاں زخموں سے چھالوں سے ہے خوں رواں
کرکے شکرِخدا دین کا پاسباں چل رہا ہے

جِن کے وسیلے سے مشکِل ٹلے باندھیں اُنکے رسن میں گلے
لُوٹا اُنہیں ، اُنکے خیمے جلے نازوں میں کل آلِ احمد پلے
آج وہ دربدر دشت میں کارواں چل رہا ہے

عباس جیسے سہارے گئے عون و محمد سے پیارے گئے
برچھی سے اکبر مارے گئے اصغر لحد میں اُتارے گئے
پھول جو بَچ گئے لے کے وہ باغباں چل رہا ہے

شبیر تو بے کفن رِہ گئے لاشے سبھی بے دفن رِہ گئے
پامال تشنہ دہن رِہ گئے رن میں شہیدوں کے تن رِہ گئے
اور افسوس سر سب کا نوکِ سِناں چل رہا ہے

بول اے سکینہ اب آئیگا کون ؟ سینے پہ تجھے سُلائیگا کون؟
دریا سے اب پاني لائیگا کون ؟ چھینینگے دُر تو بچائیگا کون؟
غم نہ کر، غم نہ کر، ساتھ بھائي چل رہا ہے

بانو گلے سے لگائے کسے؟ اور گود میں اب سُلائے کسے؟
جھولا ہے خالي جھلائے کسے ؟ راتوں کو لوري سُنائیں کِسے؟
کیا ہے اصغر نہیں ساتھ جھولا تو ماں چل رہا ہے

زینب ابھي مُلکِ شام آئیگا رنج و اَلم گام گام آئیگا
ظالم کا دربارِ عام آئیگا زینب کو لاؤ پیام آئیگا
سوچتے سوچتے یہ امام زماں چل رہا ہے

جیسے تھے مولی برہان الہدی ہیں سیف دیں ویسے ہي باخدا
سَوجاں سے اِن پر حُسامي فِدا رکھنا سلامت اِنہیں رب سدا
قافلہ بایقیں اِنکا سوئے جِناں چل رہا ہے

مجرا اُسے جو لاغر و رنجور تن بھی ہے

مجرا اُسے جو لاغر و رنجور تن بھی ہے
محبوسِ طوق بھی ہے اسیرِ رسن بھی ہے

پیدل تو آگے آپ ہیں اور پیچھے اونٹ پر
عریاں سر پھوپھی بھی ہے ماں بھی بہن بھی ہے

کہتے تھے لوگ دیکھ کے زینب کو ننگے سر
یہ بنتِ فاطمہ بھی ہے شہ کی بہن بھی ہے

کہتے تھے زخم کھا کے لعینوں سے رن میں شاہ
جز میرے کوئی سبطِ رسولِ زمن بھی ہے

عابد نے جب کہا کہ نہ غسل و کفن مِلا
بابا سا میرے کوئی غریب الوطن بھی ہے

یوں وقتِ دفن آئی سر شاہ سے صدا
بیٹا نہ روؤ خاک سے بہتر کفن بھی ہے

جلدی ہٹا چھری کو ستمگر کہ یہ دہن
زہرا کا بھی علی و نبی کا دہن بھی ہے

مقبول ہو انیس وہ جس کی زبان پر
حمدِ خدا بھی ہے صفتِ پنجتن بھی ہے

مجرئ قید سے جب عابدِ بے پر چھوٹے

مجرئ قید سے جب عابدِ بے پر چھوٹے
شام میں شور ہوا آلِ پیمبر چھوٹے

بانو فرماتی تھی ہاتھوں سے اجل کے ہے ہے
نہ تو اکبر ہی بچے اور نہ اصغر چھوٹے

شہ نے زینب سے کہا مل کے گلے وقتِ وداع
لو بہن تم سے ہم اب تا دمِ محشر چھوٹے

بیبیاں کہتی تھی کیوں اونٹ پہ در در نہ پھریں
سر پہ وارث نہ رہے قید ہوئیں گھر چھوٹے

کان کے درد سے کیا بالی سکینہ تڑپی
بد گھر کے نہ مگر ہاتھ سے گوہر چھوٹے

رن میں فرماتے تھے بھر کر نفسِ سرد حسین
مجھ سے کیا کیا میرے اِس دشت میں یاور چھوٹے

یہ غمِ اکبر و عباس میں کہتے تھے حسین
آج حیدر سے چھٹا آج پیمبر چھوٹے

لاش پر بیٹے کی شہ کہتے تھے غم سے افسوس
بعد اٹھارہ برس کے علی اکبر چھوٹے

آرزو یہ ہے کہ ہنگامہ ء محشر میں انیس
ہاتھ سے میرے نہ دامانِ پیمبر چھوٹے

واجب الرحم تھے زنداں کے سزاوار نہ تھ

واجب الرحم تھے زنداں کے سزاوار نہ تھے
مجرئی اہلِ حرم قابلِ بازار نہ تھے

بولے عابد کہ فدائے شہ دیں غیر ہوئے
اِک فقط ہم ہی شہادت کے سزاوار نہ تھے

شاہ فرماتے تھے ایسے ہیں ہمارے انصار
نانا صاحب کے بھی اِس طرح کے انصار نہ تھے

تیر اصغر کو جو مارا تو کہا سرور نے
ہم گنہگار تھے بچّے تو گنہگار نہ تھے

شکر ہی شکر نکلتا تھا لہو کے بدلے
دہن زخم بدن دیدہء خوں بار نہ تھے

شہ کے دانتوں پر چھڑی رکھ کے کہا ظالم نے
ہم نے اِس طرح کے دیکھے دُرِ شہوار نہ تھے

صبح عاشور تلک ساتھ تھے مولی کے رفیق
عصر کے وقت اکیلے تھے جِلودار نہ تھے

کہا زہرا نے فلک میں نے ستایا تھا کسے
میرے بچّے تو اِس آفت کے سزاوار نہ تھے

گل سے تلؤوں کا یہ عابد کے ہوا تھا احوال
کون سا چھالہ تھا وہ جس میں کہ دو خار نہ تھے

گر مسیِح دو جہاں کا ہوا اِفضال انیس
اَچّھے یوں ہونگے کہ جیسے کبھی بیمار نہ تھے

ماتمی نوحہ

اہلِ عزا کرو غم بیمار ناتواں کا

اہلِ عزا کرو غم بیمار ناتواں کا
ماتم کرو وہ عابد سالارِ کارواں کا

قیدی بنا ہوا ہے جگ کو چھڑانے والا
کانٹوں پہ چل چکا ہے بگڑی بنانے والا
پُر جوش کر لو ماتم بخشندہءِ جہاں کا

پڑھتا ہے ایک دن میں جو اک ہزار رکعت
معبود جسکو کہہ دے اے بندگی کی زینت
تجھ پر فدا ہر قدسی ہے آسماں کا

عباس سے بندھی تھی پیاسوں کو آس کتنی
سرور نے بے کسی میں تھامی کمر ہے اپنی
لاشہ جو خاک پر ہے مولی کے نگہباں کا

دیکھا ہے دوپہر میں جس نے اُجڑتے گھر کو
دیکھا ہے جس نے ہائے لاچار اک پدر کو
میداں سے لاتے لاشہ وہ دلبرِ جواں کا

مظلوم بابا جاں کی خالی ہوئی ہے گودی
بابا نے اپنے ہاتھوں اصغر کی قبر کھودی
حلقوم جب چھدا تھا معصوم بے زباں کا

مادر، پھوپھی، بہن سب روتی ہے سر برھنہ
مسند جلائی جسکی، بستر بھی جسکا چھینا
کاٹا لعیں نے سر جو مظلوم بابا جاں کا

ہاتھوں میں ہتھکڑی ہے ، پاؤں میں بیڑیاں ہے
پیہم ستم ہے ، زنداں کی سختیاں ہے
اتنا مریض ہے اور ہے دور امتحاں کا

بے مقنع و بے چادر سیدانیوں کو دیکھے
اُس پر ستم شتر کی عابد مہار کھینچے
کیا حال ہے اسیر و لاچار سارباں کا

کانٹے نکالنے جب بیٹھے کہیں جو مضطر
ہے ہے ستم کے دِرّے مارے اُسے ستمگر
اُسکو اماں نہیں ہے جو ہے سبب اماں کا

بیمارِ کربلا نے جو اپنی آنکھوں دیکھا
وہی سنا رہے ہیں برہان دین مولی
محشر بپا نہ کیوں کر ہو ماتم و فغاں کا

باقی رہے ہمیشہ زین العبا کے مظہر
سایے میں اِنکے باقی عالی قدر ہو سرور
دونوں کی ہے بقا تو مطلوب دو جہاں کا

بے دم میں پھونک دے دم شبیر کا یہ ماتم
شاکر ستائیگا کیا ہمکو جہاں کا اب غم
مِل جائیگا جو صدقہ بیمار ناتواں کا

ماتمي نوحه

لے جارہے ہیں ظالم سجادِ ناتواں کو
مجبور بیبیوں کے سالار کارواں کو

کیسا غضب ہے لوگو، یہ نام کے مسلماں
قیدي بنا رہے ہیں اُمّت کے پاسباں کو

تپ سے تن و جِگر میں اِک آگ سي لگي ہے
ملتي نہیں ہے راحت راہوں میں ساریاں کو

کانٹوں پہ چلتے چلتے پاؤں جو لڑکھڑایا
کوڑا شقي نے مارا بے آس مہماں کو

یہ طوق، یہ سلاسِل، بیمار پر ستم ہے
اب کھول دے اے ظالم اِس حلقہ ءِ گراں کو

جب سامنے نظر کے آتا کبھی بھی پانی
روتے تھے یاد کر کے سجاد باباجاں کو

سیدانیوں کے سر پر کوئی نہیں ہے چادر
حسرت سے دیکھتے ہیں بے رحم آسماں کو

امیدوارِ زیارت ہے ایک یہ عزادار
مولیٰ بُلا لو در پہ اِس اپنے نوحہ خواں کو

چہلم مولا حسینؑ

اربعین کے سوگوارو الوداع

اربعین کے سوگوارو الوداع ۔ شاہِ دیں کے دوست دارو الوداع
خاتمہ بالخیر چہلم کا ہوا ۔ الوداع اے اشک بارو الوداع
کہہ رہے ہیں مرقدو پر اہلِ بیت ۔ فاطمہ زہرا کے پیارو الوداع
دشت سونا پاس بستی بھی نہیں ۔ بے دِیاروں کے مزارو الوداع
کربلا کے چاند کو سونپا تمہیں ۔ عرشِ اعظم کے ستارو الوداع
اکبر و اصغر علی کے ضامنی ۔ نو جوانو شِیر خوارو الوداع
کہتی تھی زینب یہ قبرِ شاہ سے ۔ تم بھی زینب کو پکارو الوداع
قبر سے آواز ہوتی ہے بلند ۔ لو بہن زینب سدھارو الوداع
گھر کہیں ، قبریں کہیں ، کنبہ کہیں ۔ اے غریبو بے دِیارو الوداع
بخیئہ مرہم نہ زخموں کا ہوا ۔ مرتضیٰ کے رشتہ دارو الوداع
قبر پر بیٹھونگی زینب نے کہا ۔ ماں وطن جاتی ہے پیارو الوداع

ماتمي نوحہ

آج چہلم کي ہوئي مجلس بپا
اہل مجلس میں ہے ماتم کي سدا

یاحسینا یاحسینا یاحسین

اے شہیدِ کربلاء ماتم تیرا
آسمانوں میں ہوا برپا سدا

یاحسینا یاحسینا یاحسین

لاکھوں کے لشکر سے وہ لڑتا رہا
صِرف تنہا بے سہارا بینوا

یاحسینا یاحسینا یاحسین

حلق پر تیرے چلي تھي جب چھُوري
رو رہا تھا خیمہ میں کنبہ تیرا

یا حسینا یا حسینا یا حسین

یاد ہے تیرا تڑپنا یا حسین
کٹ رہا تھا راہ حق میں سر تیرا

یا حسینا یا حسینا یا حسین

ہوگئ آباد شہ کے غم سے تُو
گُنجتي ہے یہ سدا اے کربلاء

یا حسینا یا حسینا یا حسین

پاني بھر کر بھي وہ پیاسا ہي رہا
ایسا بھائي باوفا کِسکو مِلا

یا حسینا یا حسینا یا حسین

جب چلی شبیر پر بُوٹھي چھُوري
رو رہي تھي عرش پر ماں فاطمہ

یا حسینا یا حسینا یا حسین

کر دعاء حیدر ہمیشہ ہر گھڑي
شادماں ہر دم رہے داعي الھُدی

یا حسینا یا حسینا یا حسین

لحن ـ یا امامل حق مولانل حسین

عاشور کے دن مظلوم لٹا یہ اُسکا چہلم آیا ہے

عاشور کے دن مظلوم لٹا یہ اُسکا چہلم آیا ہے
سجدے میں گلا جسکا کاٹا یہ اُسکا چہلم آیا ہے

جو وعدہ نبھانے آیا تھا گھر بھر کو مدینے سے لے کر
جو مہماں بنا کے لوٹا گیا یہ اُسکا چہلم آیا ہے

حر جون حبیب اور شہ کے سب انصار ہوئے رن میں قرباں
زُہیر سا ساتھی جو بچھڑا یہ اُسکا چہلم آیا ہے

مسلم کے دُلارے مارے گئے زینب کے خزادے قتل ہوئے
ٹکڑے ہوا قاسم سا پیارا یہ اُسکا چہلم آیا ہے

شادی ہوئی جس کی کربل میں باندھا تھا جسے شہ نے سہرا
جو خون میں دولہا ڈوبا تھا یہ اُسکا چہلم آیا ہے

جو مشک سکینہ لے کے گیا دھوکے سے کٹے بازو جسکے
میدان میں جو گھوڑے سے گرا یہ اُسکا چہلم آیا ہے

اٹھارہ برس کے اکبر نے پھل برچھی کا کھایا سینے پر
دم شاہ کی گودی میں توڑا یہ اُسکا چہلم آیا ہے

معصوم وہ شہ کا شہزادہ جو تیر گلے پہ کھا کے مرا
جو ننھی سی تربت میں سویا یہ اُسکا چہلم آیا ہے

ٹھوکر جسے مقتل میں ماری اور سینے پہ جسکے شمر چڑھا
جو بوٹھی چھری سے مارا گیا یہ اُسکا چہلم آیا ہے

برہان دیں مولی محوِ بکا پُر درد یہ ذکر سناتے ہیں
کربل میں جو پیاسا ذبح ہوا یہ اُسکا چہلم آیا ہے

جو کچھ بھی جمالی نے لکھا برہانِ ہدی کی یاری ہے
یہ داعی ہیں جس مولی کی دعا یہ اُسکا چہلم آیا ہے